مُبسملاً و محمداً و مصلیاً۔ کلمۃ الخیر تحفۂ درویش

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب | گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم | تو کہ با دشمناں نظر داری

زندۂ جاوید شاعر فیلسوف (سعدی شیرازیؒ) نے جناب باری عز اسمہٗ کی پرورش و نوازش کا جو مختصر مگر بے مثال خاکہ ان سادہ لفظوں میں کھینچا ہے وہ مبالغۂ شاعرانہ سے جس قدر بعید ہے اسی قدر حقیقت چشم دید ہے کہ رب المومنین نہیں فرمایا گیا بلکہ الحمد للہ رب العالمین۔

انسان خلیفۃ اللہ ہے اور کروڑوں میں کوئی ایک ظل اللہ بھی۔ لازم تھا کہ بادشاہوں میں "بادوستاں تلطف" کے ساتھ "بادشمناں مدارا" کا وصف دیکھا جاتا تاکہ تخلقوا باخلاق اللہ انسب یہ تھا کہ بادشاہوں کے قلم، وقفِ عفوِ تقصیراتِ دشمناں ہوا کرتے، بادشاہوں کے خزانے صرفِ پرورشِ اعداد دیکھے جاتے، بادشاہوں کے خشم و خدم، مواساتِ مخالفین و مداراتِ معاندین میں لگے رہتے۔ لیکن فرمانروایانِ عالم (خصوصیت کے ساتھ آمرینِ امروزہ) اپنے معاندین کجا معاہدین کے ساتھ بھی جس انتہائی جفاو دغا، جور و جبر، اغارت و اہانت سے پیش آرہے اور ہر ایک کو کچلا جانے کے منصوبے گانٹھے جارہے ہیں ان سے الامان الامان۔ الحفیظ الحفیظ۔

اس جہاں آشوبی میں جب کہ ہر ایک حاکم حکومت اپنے دشمنوں کو آخری حد تک تباہ و تاراج کرنے کے تہیہ سے شمشیر بکف ہے ایک مثالِ مکرمت و نظیرِ مرحمت ایسی دیکھی جاتی ہے جو عفوِ عامِ دشمناں جیسے سرآمدِ روزگار، اور لطف و مداراتِ مخالفاں سے سرمایۂ افتخار و اعتبار ہے اور اس کے وجود باجود کا درخشاں ترین کارنامہ یہ "مجمع العنایات" ہے جس میں نام نہاد "ستیا" کی تصویر کے خط و خال عریاں نظر آتے ہیں اور کرایہ کی بھرتی کے "مدعیانِ ست" کی ستیا پرستی بے نقاب ہوگئی ہے کہ رس ... فرمانروائے دکن و برار حضور میر عثمان علی خاں بہادر آصفجاہ سابع بالالقابہ خلد اللہ ملکہٗ و ضاعف حسناتہٗ کے مکارمِ مشہورہ و مراحمِ ماثورہ کا تھوڑا بہت تذکرہ شعرا اور مورخین اور صحیفہ نگاروں کے قلم کرتے رہتے ہیں لیکن اس "صفتِ ربانی" کو قلمبند کرنے پر کسی کی توجہ منعطف نہ ہوئی تھی کہ حضورِ فیض گنجور میں پرورشِ معاندین و نوازشِ مخالفین کا لازمۂ ظل اللّٰہی بھی بدرجۂ اتم موجود ہے کہ جس سے فرمانروایانِ عالم یکسر محروم ہیں۔ اس کی شہادت لازوال ان آٹھ نو ہزار ستیا گرہیوں پر مرحمت شاہانہ ہے جنھوں نے دو سال قبل حضورِ والا کی مملکت و رعایا کو بہت کچھ نقصان پہنچادیا تھا لیکن ان "مدعیانِ ستیا" کو کچھ عرصہ کی پرورشِ شاہانہ کے بعد عفوِ عام دیتے ہوئے یہ سنادیا تھا کہ ع بہر بیچ داورسی ہیں کہ درم داگشتہ

عنایاتِ عثمانی ستیا گرہا کی زبانی کو مدون و مطبوع کرتے ہوئے مملکتِ آصفی کے قدیم ترین ۳۰ برس کے خادم الصحافت کو جو مسرتِ قلبی و عزت روحی نصیب ہے اس کی نسبت سے وصفِ شاہِ دکن رقم کرکے اپنی قسمت پہ ناز کرتا ہوں فقط

عنایاتِ عثمانی ۔ ستیاگرہیوں کی زبانی (مؤلفہ محمد اکبر علی مدیر صحیفہ)

ستیاگرہی بچے بوڑھے حامیانِ آریہ ؛ بر سرِ آغاز یا انجام عمر جاریہ (اکبر)

رجال التذکرہ بہ دوران سپہ گری

عہدہ	نام
اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی فرمانروائے دکن و برار	رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار مظفر الممالک ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصفجاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سلطان العلوم میر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
۲۔ صدر اعظم بہادر باب حکومت مملکت آصفی	رائٹ آنریبل سر محمد اکبر حیدری حیدر نواز جنگ بہادر
۳۔ معتمد امور دستوری و پیشی کمشنر سرکار عالی	علی یاور خاں صاحب نواب علی یاور جنگ بہادر ۔ بی اے (آکسفورڈ)
۴۔ معتمد عدالت و کوتوالی و مجالس سرکار عالی	محمد اطہر حسن صاحب بی اے ۔
۵۔ صدر ناظم کوتوالی و مجالس سرکار عالی	مسٹر ٹی ہالنس سی آئی ای ۔ آئی پی
۶۔ کوتوال بلدہ حیدرآباد	محمد رحمت اللہ صاحب نواب رحمت یار جنگ بہادر
۷۔ مددگار کوتوال بلدہ حیدرآباد	حافظ محمد یونس مرزا صاحب
۸۔ ناظمان اول عدالت فوجداری بلدہ حیدرآباد	حامد علیخاں صاحب ۔ محمد احمد اللہ صاحب ایچ سی ایس
۹۔ ناظم سوم عدالت فوجداری بلدہ	نواب سردار جنگ بہادر ۔
۱۰۔ ناظم چہارم عدالت فوجداری بلدہ	مسٹر بالاجی ۔
۱۱۔ مجسٹریٹ گلبرگہ	محمد اسد اللہ صاحب
۱۲۔ ناظم معلومات عامہ سرکار عالی	محمد حبیب الرحمن صاحب ایم اے ۔ بی ایس سی آنرز (لندن)
۱۳۔ صوبہ دار اورنگ آباد	غلام احمد خاں صاحب
۱۴۔ اول تعلقدار ضلع اورنگ آباد	برکت رائے صاحب
۱۵۔ اول تعلقدار ضلع گلبرگہ	سید محی الدین احمد صاحب رضوی
۱۶۔ مہتمم صدر محبس بلدہ حیدرآباد	محمد قمر الدین علی خاں صاحب
۱۷۔ مہتممان صدر محبس اورنگ آباد و گلبرگہ	محمد ابو الخیر صاحب و سید عبد الوہاب صاحب

بسم اللہ تعالیٰ

پیش لفظ

"ست" اور "ستیا" کے الفاظ فخر البلاد حیدرآباد کے لیے نئے نہیں تھے۔ "رام نام ستیہ ہے"
کے نعرے موت کی "یقینی" اصلیت کی گواہی جلوس میت کے ساتھ دیتے تھے۔ اور "ستیاناش" کا لفظ
انحراف (راستی) کے خمیازہ سے ڈراتا تھا۔ لیکن ان لفظوں کی کثرت اس وقت سے شروع ہوئی جبکہ
انڈین نیشنل کانگریس نے "برطانوی راج" کو ہند بدر کر دینے کے مقصد سے مختلف اشکالِ قانون شکنی
و امن سوزی ایجاد کیں جن میں سے ایک ستیاگرہ (یا قبول راستی) بھی تھی۔ اور ستیاگرہی (اختیار کنندہ ستیہ)
اس غرض سے وجود میں آ رہے تھے کہ سچائی کی قوت سے ظالم زبردستی کی جڑیں اکھیڑ دیں۔ اور ملک
کو اندھیرے سے نکال کر روشنی بخشیں۔ خواہ اس مقصد میں انھیں بھوک پیاس سے جان تک دینی پڑے
خواہ لاٹھی حملوں سے زخم اٹھانے پڑیں۔ خواہ قیدخانے آباد کرنے پڑیں خواہ ہر قسم کی آسائش
و منفعت کی قربانی کر دینی پڑے۔ مقصد بظاہر اشرف و اعلیٰ تھا۔ لیکن حقیقی حمایتِ ستیا کی کمی تھی
اور مدعیانِ "ستیا" کا کامل العیار قرار پانا بہت دشوار تھا۔ اس لیے "کرایہ" اور "اجرت" پر مزدوروں
کی بھرتی کی طرح ستیاگرہیوں کی بھرتی کی جاتی تھی ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ۔ صد ہزاراں پردہ بر دل دیدہ شد

حیدرآباد فرخندہ بنیاد کچھ ایسی سبھ گھڑی آباد ہوا تھا کہ اس کی بنیاد ہی میں "ستیا"
داخل تھی۔ اس کی فیض رسانی ہر فرقہ و ملت، اس کی آزادی بخشی ہر کیش و مذہب، اس کی رواداری
ہر فرقہ و جماعت نے اسے رشکِ گلستانِ امن و اتحادِ عالم و محسودِ اقوام دائم بنا رکھا تھا
اور کم از کم برطانوی ہند کا ہر منصف مزاج اس کے ہندو مسلم اتحاد کا کلمہ گو تھا اس کا تھوڑا
سا نظارہ کرا دینے کے لیے ناظرین کرام کو جشن سیمین ہمایونی (سلور جوبلی عثمانی) کی تقریب
تک لے جانا مناسب ہے جو اس ستیاگرہ سے پونے دو سال پہلے منائی گئی تھی اور جس میں

جملہ مذاہب و ملل کے پرستاروں نے بخوشی تو سپاسنامے سنائے تھے [illegible]
و سیکولری کے مختلف پہلو دکھائے تھے۔ تاکہ ہر خوانندۂ اوراقِ آئندہ کو توازن کا
حیدرآبادی ستیاگرہ کے ساتھ "ستیا" کو درحقیقت کتنا تناسب یا تباعد تھا۔

سپاسنامہ مہنتان جو جوبلی ہال باغ عامہ میں ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ محرم گزرانا گیا[1] زمانۂ قدیم سے خاندانِ آصفیہ کے حکمرانوں کے قائم کردہ سادھو سنت اتھی منی فقیر فقرا اولیا وغیرہ کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کو آپ نے حسب سابق قائم رکھا ہے۔ نیز ان کی بہبودی اور روحانی ترقی کے لیے پورے ذرائع مہیا کیے ہیں۔ آپ نے ہی آیات میں مندر مساجد مٹھ مقبرہ وغیرہ کی مناسب نگرانی کے لیے پورا انتظام کیا ہے۔ اور فقیروں کی و سادھوؤں کی حفاظت کو پوری طرح سے برقرار رکھ کر ایک عجیب مثال قائم کی ہے۔

فی الحقیقت آپ ہم سب کے ولی بادشاہ ہیں۔ آپ کی ہر دلعزیزی تمام دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کی سلطنت میں ہم سادھو لوگ ہمیشہ انصاف و آرام حاصل کرتے رہے ہیں۔"

ہم ہیں آپ کے سادھو

مہنت نارائن داس مٹھ ڈھول پیٹھ۔ مہنت گوپال داس مٹھ دیول ڈھول پیٹھ۔
مہنت جگناتھ داس مٹھ جگناتھ دوارہ بیگم بازار۔ مہنت باباپورن داس اوا سین زبان مٹھ حسینی علم
مہنت بالکشن داس مٹھ کھیم داس چوڑی بازار۔ صفحہ ۱۱۲

سپاسنامہ زرتشتیان جو بمقام و تاریخ مذکور گزرانا گیا الحمدللہ والمنۃ کہ دریں مملکت دکن صانہا اللہ

[1] اس تقریب کو راقم الحروف مؤلف کتاب ہذا نے بچشم خود دیکھا تھا۔ اور گزرانے ہوئے سپاسناموں کا مشترکہ جواب خسروی اپنے کانوں سنا تھا [illegible] ۱۲ دسمبر [2] از مجموعہ سپاسنامہ جات ترتیب [illegible]

من الاشیاء والغفتن خلقے کثیر و جمعے غفیر از گروہ ملت از مایۂ پر مایۂ دولت ابد مدت آصفیہ کامیاب گردیدہ اند۔ از آں جملہ برخے از فارسیاں براحم خسروی بعہدہ ہاے جلیلہ و مدارج عالیہ ملازمت سرکار مامور و مفتخر و بسیارے بہ تجارت و کاروبار معروف و مشتغل می باشند و با دیگر رعایاے ایں سرکار ابد پایدار در زیر ظلال ابد اتصال حضرت اقدس و اعلیٰ پرورش می یابند و بلا تفریق کیش و ملت منظور نظر بادشاہی بودہ بہ عہد امن و امان و مال و جان با آسایش و آرامش تمام آسودہ شب و روز دست دعاے ترقی عمر و دولت و جاہ و حشمت خدایگانی بدرگاہ ایزد متعال و قادر ذو الجلال برمی دارند۔ صفحہ ۱۰۱

عرضی - فدویان جان نثار زرتشتیان

سپاسنامہ متولیان دیولات بمقام و تاریخ مذکور

۔۔ سرکار کے مبارک دور میں جہاں ہر شعبہ نے کامل ترقی کی ہے وہاں سب سے اعلیٰ اور سب سے اہم ضروری صیغۂ امور مذہبی پر سرکار کی خاص عنایات و مراحم شاہانہ کی یہ برکت ہے کہ دیولات کی ترقی اور اصلاحات ہو رہی ہیں اور جملہ معمولات رسومات مقطوعجات اور جاگیرات وغیرہ بلاکم و کاست اجرا ہیں جو تکمیل فرائض مذہبی میں بے حد ممد و معاون ہیں۔ سرکار نے ان سب کی اجرائی اور تحفظ سے نہ صرف سلطنت آصفیہ کی قدیم روایات کو تازہ فرمایا بلکہ اپنی غیر معمولی شہرت اور عدل گستری کو چار چاند لگا دیئے

جہاں پناہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم سرکار کے ان مراعات کا تفصیلی ذکر کریں جو ہمارے دیولات کے ساتھ مرعی ہیں۔ البتہ یہ عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ ہندو قوم جو ہمیشہ اپنے مالک مجازی کو ظل سبحانی جانتی ہے اور اپنے عمل سے ہمیشہ اس کا ثبوت دیتی رہی ہے کہ وہ کبھی ان احسانات کو فراموش نہیں کر سکتی جو اس کے شامل حال ہیں۔ کسی تیرتھ یا مقدس مقام پر جب کوئی ہندو زایر جاتا ہے تو وہ مذہباً اس وقت تک اس کی تکمیل نہیں مانتا جب تک کہ وہاں کے راجہ (یعنی بادشاہ وقت)

کے ورشن نہیں کرتا۔ ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے اور ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ ہم سرکار کو ظل اللہ
علماً و عملاً سمجھتے ہیں۔ اور اس پر کار بند ہیں۔

اے ظلِ سبحانی ہم رات دن یہی دعا کرتے ہیں اور ہر روز اپنے مناوریں اور
صدائے ناقوس میں یہی راگ گاتے ہیں کہ خدائے عزوجل سلطنت حیدرآباد پر سرکار جیسے
روشن خیال، عالی دماغ، اور پر مغز حکمران کو صدوی سال مع شہزادگان و شہزادیان
بلند اقبال قایم و برقرار رکھے جس کے دورِ حکومت میں ہر مذہب و ملت کو مذہبی آزادی
حاصل ہے اور ہماری دعا ہے کہ سرکار کے سایۂ عاطفت میں ہم بہی خواہان سلطنت اسی طرح
امور دینی و مذہبی ادا کرتے رہیں اور ہماری تمنا سے دلی ہے کہ ہم سرکار کی گولڈن اور
ڈائمنڈ جوبلی اپنی آنکھوں دیکھ کر اپنی زندگی کی اعلیٰ مسرت کا افتخار حاصل کریں۔ صفحہ ۱۱۶

گزرانیدہ جمیع متولیان دیولات حیدرآباد

سپاس نامہ سیت اقوام
مقام و تاریخ مذکور

۔۔۔ آقائے ولی نعمت! آپ نے اس وقت
جب کہ ساری دنیا ہم کو ٹھکرا اور دھتکار رہی تھی
ہمارا ہاتھ پکڑا۔ اس وقت جبکہ ہم جانور سمجھے جاتے
تھے۔ دنیا والوں کو بتلایا کہ ہم انسان ہیں۔ اس وقت جب کہ ہم کو نورِ علم کے حاصل
کرنے کے مستحق ہی نہ سمجھا جا رہا تھا۔ ہمارے لیے اطرافِ ملک میں علم کی قندیلیں روشن
کر دیں کہ ہم ہزاروں برس کی تاریکی کے بعد ایک مرتبہ اپنے قلب و دماغ میں روشنی
محسوس کریں۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔

دیش۔ سرکار کے عہد میمنت مہد میں جب کہ ہر جماعت اور ہر گروہ مجموعی اور جداگانہ
حیثیت سے اپنے اپنے حقوق حاصل کر رہے ہیں ہماری یہ درخواست ناموزوں نہ تصور
فرمائی جائیگی کہ ایک جداگانہ جماعت کی حیثیت میں سرکار کی رعایا تصور فرمایا جاسے ہم بالاتفاق
اور بارہا اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ ہم ہندو قوم کا جز نہیں ہیں۔ اس کے باوجود سرکاری

ہیں ہمارا شمار ہندو قوم میں کیا گیا ہے۔ ہماری مودبانہ درخواست ہے کہ ہم کو ایک جداگانہ گروہ کی حیثیت سے مردم شماری میں جگہ دی جاسے اور ہندو قوم کا جزنہ تصور فرمایا جاسے۔

ث۔ اسی طرح آقاسے ولی نعمت ہم حیران ہیں کہ ہمارے بارہا اعلان کرنے کے باوجود کہ ہم ہندو قوم نہیں ہیں۔ ہمارے مقدمات وراثت عدالت ہاسے سرکاری میں دھرم شاستر کی روسے طے کیے جاتے ہیں حالانکہ خود ہندو قوم نے ہم کو ہندو نہیں تصور کیا اور وہ حقوق ہم کو نہیں دیے جو ایک ہندو کو حاصل ہیں اس لیے ہماری درخواست ہے کہ جب تک ہم کسی دوسرے مذہب کا اعلان نہ کریں ہمارے مقدمات وراثت سیول میریج لا کے تحت طے ہوا کریں۔ اور ہندو لا سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہوا کرے۔ صفحہ ۱۲۶

سپاسنامہ اچھوت

حضور لامع النور کے وفاشعار و فرماں بردار آدی ہندو قوم کے ادارہ کی جانب سے جو ملک سرکار عالی کی

بمقام و تاریخ مذکور

(چھبیس[۲۶] لاکھ آدی ہندو) قوم کا ایک مخصوص ادارہ ہے۔ حضور پرنور کے پچیس سالہ جشن سیمیں کے موقع پر بے حد فرط انبساط۔ اخلاص و عقیدت کے ساتھ بارگاہ ابد پایدار میں اس عجز آگیں اڈریس کی وساطت سے بادشاہ جہاہ کی قدم بوسی کی عزت حاصل کرتے ہیں ہم خدا کے بندوں کو بالعموم اچھوت سمجھا جاتا ہے اور ہم نیچ قوم کے تصور کیے جاتے ہیں لیکن تصورات دنیا میں گو ہم دنیا میں کچھ ہی ہوں ہمارے مالک مجازی ظل اللہ سے عقیدت مندی اور وفاداری میں ہم اور کسی گروہ و فرقہ و قوم سے کمتر نہیں ہیں۔ یہی ایک امر ہمارے لیے باعث مایہ صد فخر و ناز ہے۔ اس بہجت آگیں ۲۵ سالہ مبارک جشن ہمایونی کے موقع پر ہم اپنی کامل جماعت کی جانب سے اولاً ہدیہ تبریک عقیدت بارگاہ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور ہم ان شاہانہ مکارم و احسانات کے شکر گزار ہیں جن سے اس مبارک درخشاں دور ہمایونی میں ہماری اصلاح و فلاح اور بہبودی کی غرض سے ہم کو سرفراز فرمایا گیا

ایک اونکا رست گرو ...

سپاسنامہ سکھاں سری واہ گروجی کا خالصہ سری واہ گروجی کی فتح

بہ مقام و تاریخ مذکور ۔ ۔ ۔ ۔ بفرط جوشِ مسرت ہم قوم سکھ

پنجابی النسل جان فدائیانِ مالک و ملک جو ہمارے آبا و اجداد کو ممتاز و فیاض سلاطین

شاہانِ سلف و والیانِ دکن نے اس سرباز قوم کی جراری و شجاعت کی بیش بہا قدر

کر کے ملک دکن کے اکثر و بیشتر اہم امور میں محض میدان کارزار کے سپاہیانہ و سربازانہ

و فاتحانہ کارناموں کے مدنظر و نیز آنے والی موقتی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی

خاص فیاضی و سرفرازی سے نہایت عز و شان کے ساتھ حیثیت سے زیادہ مالا مال کر کے

ہم کو دوامًا نسلًا بعد نسلًا سایۂ عاطفت میں پرورش کا شرف بخشا جس کی وجہ ہم قوم سکھاں

بدرگاہ حق جل و علیٰ وامن مراد کو پھیلاسے ہوئے روز افزوں ملک و مالک کی جان و

مال کی عمر و درجات کی آل و اولاد کی اس طرح دعاگوی کرتے ہوئے امن چین سے بسر کر رہے ہیں۔

رباعی

سال فال و مال حال و اصل و نسل و تخت و بخت ۔۔۔ یا الٰہی ہر دو گیتی برقرار و بر دوام

سال خرم فال نیک و مال وافر حال خوش ۔۔۔ اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

صفحہ ۱۰۵

سپاسنامہ ساہوکاراں ۔ ۔ ۔ ۔ شاہا! خداوند عالم کے

فضل و کرم اور خود بدولت و اقبال کی نظر

بہ مقام و تاریخ مذکور رعیت پروری و ہمدردی سے اعلیٰحضرت

کے عہدِ حکومت میں جمیع رعایائے سرکار عالی وقار کو جو بے شمار نعمتیں عطا ہوئی ہیں اور ہر

حصہ ملک و شعبہ سلطنت میں محض ذات شاہانہ کے الطاف آمود توجہات سے ترقی و اصلاحات

روبعمل لائے جا کر جو امن و سکون اور مرفہ الحالی ہر طبقہ رعایا کو حاصل ہوئی ہے اس کا

کماحقہ شکریہ ادا کرنے سے زبان و قلم قاصر ہے اعلیٰحضرت کے فیوض و برکات سے اس ملک کی خوش نصیب رعایا

ایک طرف تو سلطنت آصفیہ کی برکات ہر جہتی کی یہ بجی تصویریں تھیں اور دوسری طرف انقلاب ۔ پہ حکومت کے ایجنٹ دارہ جماعت کی یہ صورت جلا رہی تھی کہ بم پھینکنے، فتنہ یہ خورانی نیز ستیا گرہا کی پیش پڑھا رہی تھی۔

حیدرآباد میں پہلی مرتبہ ستیا گرہ از رپورٹ نظم و نسق سر رشتہ کوتوالی بلدہ بابت ۱۳۴۷ف مرتبہ رحمت یار جنگ کوتوال بلدہ و بیرون "حیدرآباد میں ۱۵ آذر ۱۳۴۷ف سے لے کر ۱۹ شہریور ۱۳۴۸ء تک تین مختلف اداروں کی جانب سے پہلے پہل ستیا گرہ کی گئی یہ انجمنیں حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس، حیدرآباد ناگرک سواتنترا سنگھ، یا ہندو سول لبرٹیز یونین اور آریہ ڈیفنس لیگ کے نام سے موسوم تھیں۔ آریہ ڈیفنس لیگ کا نام آگے چل کر آریہ ستیا گرہ سمیتی ہو گیا۔

تحریک ستیا گرہ کی خصوصیتیں یہ تھیں کہ کسی خاص واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے کوئی مخصوص دن منایا جاتا۔ پرجھات پھیریاں یا جلوس نکالے جاتے اور تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ حکومت پر حملے کیے جاتے ان امور کو یہاں تفصیل سے بیان کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ ایک تفصیلی رپورٹ علیحدہ سرکار میں پیش کی جا چکی ہے۔" (صفحہ ۱۳)

بم کی وارداتیں ۹ فروری اور ۹ اردی بہشت کے درمیان شہر میں کچھ نہیں تو بم کی ۶ وارداتیں ہوئیں جن سے ایک شخص ہلاک اور آٹھ مجروح ہوئے لیکن یہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی کہ تیرہ کے تیرہ ملزمین کو جن کا اس سے تعلق تھا گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ ان ملزمین میں سے دو سرکاری گواہ بن گئے اور پانچ کو سات سال قید بامشقت اور ایک کو سات ماہ قید سادہ کی سزا ہوئی۔

زہر خورانی فروری کے مہینے میں زہر خورانی کی متواتر کئی وارداتیں ہوئیں جن کے باعث دو آدمی ہلاک ہوئے ان واقعات نے شہر میں بڑی کھلبلی اور دہشت پیدا کر دی لیکن مسمی بالا رام جوان جرائم کا بانی تھا گرفتار کر لیا گیا۔ صفحہ ۱۳ و ۱۴

جناب کوتوال صاحب بلدہ و بیرون کے اس نقلی گوشوارہ کی چند عملی تصویریں سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں جو ستیا گرہا کی ظلم آفرینی کے ساتھ ہی نیوز ایجنسیوں کی زبان سے اخبار صحیفہ روزانہ کے صفحات پر نمایاں ہوتی

کانگریس کے جبر و تشدد کی ابتداء

کل (دوشنبہ) ۱۹ ماہ آذر ۱۳۴۸ف دن کے ۱۲ بجے رام کشن دھوت کے مکان واقع سلطان بازار میں گوبند راو نائل وکیل ہائیکورٹ، جناردھن راو دیسائی وکیل ہائیکورٹ، نارائن ریڈی صدر نشین ہریجن سیوک سنگھ، پوری کردیسانڈے وکیل جمع ہوئے جہاں کثیر تعداد میں مرد اور خواتین موجود تھیں۔ سڑک پر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوگئے تھے۔ ان چاروں اشخاص اور رام کشن دھوت کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے یہاں سے یہ پانچوں ایک موٹر میں سوار ہوکر تار آفس سلطان بازار کے پاس آئے اور فٹ پاتھ پر کھڑے ہوگئے جہاں دوسرے لوگ بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ گوبند راو نائل نے اس موقع پر ایک تقریر کی اور کہا کہ کانگریس کمیٹی کو گورنمنٹ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ کانگریس قایم ہوگئی ہے اور آج سے وہ اپنا کام شروع کرے گی اس لیے کہ یہ ایک ملکی پارٹی ہے اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے یہ قایم ہے۔ اس کے بعد ان اشخاص کو بذریعہ موٹر لاری سینٹرل جیل کو روانہ کردیا۔ گرفتاری کے موقع پر عہدہ داران کوتوالی موجود تھے (نامہ نگار)

([illegible])

خلاف قانون انجمنوں کی قانون میں مداخلت اور حکومت آصفی کی ممانعت

سرکار عالی اس امر پر مطمئن ہیں کہ انجمن موسومہ "دی حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس" اور انجمن موسومہ "دی کمیٹی آف ایکشن آف دی حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس" کے اغراض قانونی نظم و نسق اور قیام قانون اور آئین میں مداخلت کرنا ہے اور ان کے وجود امن عامہ خلائق کے لیے اور رعایا سرکار عالی کی مختلف جماعتوں فرقوں اور مذہب کے باہمی خوشگوار تعلقات کے لیے خطرناک ہیں اس لیے سرکار عالی تحت دفعہ ۱۲ دستور العمل تحفظ امن عامہ ممالک محروسہ سرکار عالی بابت ۱۳۴۸ف اعلان کرتے ہیں کہ انجمنہائے مذکور خلاف قانون انجمنیں ہیں (جریدۂ اعلامیہ مورخہ ۱۹ آذر ۱۳۴۸ف)

کانگریس قایم کرنے والوں کا مقدمہ

حیدرآباد ۲۰ آذر ۱۳۴۸ف۔ رام کشن راو دھوت گوبند راو نائل جناردھن راو دیسائی، نارائن ریڈی

اور سری نواس راو بوری کرجو کانگریس کے قیام کا اعلان کرنے کی علت میں گرفتار ہوئے تھے
ان کو ہیڈ کوارٹر کوتوالی بلدہ لے جایا گیا۔ شام میں سنٹرل جیل داخل کر دیا گیا۔ ان پانچوں اشخاص
کو اپنے گھر کا کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔ کو بعد راونائل سے کہا کہ وہ گھر کا کھانا جو راستہ
سے لایا جاتا ہے نہیں کھا سکتے اس لیے دو برہمنوں کو ان کا کھانا پکانے کے لیے جیل کی
جانب سے متعین کیا گیا۔ ان سب کو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اچھے کمرہ میں رکھا گیا ہے۔
اور وہ اپنا ذاتی بستہ استعمال کر رہے ہیں (صحیفہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ)

وامن نایک کی برسی کا جلوس نکالنے والے ملزمین کا بیان

حیدرآباد ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۹ء م ۲۴ آذر ۱۳۴۸ف پانچ اشخاص وائی ڈی جوشی، ڈی پی جوگلکر، ستیا نند راین، سداشیوراو۔ اور تر ہری جو گزشتہ ہفتہ آنجہانی مسٹر وامن نایک کی دوسری برسی کا کوتوالی کے مانعتی احکام کے باوجود جلوس نکالنے کے سلسلہ میں گرفتار کیے گئے تھے۔ آج ناظم اول فوجداری بلدہ مسٹر حامد علی خاں کے اجلاس پر خلاف قانون جماعت کے اراکین اور پولیس کی ممانعت کے خلاف عمل کرنے کے الزامات

مسٹر صدر الدین خاں افسر تفتیش نے استغاثہ کی جانب سے کہا کہ جلوس کی ممانعت کر دی تھی۔
کیونکہ اندیشہ تھا کہ اس سے امن میں خلل پیدا ہوگا۔ ملزم اول جوشی کو جو تقریب برسی وامن نایک
کا منتظم تھا امتناع سے مطلع کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود موجودہ ملزمین نے ۲۱ اکتوبر کی صبح کو
گولی گوڑہ کے رام مندر سے جلوس نکالا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جلوسیوں کو منتشر ہو جانے
کے لیے کہا گیا اور ان کے انکار کرنے پر موجودہ ملزمین جو جلوس کی رہبری کر رہے تھے گرفتار
کیے گئے۔ عدالت کے سوال پر جملہ ملزمین نے اعتراف کیا کہ انھوں نے جلوس میں حصہ حکومت کے
حکم کے خلاف کیا اور کوتوالی نے جب منتشر ہونے کا حکم دیا تو انھوں نے انکار کیا۔ انھوں نے
کارروائی مقدمہ میں حصہ لینے سے انکار کیا لیکن جوشی اور جوگلکر نے اس امر کا بیان دیا کہ گزشتہ
کئی سال سے اس ملک میں تقریر کی آزادی، اخبارات کی آزادی، انجمنوں اور جلسوں

کی آزادی اور مذہبی تقاریب کی آزادی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہی پانچ اہم مطالبات ہیں جن کے لیے وہ لڑ رہے ہیں۔ جوشی نے یہ بھی بیان کیا کہ موجودہ طریقہ تعلیم ہندو تمدن اور ہندو زبان کے لیے مضر ہے انھوں نے بیان کیا کہ حکم کی خلاف ورزی کرنے سے ان کا منشا ان مطالبات پر حکومت کو توجہ دلانے اور اس سے وہ آزادیاں حاصل کرنے کا ہے جو تمام دنیا کے متمدن ممالک کے شہریوں کو عطا کی گئی ہیں (ایسوسی ایٹیڈ پریس بنام صحیفہ)

تازہ گرفتاریاں

آج صبح (جمعہ ۴ رمضان ۱۳۵۷ھ) سلطان بازار میں تیرہ اشخاص کو خلاف قانون سرگرمیوں کے سلسلے میں کوتوالی نے گرفتار کر کے ناظم صاحب دوم فوجداری بلدہ کے یہاں پیش کیا تین بجے تک بھی کوتوالی گوڑہ میں ہلچل موجود تھی اور ناظم صاحب فوجداری کو کوتوالی

حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کی ممانعت سرکاری

جریدۂ غیر معمولی مورخہ ۲ آبان ۱۳۴۷ ف میں حکومت سرکار عالی نے اس ارادہ کا اعلان کیا تھا کہ وہ حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کو اگر وہ قائم کی جائے ایک غیر قانونی جماعت قرار دیگی۔ حکومت نے اپنے اس فیصلہ کے اسباب بھی ساتھ ہی بیان کر دیے تھے۔ نیز یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ سیاسی جماعتوں کے قیام کی مخالف نہیں ہے بشرطیکہ وہ غیر فرقہ واری ہوں اور بیرونی اداروں سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔ توقع تھی کہ اس تنبیہ کی وجہ سے اس جماعت کے بنانے والے اپنی جد و جہد کے نتائج پر غور کریں گے اور اپنی دوبارہ تنظیم ایسے اصولوں پر کریں گے جو نسبتًہ کم فرقہ واری اور زیادہ تر تعمیری ہوں

باوجود اس کے کہ حکومت نے نام نہاد پروونشل کانگریس کمیٹی کے مسلسل قیام کو برداشت کیا تاہم ایک ایسی کوئی جدید تنظیم عمل میں نہیں آئی یہ کمیٹی یوں تو اپنے متعدد بیانات اور اعلانات میں فرقہ واری اتحاد اور ریاست کے ساتھ وفاداری کے متعلق زبانی ہمدردی کا اظہار کرتی رہی لیکن اس نے حکومت کو اطمینان دلانے کے لیے کہ اس کے ارادے ناقابل اعتراض ہیں کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اسی اثنا میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کوتوال صاحب بلدہ کو یہ تحریر وصول ہوئی کہ اسٹیٹ کانگریس کے قیام پر جو ممانعت عاید کی گئی تھی اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور یہ کہ اسٹیٹ کانگریس کا وجود عمل میں آ چکا ہے اور اس کے ساتھ پروونشل کمیٹی کی بجائے ایک مجلس عمل بھی جو پانچ اشخاص پر مشتمل ہے قائم کی گئی ہے اسی تحریر میں ان اشخاص کے نام بھی بیان کر دیے

گئے تھے مجلس عمل نے اپنے قیام کو حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کے مرادف تصور کیا ہے حالانکہ سابقہ
احکام درحقیقت ایک تنبیہ کی نوعیت کے تھے لیکن اس تحریک کے پیش نظر جو مجلس عمل کی طرف سے اب شروع
ہوئی ہے۔ حکومت کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ وہ اسٹیٹ کانگریس اور اس کی
مجلس عمل کو دستور العمل تحفظ امن عامہ کی دفعہ ۱۲ کے مفہوم کے مطابق غیر قانونی جماعتیں قرار دے۔

حکومت سرکار عالی کو یہ بھروسہ ہے کہ اس کی رعایا خود ان کوششوں کی روادار نہ ہوگی جو امن اور نظم
عامہ اور مختلف فرقوں کے باہمی اتحاد کو جو اس ریاست میں صدیوں سے چلا آرہا ہے برہم کرنے کے لیے
کی جارہی ہیں۔ تمام متعلقہ اشخاص اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دستوری اصلاحات کی اسکیم پر تیزی
سے غور کیا جارہا ہے۔ ریاست کی دستوری ترقی میں یہ اصلاحات ایک معتد بہ ترقی کا نشان راہ
ہوں گے اور توقع کی جاتی ہے کہ چند مہینوں کے اندر اندر ان کا اعلان کیا جائے گا۔ یہ امر کہ اسی موقع
پر شورش پیدا کی جارہی ہے اور قوانین اور احکام کی خلاف ورزی کے موقع ڈھونڈے جارہے ہیں
یہ ایک معنی خیز حرکت ہے جس سے ان نیتوں کا پتہ چلتا ہے جن کے زیر اثر ان جماعتوں کے بنانے والے
اشخاص جنھیں اب غیر قانونی قرار دیا گیا ہے کام کر رہے ہیں اس سے ان اشخاص کی یہ خواہش بے نقاب
ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے پرامن اور منظم ارتقاء کے راستے میں جس پر حکومت کی تمام کوششیں لگی ہوئی تھیں
اور ہیں رکاوٹ پیدا کریں۔ فقط حبیب الرحمن ناظم معلومات عامہ۔ (ذریعہ مراسلہ نشان سی ای /۵)

ہندوستان کی بہت بڑی ستیاگرہ دھرم) یہ بھی کہلا سکتی تھی اگر ارشادات ظل اللٰہی اور توجہات کمال
جہاں پناہی پر مادر ہند کے یہ سپوت سر تسلیم خم کرتے اور اتحاد فرقہ جات و امن و آئین قلمرو کا ستیاناس کر دینے
کے لیے ہر قسم کی افہام و تفہیم کے باوجود کیفیات چشم دید سے قائل و معقول ہو جانے کے باوصف اپنے لیڈروں کی ہدایات
یا ترغیبات سے متاثر نہ ہو کر ست اور ستیا کا حق حمایت بجا لاسکتے لیکن ہندوستانیوں کی یہی اصلی تہی دامنی رہتی ہے کہ
جو اسے سوراج سے محروم کیے ہوئے ہے اور جس کی موجودگی میں ست اور ستیا کی دیوی کبھی بھی اپنے ایسے پرستاروں کا ساتھ نہیں دے سکتی۔
اس ستیاگرہ کے پہلے بھی حیدرآباد اور مملکت آصفی کے وہی لیل و نہار تھے جو اس کے کامل دو سال کے بعد آج دیکھے جارہے ہیں
کسی قسم کا کوئی تغیر حکومت و انقلاب دستوری عمل میں نہیں آیا ہے لیکن تاریخ ہند کا یہ صفحہ ہمیشہ کے لیے داغدار ہو چکا ہے کہ ہندوستانیوں کو

اللہ اکبر جل جلالہ مبسملاً و محمداً و مصلیا

عنایاتِ عثمانی — ستیاگرہیوں کی زبانی

(از رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ تا جمادی الآخر ۱۳۵۸ھ (دس ماہ کی کہانی))

(۱) مطالبات کیا ہیں معلوم نہیں

سنیل سنگھ ڈکٹیٹر نے اپنے بیان میں کہا کہ میں دھوبی کا کام کیا کرتا تھا اب آریہ ہو گیا ہوں اس وقت بے روزگاری میں گزرتی ہے۔ ہمارے جو وہ مطالبات ہیں وہ کیا ہیں مجھکو معلوم نہیں۔ میرا عہدہ ڈکٹیٹر کا ہے۔ سب میں جو بڑا ہوتا ہے وہ ڈکٹیٹر کہلاتا ہے۔ ڈکٹیٹر ہندی کا لفظ ہے آرین ڈیفنس لیگ کیا ہے نہیں بتلا سکتا۔

آیندہ ایسا نہیں کروں گا - ٹ نیکیا نے کہا کہ ستیل سنگھ ڈکٹیٹر مجھکو ستیاگرہ کے لیے بلا کر لایا میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا قلی کا کام کیا کرتا ہوں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ آیندہ سے میں ایسا نہیں کروں گا۔ کوئی بلائے بھی تو نہیں جاؤں گا۔ کشن سنگھ سکریٹری نے کہا کہ میں گھر گھر پھر کر روزانہ چاول اور چندہ جمع کر کے سماج میں پکا کر کھاتا ہوں۔ آریہ سماج کا سکریٹری ہوں جیل کو آنے کے بعد سکریٹری بنا۔ سکریٹری میں خود بن گیا۔

(۲) ستیاگرہیوں کی واپسی

چار اشخاص مسمیان وٹھل پھول مالی معمرہ ۱۸ سال، پربھاکر نقاش، کیشو برہمن، پرشوتم اپکر برہمن جوناگپور کے رہنے والے ہیں اسٹیٹ کانگریس حیدرآباد کی ستیاگرہ میں عملی حصہ لینے کی غرض سے ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء سکندرآباد وہاں سے حیدرآباد آئے جن پر نگرانی تھی انھوں نے آمد کے متعلق یہ ظاہر کیا ان کو مسمی آپاجی رام چند رنجارے پرنسپل ملک ودیالہ ناگپور نے مع مسمی کیشو نارائن راو و رغلان کر خود چاندہ تک آکر یہاں روانہ کیا۔ کیشو نارائن راو بلہار شاہ سے ہی ان کا ساتھ چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ یہ چار ستیاگرہ میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے۔ انھوں نے یہ بھی استدعا کی کہ ان کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ اگر ان کو ٹکٹ دلا دیا جائے تو وہ ناگپور چلے جانے کے لیے آمادہ ہیں سرکار عالی کی جانب سے ان کو ٹکٹ دلا دیے گئے اور اور وہ ناگپور واپس ہو گئے۔ (صحیفہ ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء)

(۳) ڈکٹیٹر اور اس کے ساتھیوں کے عدالت میں معافی نامے

حیدرآباد ۲۶ روسے۔ کانگریس کے بارھویں جتھے کے سات افراد کو جسے کل شام کے پانچ بجے جی رام ریڈی کی قیادت میں گرفتار کیا گیا تھا۔ آج نواب سردار جنگ بہادر ناظم سوم عدالت فوجداری کے اجلاس پر پیش کیا گیا۔ مجسٹریٹ نے ڈکٹیٹر اور اس کے ساتھیوں کے معافی نامے داخل ہونے کی وجہ سے ضمانت و مچلکہ پر رہائی کا حکم دیا۔ مقدمہ کے آغاز پر پولیس مرزا صاحب مددگار کوتوال پولیس نے خواجہ بدرالدین صاحب صدر امین کا حلفی بیان قلمبند کرایا **مجھ کو ترغیب دی گئی** رام ریڈی ڈکٹیٹر نے عدالت میں تحریری معافی نامہ داخل کرتے ہوئے اس میں بیان کیا کہ میں ریڈی ودیالہ بورڈنگ میں تین سال سے رہتا ہوں۔ رام چندر ریڈی طالب علم نے مجھے ستیاگرہ کے لیے آمادہ کیا کل صبح رام چندر راو وکیل ساکن ہنومان ٹیکری اور دیسپانڈیہ ساکن گولی گوڑہ کے پاس ہم سے جائے گئے وہاں ہمارا نام وغیرہ لکھا گیا (۳ بجے) کانگریس ڈریس خریدنے کے لیے دیے گئے اور ٹیکسی ۶ ملے ہم سے تصویر بھی کھنچوائی گئی

اگر عدالت معاف کر دے تو ہم پھر کبھی کانگریس میں شریک نہیں ہوں گے۔ وینکٹ راج ریڈی نے کہا کہ میں نے لوگوں کے کہنے سے کانگریس میں حصہ لیا ہے عثمانیہ میٹرک کامیاب کرنے کے بعد کچھ دنوں بیکار رہا اور پھر لا کلاس میں شریک ہوا مالی پستی کی وجہ سے لا کلاس میں بھی تعلیم نہ پاسکا بے روزگاری سے پریشان تھا۔ راجیندر ریڈی کی ترغیب سے میں نے کانگریس میں حصہ لیا مجھے گاؤں جاکر آنے کے لیے اس نے دو روپیے بھی دیے۔ ریڈی ودیالیہ بورڈنگ کی کمیٹی میں بھی مجھے مشورے دیے گئے۔

نادم واپس وفادار رہونگا۔ موہن ریڈی نے کہا کہ میں نے ایک ایسے جلسے میں شرکت کی جس کو حکومت نے ممنوع قرار دیا ہے اپنے کیے پر نادم ہوں اور نادم واپس سرکار کا وفادار رہوں گا۔

اس کے بعد ایک شخص کشن راو بی۔اے نے پیش ہو کر بحالت آہ و زاری عدالت سے بیان کیا کہ ملزمین میں اس کا بھائی بھی ہے جو اغوا میں آکر کانگریس میں مل گیا ہے اب وہ اور اس کا پورا خاندان جس پر حکومت سرکار عالی کے بے انتہا احسانات ہیں معافی کا خواستگار ہے۔ گواہوں کے بیانات کے بعد فرد جرم سنائی گئی اور مجسٹریٹ نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملزمین پر الزام ثابت ہے۔ ملزمین کسی ہوشیار اور شریر النفس شخص کے (اپنی ناسمجھی کی وجہ سے) آلہ کار بن گئے جنھوں نے لالچ دے کر ان کو قانون شکنی پر آمادہ کیا ہے۔ اب سب کے سب معافی کے خواستگار ہیں ان کے ساتھ رعایت کرنا قرین معدلت ہے ملزمین پچیس پچیس روپیہ کے مچلکہ پر رہا کیے جائیں ورنہ تحت دفعہ ۱۲۲ الف چھ ماہ قید با مشقت اور تحت فقرہ (۶) قواعد جلسہ ہائے عام بیس بیس روپیہ جرمانہ عدم ادای کی صورت میں ایک ہفتہ قید اور تحت دفعہ ۱۵ دستور العمل دو دو ماہ قید سخت میں بسر کریں۔ (صحیفہ یکم دسمبر ۱۹۳۸ء)

(۴) فریب خوردہ مسلمان چالاک کانگریسیوں کے پھندے میں

جو چھتا پرسول آی بدرو ڈیر گرفتار ہوا تھا جس کو کل مسٹر بابا جی ناظم چہارم عدالت فوجداری کے اجلاس پر پیش کیا گیا اس نے عجیب انکشافات کیے۔

یونس مرزا صاحب پیروکار کوتوالی نے مہلت کی درخواست پیش کرتے ہوے کہا کہ بحین تفتیش یہ ظاہر ہوا کہ ملزمین ہیں سے دو کو کانگریس میں طرح طرح کی تحریص و ترغیب دی گئی۔ مزید تفتیش میں نہایت سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے۔ مہلت عطا کی جاسے۔

مجسٹریٹ نے ملزمین کو درخواست پڑھکر سنای اور ان کی رضامندی پر درخواست مہلت منظور کرتے ہوے تین کو مہلت اور دو کو ریمانڈ کرنے کا حکم دیا۔

مسلمانوں کو پہلے باپٹ کے لکچر میں شریک کیا زندہ ولی اور اسمٰعیل صاحب نے جن میں سے ایک پان فروش اور ایک مزدور ہے پولیس میں نئے حالات کا انکشاف کرتے ہوے کہا کہ وہ موضع اندورہ تعلقہ تلجاپور ضلع عثمان آباد کے رہنے والے ہیں آٹھ ماہ قبل وہاں ہندو مسلم ہنگامہ ہوا تھا جس میں پندرہ ہندو اور آٹھ مسلمان زیر دفعہ ۱۴۴ چالان عدالت کیے گئے ہیں یہ مقدمہ ابھی زیر تحقیقات عدالت ہے۔ زندہ ولی اور اسمٰعیل صاحب بھی ملزمین میں شریک ہیں اس مقدمہ کی گزشتہ اتوار کو پیشی مقرر تھی لیکن پیشی سے پہلے ہی چند ہندوؤں کے ساتھ یہ دونوں مسلمان شولاپور گئے وہاں سے عثمان آباد کا ملہار راؤ جو کانگریس کے تیرھویں جتھے کے ساتھ گرفتار ہے آیا ملہار راؤ ان کو ۳۰ نومبر کو سیناپتی باپٹ کی تقریر کے جلسہ میں لے گیا۔ یہاں یہ سیاپتی ڈاکٹر نیلکنٹھ راؤ کے مکان کو گئے۔ ڈاکٹر اور ملہار راؤ نے ان کو حیدرآباد جاکر ستیاگرہ میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔

زمین اور ملازمت کا لالچ ۔ ڈاکٹر اور ملہار راؤ نے ان کو ستیاگرہ کا مفہوم سمجھاتے ہوے کہا کہ وہ حیدرآباد میں اسٹیٹ کانگریس زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوے نظام سرکار کی سواری کے آگے کانگریسی اشتہارات ڈالیں اور اعلحضرت سے درخواست کریں اس عمل سے نظام سرکار غریبوں کو زمین اور ملازمت دیتے ہیں اس طرح حیدرآباد کے بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے زمین اور ملازمت حاصل کی ہے۔ تم بھی غریب ہو حیدرآباد چلو۔ شولاپور

میں ڈاکٹر نیلکنٹ راو نے ریل کے ٹکٹ اور کھانے کا انتظام کیا ان سب کو لے کر ہما ندرا ۔ ایک اور لڑکے لکشمن نامی کے ساتھ حیدرآباد کے لیے نکلا ۔ ۲۹ ہ و سے کو یہ جماعت حیدرآباد آکر سندر بھون (محی الدین پاشا کے باغ) میں مقیم ہوی یہاں ان کے کھانے پینے کے انتظامات ایک لڑکے کے ذریعہ سے ہوتے رہے ۔ دوسرے دن ملہار راو اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہوگیا ۔ ۲ بہمن کو دن کے تین بجے گنگا درگا پرشاد کوٹھی سکنہ فیل خانہ جو اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ان کے پاس سندر بھون آیا ان کا اسلامی لباس اتروا کر ان کو ٹوپی قمیص اور دھوتی پہنای یہ سب سندر بھون سے آبد شاپ آئے اور گنگا درگا پرشاد کی قیادت میں گرفتار ہوئے حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کے نعرے لگاتے اور احکام سرکاری کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جب یہ جتھا گرفتار ہوا تو ان دونوں مسلمانوں کی آنکھ کھلی انھوں نے محسوس کیا کہ بعض چالاک لوگوں کے فریب کا شکار ہوگئے ہیں ان کو ساتھ لانے سے ان کے ساتھیوں کی یہ غرض بھی معلوم ہوی کہ وہ اندورہ کے ہندو مسلم ہنگامہ کی تاریخ پیشی پر حاضر نہ ہوسکیں ۔

ان دونوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم کو چھوڑ دیا جائے تو ہم گاؤں گاؤں پھر کر دیہاتی ناسمجھ مسلمانوں کو اس دھوکہ اور فریب سے بچائیں گے اگر ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ ہمارے جان سے زیادہ عزیز بادشاہ اور مہربان حکومت کے خلاف ہم سے کام لیا جائے گا تو ہم ان لوگوں کو وہیں کاٹ کر پھینک دیتے ۔

عدالت سے تین یوم کی مہلت حاصل کرنے کے بعد عہدہ داران کوتوالی فضل رسول خاں صاحب، حامد الدین صاحب، سردار الدین خاں صاحب، صدر امتیاز ملزمین کو ساتھ لے کر سندر بھون آئے ملزمین کی نشاندہی سے ایک کمرہ کھولا گیا مسلمان ملزمین کے کپڑے برآمد کیے گئے (صحیفہ ۵ نومبر ۱۹۳۸ء)

(۵) کانگریس کے پہلے جتھے کے ملزمین کی رہائی

۱۶ بہمن ۔ پرسوں شب میں حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کے پہلے جتھے کے پانچ ملزمین جیل سے

رہا ہو کر اپنے مکانوں پر واپس ہوئے اور مقامی لیڈروں نے ان سے ملاقات کی اور خانگی میٹنگ بھی ہوئی کہا جاتا ہے کہ ان اشخاص کا وزن بھی زیادہ ہو گیا ہے (صحیفہ ۲۱ مرڈسمبر ۱۹۳۸ء)

(۶) پونہ کے ڈکٹیٹر کی زبان سے حکومت حیدرآباد کی تعریف

۳ مرفروری - پونہ کے ۱۶ افراد کا ایک دستہ جو ستیاگرہ کے ارادہ سے حیدرآباد آیا تھا آج صبح اسٹیشن نام پلی پر گرفتار کر لیا گیا اس دستہ کی قیادت ونیکٹیشور کر رہے تھے۔ گرفتاری کے وقت پولیس کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ ہم کے سلوک کی نسبت ہمیں شولاپور میں غلط باور کرایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ حیدرآباد کی پولیس آریہ سماجیوں اور ستیاگرہیوں کے ساتھ تشدد آمیز برتاؤ کرتی ہے اور گرفتاری کے وقت نہایت بے دردانہ مظالم کرتی ہے لیکن ہمارے تجربہ نے اس کو جھوٹ ثابت کر دیا۔

ڈکٹیٹر نے یہ بھی کہا کہ شولاپور میں ہم سے بیان کیا جاتا تھا کہ حیدرآباد میں آریہ سماجیوں کو گرفتار کر کے قتل کیا جا رہا ہے سولی چڑھائی جا رہی ہے۔ غرض حکومت ان کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کر رہی ہے ہم کو اس راستہ میں ریل گاڑی کے ہندو ہم سفروں سے معلوم ہوا کہ یہ سب پروپگنڈہ حکومت حیدرآباد کو بدنام کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

جب ڈکٹیٹر سے پوچھا گیا کہ اگر حیدرآباد میں فی الواقع آریہ سماجیوں پر مظالم ہو رہے ہیں تو یہیں کے آریہ سماجی کیوں فریاد نہیں کرتے انھیں بیرونی امداد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اس پر انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمیں یہ معلوم کرایا گیا ہے کہ حیدرآباد کے تمام آریہ سماجی جیل بھیج دیئے گئے ہیں جن کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہے ہمیں رہے سہے آریہ سماجیوں کی امداد کے لیے بھیجا گیا ہے۔

(۷) کچھ نہ کچھ سزا دیجیے ورنہ مار ڈالا جاؤں گا

حیدرآباد ۵ مرفروری - "کچھ نہ کچھ سزا دیجیے ورنہ مار ڈالا جاؤں گا" شولاپور کے ایک ملزم نے

عدالت فوجداری میں مجسٹریٹ سے درخواست کرتے ہوئے کہا اس شخص کو پولیس نے ستیاگرہ کے الزام میں اجلاس چہارم عدالت فوجداری پر پیش کیا تھا مقدمہ اور گواہوں کے بعد مجسٹریٹ نے ملزم سے کہا کہ عدالت تمھیں ایک سال کی سزا دینا چاہتی ہے۔ ملزم نے کہا کہ سرکار یہ سزا بہت ہے کچھ کم کر دیجیے حیدرآباد کے جیل کی نسبت سخت افواہیں سنی ہیں چونکہ میں موٹا اور جسیم ہوں اس لیے اتنی لمبی سزا میرے لیے تکلیف کا باعث ہوگی۔

اس پر عدالت نے کہا کہ کیا تمھیں رہا کر دیا جائے تو ملزم نے کہا کہ نہیں سرکار ایسا نہ کیجیے اگر میں رہا پا کر شولاپور جاؤں گا تو وہاں مار ڈالا جاؤں گا میں ان لوگوں سے سزا برداشت کرنے کا وعدہ کر کے یہاں آیا ہوں سزا دیجیے لیکن تھوڑی دیجیے (صحیفہ : ۹ فروری ۱۹۳۹ء)

جریدۂ غیر معمولی

جلد "۷" حیدرآباد دکن ۱۳ فروری ۱۳۴۸ ف م ۲۴ ذیحجۃ الحرام ۱۳۵۷ھ یوم چہارشنبہ نمبر "۲"

بحکم عالیجناب رایٹ آنریبل سر حیدری اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی

اعلیحضرت حکیم السیاست آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی بارگاہ فلک اشتباہ سے جو فرمان فیض التیام شرف صدور لایا ہے اس کی اشاعت کی عزت حاصل کی جاتی ہے تاکہ جمیع رعایا و برایا و بہی خواہان دولت آصفی کے لیے شمع ہدایت و موجب سعادت ہو۔ علی یاور جنگ معتمد سرکار عالی امور عمومی

فرمان

میں کچھ سال کم ایک عرصہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں بیرونی زہریلے اثرات کے تحت ہما ریاست کی ترقی متاثر ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی ہر قسم کا خلفشار پیدا ہو کر ملک کے امن و امان میں خلل انداز ہو رہا ہے جس کے سدباب کے لیے مختلف تدابیر پر میری گورنمنٹ مجبور ہو رہی ہے اور اسی وجہ سے ملک کے بہبود و بہبود سے متعلق جن اصلاحی اور تعمیری امور کو وہ نافذ کرنا چاہتی ہے ان میں مجبوراً تعویق ہو رہی ہے ۔ نظر بر آں مجھے توقع ہے کہ میری عزیز رعایا و برایا و بہی خواہان ملک

میرے مشورہ و ہدایت پر عمل کرکے ملک کے انتشار کے دفع کرنے میں حتی الامکان کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھیں گے اور اس طرح سے میری گورنمنٹ کے ساتھ اشتراک عمل کرکے اصلاحی اور تعمیری امور کے نفاذ میں ممد و معاون خود کو ثابت کریں گے کہ تمام مہذب ممالک کا یہی دستور رہا ہے کہ فتنہ و شر کا قلع قمع کرکے اس کے باشندوں کو راحت و سکون کے ساتھ زندگی اور منظم ترقی و اصلاح کی راہ اختیار کرنے کا موقع دیں کہ دراصل یہی اصول حکمرانی کے روح رواں ہیں لہذا میری خواہش ہے کہ ملک کے باشندوں کو ہمیشہ باہم متحد اور ملک کے آئین کو روبہ ترقی دیکھوں اور ایسی ترقی خود بغیر اتحاد اور امن عامہ کے قایم رہنے کے نہیں ہو سکتی۔

میرا یہ حکم جریدہ غیر معمولی میں طبع کر دیا جاسے۔ فقط

اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

۲۴ ذی الحجہ الحرام ۱۳۵۷ھ

مہر دستخط مبارک

(۸) مسٹر اینی و سر اکبر حیدری کے خطوط

نئی دہلی ۱۵ فروری۔ مسٹر ایم ایس اینی لیڈر کانگریسی قوم پرست پارٹی مرکزی مجلس مقننہ (صدر نشین آریہ سماج کانفرنس شولاپور) نے آریہ کانفرنس شولاپور کی ان قراردادوں کو جو ریاست حیدرآباد سے متعلق تھیں اپنے ایک خط کے ساتھ سر اکبر حیدری صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کے نام روانہ کیا تھا جس کے جواب میں مسٹر اینی کو سر اکبر حیدری کا ایک خط وصول ہوا ہے جس میں ریاست حیدرآباد میں اہم اصلاحات کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سر اکبر حیدری اپنے جواب میں مسٹر اینی کے ان خیالات کا ذکر کرتے ہیں جو انھوں نے خاندان آصفجاہی کی روایتی مذہبی غیر جانب داری کی نسبت ظاہر کیے تھے اور کہتے ہیں کہ اگر چہ تا حال کوئی ایسی چیز نہیں بیان کی گئی جس سے ظاہر ہو کہ اس روایت میں کسی طرح بھی تبدیلی ہوی ہے بلکہ آپ مزید یہ یقین رکھ سکتے ہیں کہ یہ موجود رہے گی اور اس میں ترقی ہوگی جب اصلاحات کا اعلان عمل میں آئیگا۔ اعلان دستوری دایرہ تک محدود نہیں ہے گا کیونکہ یہ تجویز کی گئی ہے کہ اس میں ایک ایسی

مشنری بھی شامل رہے جس کے ذریعہ ہر جماعت کی خواہ ہندو ہوں، یا مسلمان لوگ کوئی اور مذہبی یا تہذیبی شکایات کا علم حاصل کیا جائے اور ان کے انتفاع کے لیے حکومت کے روبرو تدابیر پیش کی جائیں۔ یہ مشنری اتنے ہی غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ہو گی جتنے کہ سرکاری ہوں گے اور مجھے یقین ہے کہ اس صورت حال کی جائز ضروریات کی تکمیل ہو گی۔"

سر اکبر حیدری یہ بھی کہتے ہیں کہ "آپ کے یہ یقین دلانے کے باوجود کہ آریہ سماجی نہ سیاسی ہیں نہ فرقہ داری، ایسے شر انگیز لٹریچر کی تعداد و شدت بڑھ گئی ہے جس سے بے اطمینانی پیدا ہوتی اور جماعتوں کے درمیان منافرت پیدا ہوتی ہے اور یہ لٹریچر آریہ سماجیوں کا تیار کیا ہوا ہے"

سر اکبر حیدری نے مسٹر اپنی کو یقین دلایا کہ ریاست حیدر آباد کے فرمان ہیں کے سنجیدہ مطالعہ سے ان متعدد معاملات کے متعلق شکوک دور ہو جائیں گے۔ (صحیفہ ۱۶ فروری ۱۹۳۹ء)

(۹) ایک ستیاگرہی کا بیٹا ہونے سے انکار

۱۷ فروری تین ستیاگرہی دھرم پال، راج پال، اور چھوٹم سنگ کو پولیس نے ناظم اول عدالت فوجداری کے اجلاس پر اس بیان سے پیش کیا تھا کہ ان لوگوں نے نعرے لگائے اور لوگوں کو قانون شکنی پر ابھارا اور "سڑک پر بھون" کرنے کے لیے لکڑیاں وغیرہ جمع کیں۔

عدالت نے تجویز کی کہ ملزمین تحت دفعہ ۱۲۳ تعزیرات اور دفعہ ۲۶ دستور العمل کے مرتکب جرم قرار دیئے جاتے ہیں۔ ملزم راج پال اور چھوٹم سنگ ہر دو الزامات میں علیحدہ علیحدہ ایک سال کی سزائے قید بھگتیں۔

فاضل مجسٹریٹ نے تجویز میں یہ بھی لکھا ہے کہ دھرم پال کے متعلق ایک شخص حاضر عدالت ہو کر کہتا ہے کہ ملزم اس کا لڑکا ہے لیکن ملزم دھرم پال اس کا لڑکا ہونے سے قطعی انکار کرتا ہے اور نہ وہ اپنا نام پرتاپ ہونا قبول کرتا ہے اس لیے ہم شخص مذکور کی درخواست شامل مثل کرتے ہیں چونکہ یہ امر ثابت ہے کہ ملزم کی عمر ۱۵ سال سے کم ہے لہذا ہم دھرم پال کو بھی اگرچہ ان جرائم میں ایک

ایک سال کی سزا دیتے ہیں لیکن تحت دفعہ ۶ قانون تادیب خانہ جات یہ حکم دیتے ہیں کہ سزائے مجوزہ بھگتنے کی بجائے ملزم تادیب خانہ سرکاری میں تین سال تک رکھا جائے۔

فیصلہ کے بعد ملزم دھرم پال اورنگ آباد جہاں تادیب خانہ ہے بھیج دیا گیا۔ اب مجلس ضلع اورنگ آباد سے عدالت فوجداری کو مراسلہ وصول ہوا ہے کہ ملزم گریہ وزاری کر رہا ہے اور بار بار معافی کا خواستگار ہے اس نے معافی نامہ پر دستخط بھی کر دیئے ہیں۔ (صحیفہ ۲۱ر فروری ۱۹۳۹ء)

(۱۰) ہندوؤں کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش

۲۵ر فروری۔ ملک راج نندہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور، دیوان چند چھیوال احمد نگر، سرداری لال، گوجرانوالہ، ایس، ایس بیدی منٹگمری، ہر بخش لال جلال پور جٹاں، نانک چند مہتہ کرشن نگر لاہور، ست پال وگ گجرات، بشمبر داس کیتال گوجرانوالہ پر مشتمل ہیں حیدرآباد میں آریہ سماجی پروپیگنڈے کے سلسلہ میں حسب ذیل اپیل جاری کی ہے۔

کچھ عرصہ سے حکومت حیدرآباد دکن کے خلاف آریہ سماجیوں کی طرف سے ایجی ٹیشن کی جا رہی ہے اور وہاں کی پرامن فضا کو فرقہ وارانہ رنگت میں تبدیل کیا جا رہا ہے اس وقت جبکہ ہندوستان کے لیے آزادی حاصل کرنے کے لیے کانگریس کی طرف سے کوئی شاندار پروگرام بنایا جا رہا ہے اس طرح کے فرقہ وارانہ جھگڑے کھڑے کیے جانے ملک و قوم کے مفاد کے تحت خلاف ہیں۔ کانگریس کی طرف سے بھی چند ریاستوں میں اصلاحات کے لیے جدوجہد جاری ہے مگر اس کا کسی فرقہ یا قوم سے تعلق نہیں وہ تحریک آزادی کا ایک حصہ ہے اور اس کے ساتھ ہر سچے ہندوستانی کی ہمدردی ہے مگر حیدرآباد میں جو فرقہ وارانہ شرارت آریہ سماجیوں کی طرف سے جاری ہے وہ نہایت افسوسناک ہے۔

چونکہ پنجاب کے ہندوؤں کو بھی حیدرآباد کے سلسلہ میں گمراہ کیا جا رہا ہے اور لالہ خوشحال چند خورسند کو وہاں کی ایجی ٹیشن کا ڈکٹیٹر بنا کر وہاں بھیجا جا رہا ہے ہم اپنے ہندو بھائیوں

سے درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس ایجی ٹیشن سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں ملک و قوم کی بہتری کر
اس میں ہے کہ ہم سب ہندو سکھ مسلمان یکجان ہو کر تحریک آزادی کے لیے کانگریس کے جھنڈے تلے
جمع ہوں نہ مسلمانوں کو کشمیر کے نام پر جوش دلایا جائے اور نہ ہندوؤں کو حیدرآباد کے خلاف
کسی قسم کی شرارت پر آمادہ کیا جائے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے بھائی ہماری اس التماس پر
ٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور آریہ سماجیوں کی شرانگیزیوں کو روکنے کی کوشش کریں گے۔"

(۱۱) سکھ قوم کی احسان شناسی

۲۵ر فروری۔ مسٹر ارجن سنگھ جتھیدار بیرخالصہ دیوان لاہور نے حسب ذیل بیان روانہ کیا ہے۔
"آریہ سماجیوں کی طرف سے حیدرآباد (دکن) میں ایک فرقہ وارانہ ایجی ٹیشن جاری ہے۔ ڈر ہے
کہ کسی غلط پروپیگنڈے کا اثر سکھ قوم پر نہ پڑے اس لیے میں اپنے سکھ بھائیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں
وہاں سکھوں کے ساتھ حکومت کا سلوک نہایت منصفانہ ہے اور سکھوں کو کوئی شکایت حکومت
کے خلاف نہیں۔ گردوارہ شری حضور صاحب ناندیڑ اس ریاست کی حدود میں واقع ہے۔ ہزارہا
سکھ اس گردوارہ کی یاترا کے لیے ہر سال وہاں جاتے ہیں اور حکومت کی طرف سے ہر طرح
کی سہولتیں یاتریوں کو پہونچائی جاتی ہیں۔ گردوارہ کے انتظام ایک سربراہ کے ہاتھ میں ہے اور
سیوادار سب سکھ ہیں۔ ان حالات میں سکھوں کو کسی ایسی تحریک میں حصہ نہ لینا چاہیے۔ جو ہمارے
دکن تو اسی بھائیوں کو نقصان پہونچائے۔

(۱۲) پنڈت نارائن سوامی کے ساتھ مبینہ بدسلوکی کی سرکاری تردید

بعض آریہ سماجی اداروں نے پنڈت نارائن سوامی کے ساتھ جب کہ وہ آریہ سماج کی طرف سے
جاری کی ہوئی ستیاگرہ کے سلسلہ میں گلبرگہ جیل میں قید تھے مبینہ بدسلوکی اور بیڑیاں پہنانے کے
خلاف جو مظاہرے پیش کیے تھے ان کے مدنظر حکومت یہ چاہتی ہے کہ گلبرگہ سنٹرل جیل کے مہتمم

نے بتاریخ ۱۵ فبروری ۱۹۳۹ء پنڈت نارائن سوامی کے پاس جو سوال نامہ بھیجا تھا اور پنڈت نارائن سوامی نے جو تحریری جواب دیا تھا وہ شایع کیا جاے۔ سوالات اور جوابات کی ایک عکسی تصویر بھی اس کے ساتھ منسلک ہے۔

مہتمم جیل نے پنڈت نارائن سوامی کو حسب ذیل مراسلہ بھیجا:-

معلوم ہوتا ہے کہ صدر ناظم صاحب محابس حیدرآباد کو کسی نے یہ اطلاع دی ہے کہ آپ کو یہاں بیڑیاں پہنائی گئیں اور آپ کے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔ کیا آپ مندرجہ ذیل امور کا جواب دیں گے تاکہ میں اسے اطلاعاً صدر ناظم صاحب کے پاس بھیج دوں (۱) جب سے آپ یہاں ہیں میرے عملہ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ (۲) کیا میرے عملہ نے کسی وقت آپ کو ستایا یا آپ کے ساتھ غیر مہذب برتاؤ کیا؟ (۳) کیا یہاں داخل ہونے کے بعد سے اب تک کبھی آپ کو بیڑیاں پہنائی گئیں یا زنجیروں سے جکڑا گیا؟ (۴) کیا آپ کو میرے عملہ کے خلاف کسی قسم کی شکایت ہے؟

مندرجہ بالا سوالات کا پنڈت نارائن سوامی نے جو جواب دیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) اس جیل کے حکام نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے خلاف مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ (۲) نہیں (۳) نہیں (۴) نہیں (معلومات عامہ بنام صحیفہ) (صحیفہ یکم مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۳) ستیاگرہی قیدیوں کی بھوک ہڑتال کی تردید

برٹش انڈیا کے بعض اخبارات میں اس خبر کو اہمیت دی گئی ہے کہ صدر محبس بلدہ میں ستیاگرہی قیدیوں نے احتجاجاً اس بنا پر بھوک ہڑتال کر رکھی ہے کہ حکام محبس انھیں جنیو باندھنے اور پرستش کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس بیان میں کسی قسم کی بھی صداقت نہیں ہے اور کسی ستیاگرہی قیدیوں نے بھوک ہڑتال نہیں کی۔ (معلومات عامہ بنام صحیفہ) (صحیفہ یکم مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۴) معافی مانگ لیتا لیکن کیا کروں ساتھی سولی چڑھا دیں گے ۔ ۱۴ ارزدی بہشت

شولاپور کے دس افراد کے جتھے کا مقدمہ جس نے چھتہ بازار میں اپنے صبر شکن نعروں کی وجہ سے ایک نازک صورت پیدا کر دی تھی آج ناظم اول عدالت فوجداری کے اجلاس پر پیش ہوا ان میں سے ایک ملزم نام ردیو نے آبدیدہ ہو کر مجسٹریٹ سے کہا کہ "سرکار میں معافی مانگ لیتا ہوں کیا کروں کہ ساتھی مجھے سولی چڑھا دیں گے اور معافی پر رہائی کے بعد میرا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا"

مفتش نے ملزمین حاضر اجلاس کی شناخت کرتے ہوئے حلفاً بیان کیا کہ ملزمین بیرون ملک سرکار عالی کے مختلف مقامات کے رہنے والے ہیں سب اکٹھے ہو کر شولاپور سے قانون شکنی کی نیت سے وارد سکندرآباد ہو کر حیدرآباد آئے یہ اپنے ساتھ ستیاگرہ اور قانون شکنی کا مطبوعہ لٹریچر بھی لائے یہ لٹریچر نہایت اشتعال انگیز ہے ان میں جھوٹے مضامین درج ہیں اور ہندوؤں کو بھڑکایا گیا ہے کہ وہ حیدرآباد میں ستیاگرہ کریں مسلمانوں کا مقابلہ کریں اور ان سے سامان وغیرہ خریدنا چھوڑ دیں ان کو ملازم رکھیں نہ ان کی ملازمت کریں ان کو قرضہ نہ دیں ان کی زمینات پر ہل نہ چلائیں غرض ہر قسم کی قانون شکنی کریں چونکہ سکندرآباد پولیس کو اس لٹریچر کی تقسیم سے خوف تھا اور اس کو ملزمین کی آمد کی نیت معلوم ہو گئی تھی اس لیے اس نے بغرض احتیاط مع لٹریچر کے تین جوانوں کے ساتھ ملزمین کو صدر محکمہ کوتوالی بلدہ روانہ کیا۔ ملزمین نے تحصیل کے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد ستیاگرہ کا اعلان کیا اور "مسلمان مردہ باد ہندو زندہ باد" "ہندوستان ہندوؤں کا ہے کسی کے باپ کا نہیں" کے اشتعال انگیز نعرے لگائے اس قسم کے نعروں سے پبلک اور پولیس نے ان کو منع کیا "مسلمان مردہ باد" کے فرقہ وارانہ نعروں سے مسلمان رہرو مشتعل ہو رہے تھے جب ملزمین دیوان کی دیوڑھی کے دروازوں کے آگے پہونچے تو وہاں انھوں نے سخت صبر شکن نعرے لگائے ان نعروں سے رہرو ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ مشتعل ہو گئے اور کشمکش شروع ہوئی سکندرآباد پولیس نے سیٹی بجا کر کشمکش دور کرنے کی کوشش کی مقامی پولیس فوراً موقع پر پہونچ گئی اور ملزمین کو کشمکش سے بچا لیا اگر سمت میر چوک کی پولیس جلد پہونچ کر ملزمین کو نہ بچاتی اور ان پر حملہ کرنے والوں کو نہ روکتی تو سخت ہنگامہ برپا ہو جاتا۔ حالات کو قابو

ہیں ہے کہ ملزمین کو جن کے افعال قانون شکن تھے گرفتار کرلیا گیا۔ ان پر جو حملہ آور ہوئے تھے ان کی گرفتاری کی کارروائی فوراً شروع ہوگئی ان ملزمین میں سے ایک ملزم فرار بھی ہوگیا تھا

مجسٹریٹ نے ملزمین کو مفتش کے بیان پر جرح کرنے کا موقع دیا۔ ایک ملزم نام دیو نے آبدیدہ ہوکر عدالت سے بیان کیا کہ میں نے نعرے نہیں لگائے۔ بلکہ میرے ساتھیوں نے برے برے نعرے لگائے میں معافی مانگ لیتا لیکن کیا کروں میرے ساتھی سولی چڑھا دیں گے اور معافی پر رہا ہوکر جب میں شولاپور جاؤں گا تو وہاں میری جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ میں تو شولاپور والوں اور اپنے ساتھیوں کے ہاتھ میں ہوں۔

فاضل مجسٹریٹ نے تجویز میں لکھا ہے کہ چونکہ ملزمین نے اشتہارات کو تقسیم کرنے کی غرض سے مملکت آصفیہ میں درآمد کیا تھا تاکہ اس تقسیم سے لوگوں کو اشتعال دینے میں مدد پہونچے لہذا یہ لوگ اس جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا دفعہ ۱۵ الف میں ہے اور ہم اس کے تحت ان کو تین تین ماہ کی سزا دیتے ہیں شہادت سے یہ امر صاف اور واضح ہے کہ ملزمین نے شہر بلدہ میں داخل ہوتے ہی ستیاگرہ اور قانون شکنی کا اعلان اپنے نعروں اور ناگوار فقروں سے کیا اور ایسی صورت پیدا کردی کہ رعایا سرکار کو اشتعال آیا۔ ملزمین نے خود اقبال کیا ہے کہ نعرے لگائے اس طرح دفعہ ۱۲۴ و ۱۲۵ مستوجب سزا ہوئے جس کے تحت ہم کو ان میں سے بعض برسر اجلاس یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ معافی مانگنے سے اس وجہ سے ڈر رہے ہیں کہ واپسی پر ان کا برا حال ہوگا۔ ان لڑکوں کی عمر کا بھی یہ تقاضا تھا کہ انھوں نے ایسے ناعاقبت اندیشانہ فعل کیے جس کے باعث ہنگامہ ہوا اور اب جب کہ ان پر سے چند روز گزر جانے کی وجہ سے جوش کا اثر جو شولاپور میں معلوم ہوتا ہے کہ ان پر ڈالا گیا اتر رہا ہے۔ ملزمین شرمندہ تو ہیں لیکن اس ڈر سے معافی نہیں مانگتے کہ وہاں جاکر جیسا کہ ایک ملزم نے برسر اجلاس کہا اس کی زندگی مشکل ہوجائیگی ایسی صورت میں ہم ان کے ساتھ یہ رعایت کرتے ہیں کہ ان کی تینوں سزائیں ایک ساتھ شروع ہوں گی۔ یعنی زیادہ سے زیادہ ان تینوں الزام میں انھیں چھ ماہ قید سخت میں رہنا پڑے گا۔ (صحیفہ ۱ر مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۴) سیناپتی باپٹ کی شائستہ مجالس

۱۱ر اردی بہشت سیناپتی باپٹ جو ستیاگرہیوں کے ستیاگرہ کے لیے حیدرآباد گئے تھے آج پونہ وارد ہوئے بڑھاپے میں جیل بھگتنے کی وجہ سے وہ کمزور معلوم ہو رہے تھے اخباری نمایندہ سے دوران گفتگو میں انھوں نے کہا کہ:۔ "اس ریاستی جیل کی زندگی میں مجھکو کوئی زیادہ تکلیف نہیں ہوئی ہم سب پونہ والے ستیاگرہیوں کو ایک ہی جگہ رکھا گیا تھا عہدہ داران جیل اچھے ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ قبل ازیں میں نے انگریزی جیل میں کئی سال کاٹے ہیں وہاں کی تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں کی تکلیف بہت ہی کم معلوم ہوتی ہے۔" یہ خبر اخبار "سکال" پونہ میں شایع ہوئی ہے۔ (صحیفہ ۱۶ر مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۵) ایک آریہ سماجی کا معافی نامہ

حیدرآباد ۱۷ر مارچ۔ سورا ملوا ایک تاجر کو کل ناظم صاحب فوجداری کے اجلاس پر قانون تحفظ امن عامہ کے دفعہ ۱۵ ضمن (۲) کے تحت پیش کیا گیا پولیس نے بیان کیا کہ ملزم نے یوم آریہ سماج کے سلسلہ میں ۲۲ر جنوری کو اپنی دکان بند کر کے ہڑتال منایا اور دوسرے دکان داروں کو ستیاگرہ اور قانون شکنی کی ترغیب بھی دی۔

قبل از مقدمہ ملزم نے عدالت میں معافی نامہ داخل کیا جس میں بیان کیا کہ اسے اپنے اس طرز عمل پر افسوس ہے اور مستدعی ہے کہ معافی دی جائے گی۔

ناظم صاحب فوجداری نے حکم دیا کہ چونکہ ملزم نے اپنے افسوس کا اظہار کیا ہے عدالت صرف یہ رعایت دے سکتی ہے کہ صرف دو ہفتہ کے لیے مقدمہ کو ملتوی کردے تاکہ ملزم محکمہ پولیس بلدہ میں رجوع ہو اور مقدمہ کی واپسی کی درخواست کرے یا حکومت کے پاس مقدمہ واپس لینے کی استدعا کرے ملزم کو پچاس روپیہ کی ضمانت پر رہا کیا تاریخ پیشی ۳۰ر مارچ مقرر کی گئی (اے پ) (صحیفہ ۲۰ر مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۶) سکھ لوگ آریہ سماجی لیڈروں کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہیں

سردار ارجن سنگھ جتھیدار سری خالصہ دیوان لاہور نے اپنی سکھ برادری میں اعلان کیا ہے کہ مجھے یہ دیکھکر از حد افسوس ہوا ہے کہ چند اشخاص سکھوں کو گمراہ کر کے حیدرآباد میں آریہ سماجیوں کی طرف سے جاری شدہ ایجی ٹیشن کے ساتھ ہمدردی کے رزولیوشن پاس کر رہے ہیں میں اپنے سکھ بھائیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں نہایت دانشمندی سے کام لیں اور کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اس ایجی ٹیشن میں حصہ لیں حیدرآریہ سماجی اخبارات میں یہ خبر بھی شایع ہوی ہے کہ سکھوں کا جتھا حیدرآباد جا رہا ہے یہ خبر سراسر لغو ہے میں نے ذمہ دار سکھ لیڈروں سے اس بارے میں بات چیت کی ہے سکھوں کی طرف سے کوی جتھا حیدرآباد نہیں بھیجا جا رہا ہے اور نہ ایسی غلطی کے کیے جانے کا امکان ہے ریاست حیدرآباد میں سکھوں کی کافی آبادی ہے۔ وہاں سیکڑوں سکھ سرکاری ملازم ہیں اور نہایت پرامن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر سکھوں نے آریہ سماجی تحریک میں کوی حصہ لیا تو اس کا اثر لازمی طور پر وہاں کے سکھوں پر پڑے گا۔

میرے خیال میں مہاتما گاندھی اور دیگر کانگریسی لیڈروں نے اس ایجی ٹیشن سے بے تعلقی کا اظہار کر کے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا ہے سکھوں کو بھی چاہیے کہ وہ کسی ایسی تحریک میں حصہ نہ لیں جو ملک و قوم کے مفاد کے خلاف ہو۔ حیدرآباد کے سلسلہ میں کئی جگہ سکھوں نے جلسے بھی کیے ہیں جن میں آریہ سماجی لیڈروں نے تقریریں کر کے ان کو اس معاملہ میں بھڑکانے کی کوشش کی ہے۔ میں ان سکھ بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی غلطی کا احساس کریں اور کوی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کے لیے ان کو بعد میں پچھتانا پڑے۔ (صحیفہ ۱۹ مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۷) حیدرآباد کے نظم و نسق کی ستایش

مسٹر یم وِنڈرمن فیلڈ مشنری سی ایم مشن حیدرآباد دکن نے "ویکلی ممبئی" مورخہ ۲۵ فبروری ۱۹۳۹ء میں حسب ذیل خیالات ظاہر کیے:-

افسوس کا مقام ہے کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس دی نظام کی فیاض حکومت جو افتاد طبیعت اور تعلیم و تربیت ہر دو لحاظ سے فراخ دل اور روادار اور کریم واقع ہوئی ہے۔ بیرونی سیاسی شر انگیزوں کی باقاعدہ اور بے رحم غلط بیانیوں کا شکار بن رہی ہے۔ یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ نہ صرف علاقہ صرف خاص مبارک زیادہ تر ہندوؤں [illegible] کے زیر انتظام ہے بلکہ تمام نظم و نسق میں بھی ان کا نمایاں حصہ ہے نیز ہز اگزالٹڈ ہائی نس متعدد ہندو مندروں اور اداروں کے انتظام اور نگہداشت کے جاریہ خرچ کے لیے ہر سال منظوریاں عطا فرماتے ہیں مزید براں تمام نظم و نسق کا نقطہ نظر بالکل روادارانہ ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس دی نظام اور ان کے اعلیٰ ترین عہدہ دار اہم ہندو تقریبوں میں بہ نفس نفیس شرکت فرماتے ہیں

ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ ریاست کے ہندو مسلم آپس میں صلح و محبت کے ساتھ رہتے ہیں برادرانہ رواداری گویا ان کی زندگی کی خصوصیت ہے۔ (صحیفہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء)

(۱۸) آریہ سماجی تحریک ہندوؤں کے لیے نقصان دہ ہے

سکریٹری مکتی فوج لاہور نے ایک اور اعلان جاری کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مکتی فوج کے ممبران کا ایک اجلاس فوج کے دفتر میں ۱۳ مارچ بحیثیت لالہ سرداری لال لیڈر کے زیر صدارت منعقد ہوا نہایت غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا گیا کہ جو فرقہ وارانہ تحریک آریہ سماجیوں کی طرف سے ریاست حیدرآباد میں جاری ہے وہ ہندو قوم کے لیے نہایت نقصان دہ ہے اس میں کسی ہندو کو اس وقت تک حصہ نہ لینا چاہیے جب تک ملک و قوم کے لیڈر متفقہ طور پر اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کرلیں۔ مکتی فوج کے خیال میں مسٹر کرپلانی کا یہ اعلان درست ہے کہ آریہ سماجیوں نے یہ تحریک صرف مسلمانوں کے خلاف جاری کی

ہے اور یہ فرقہ وارانہ تحریک ملک کے مفاد کے منافی ہے۔ ہندو بھائیوں کو نہایت عقلمندی سے کام لیتے ہوئے اس تحریک سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کرنا چاہیے (صحیفہ ۱۴ مارچ)

(۱۹) سکھ حیدرآباد میں جتھے نہیں بھیج سکتے ہم کو آریہ سماجی تحریک سے کوئی ہمدردی نہیں

ڈاکٹر سوہندر سنگھ بیدی بسنت روڈ لاہور نے بغرض اشاعت حسب ذیل بیان دکن نیوز کو روانہ کیا ہے:-

آریہ سماجی اخبارات کو گمراہ کن پروپگنڈا کرنے میں خاص مہارت حاصل ہے ان اخبارات میں روزانہ ایسی خبریں شایع کی جاتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہو کہ حکومت حیدرآباد دکن کی طرف سے وہاں کے ہندوؤں پر سخت ظلم و تشدد کیا جا رہا ہے۔ لازمی طور پر یہ اثر ہو رہا ہے کہ کچھ آریہ سماجی ہندو اس تحریک میں شامل ہو کر ریاست حیدرآباد کے خلاف ایک تحریک جاری کیے ہوئے ہیں آریہ سماجی بھائی غلطی کر رہے ہیں۔ یہ ملک کے مدبر لیڈروں کا متفقہ فیصلہ ہے کیا سکھ بھی اس سلسلہ میں کوئی غلطی کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سکھوں کو ریاست حیدرآباد کے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ اگر ہو بھی تو بغیر سوچے سمجھے اتنی دور جتھے بھیجنے کوئی عقلمندی کا کام نہیں۔ کیونکہ اگر سکھوں نے ایک دفعہ جتھے بھیجنے شروع کر دیے تو وہ بند نہیں ہو سکتے۔ میری نظروں سے وریام سنگھ ہمیرپوری صدر شیرو منی خالصہ دربار لاہور کا وہ اعلان گزرا ہے جو لاہور کے ایک آریہ سماجی اخبار میں شایع ہوا ہے اور جس میں درج ہے کہ سکھوں کو آریہ کی اس تحریک سے ہمدردی ہے۔ وریام سنگھ ایک گورکھی پریس میں ایک معمولی کمپازیٹر ہے اور اس کی تنخواہ دس روپیہ ہے سکھوں میں اس کا کوئی پوزیشن نہیں شیرومنی خالصہ دربار ایک فرضی نام ہے جس کا وریام کے سوا کوئی ممبر نہیں ایسے شخص کے اعلان کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔ میں عام پبلک کی اطلاع کے لیے یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ سکھ حیدرآباد میں جتھے نہیں بھیج سکتے۔ میری اس بارے میں کئی سکھ لیڈروں سے بات چیت ہوئی ہے اور وہ میرے ساتھ اس بات میں متفق ہیں (صحیفہ)

(۲۰) مہاشہ خوشحال چند ایک غلط راستہ پر

دیوان چند صاحب بی اے گوالمنڈی لاہور نے بغرض اشاعت حسب ذیل بیان روانہ کیا
"مہاتما خوشحال چند خورسند مالک اخبار "ملاپ" لاہور آج کل حیدرآباد ستیاگرہ کے لیے
ڈکٹیٹر بن کر گئے ہوئے ہیں۔ آپ کی سرگرمیوں کی جو اطلاعات یہاں موصول ہو رہی ہیں ان سے ظاہر
ہوتا ہے کہ آپ کو ستیاگرہ کے لیے والنٹیر مہیا کرنے .. .. میں نہایت مشکلات
کا سامنا کرنا پڑا ہے آپ کو پنجاب سے چلتے وقت نہایت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اس صوبہ سے
زیادہ والنٹیر نہ مل سکے۔ اب آپ اپنی ڈکٹیٹری کا [illegible] کے لیے کئی مقامات کا دورہ کر رہے
ہیں۔ شاید لوگوں کے جذبات بھڑکا کر آپ یہ لوگ اپنے گرد جمع کر لیں۔ مگر میں آپ سے درخواست
کرتا ہوں کہ آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے، وہ غلط ہے لیڈروں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ملک
کی صحیح رہنمائی کریں۔ مگر آپ ایک فرقہ وارانہ تحریک کی حمایت کر کے ملک کی ترقی کے راستے میں
کانٹے بو رہے ہیں۔ میں آپ سے [illegible] کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ بحیثیت ڈکٹیٹر اس
خطرناک تحریک کو فوراً بند کر دیں۔ ریاست حیدرآباد کا حکمران اگر مسلمان ہے تو کیا ہوا آخر مسلمان
بھی تو ہمارے بھائی ہیں۔ بغیر کسی وجہ کے ان پر حملہ کرنا کوئی انصاف نہیں ہے میں نے حیدرآباد
کے حالات کا غور مطالعہ کیا ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوؤں کو وہاں
مذہبی آزادی ہے لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ وہاں کچھ پابندیاں ہیں تو ان کو دور کرانے کا درست
طریقہ ایجیٹیشن کارروائی ہے۔ ملک بھر میں فرقہ وارانہ آگ کا بھڑکنا ملک کی ترقی کے راستہ میں ایک
رکاوٹ ہے۔ (صحیفہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۳۹ء)

(۲۱) محابس گلبرگہ و اورنگ آباد میں ستیاگرہی قیدیوں کے ساتھ سلوک پر سرکاری تصریح

گلبرگہ کے محبس میں ستیاگرہیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں چونکہ غلط بیانی سے کام لیا جا رہا ہے
اس لیے پبلک کی اطلاع کے لیے حسب ذیل بیان جاری کیا جاتا ہے جو دلچسپی کا باعث ہوگا:۔
پنڈت نارائن سوامی نے خود کو بیڑیاں پہنانے یا ان کے ساتھ کسی اور طرح پر برا سلوک

کرنے کے الزام کی تردید کرتے ہوئے جو بیان دیا تھا اس کا ذکر ایک سابقہ کیوو کے میں پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱ ۔ اکبر)

مہتمم محبس گلبرگہ سے پنڈت نارائن سوامی اور دو حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس والوں یعنے مسٹر این اے راؤ اور مسٹر نند اپورکر سے جو محبس گلبرگہ میں ہیں مزید دریافت کیا کہ کیا ستیاگرہی قیدیوں کے ساتھ جیل میں برا سلوک کرنے کے متعلق کوئی بات ان کے علم میں آئی ہے۔ اس پر پنڈت نارائن سوامی نے مہتمم کو حسب ذیل تحریری بیان دیا ہے :- "میں نے کبھی یہ شکایت نہیں سنی کہ اس جیل کے افسروں نے ستیاگرہیوں کو مارا پیٹا یا ان کے ساتھ برا سلوک کیا ہے اس قسم کی افواہیں بالکل بے بنیاد ہیں"

مسٹر این اے راؤ اور مسٹر آر جی نند اپورکر نے مہتمم کو حسب ذیل تحریری بیان دیا ہے :-

"ہم یہاں اس جیل میں تین مہینوں سے ہیں یہ افواہیں بالکل جھوٹی ہیں کہ اس جیل میں ستیاگرہی جیل کے اسٹاف کے ہاتوں پیٹے جا رہے ہیں یا ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جا رہا ہے"

ایک اور بیان جو پبلک کے لیے مزید دلچسپی کا باعث ہوگا وہ اورنگ آباد کے قیدیوں کے متعلق ہے اور ڈاکٹر مونجے کا دیا ہوا ہے جو حال میں اورنگ آباد آئے تھے۔

عالیجناب صدر اعظم بہادر کے نام ایک خط مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر مونجے بیان کرتے ہیں۔

"مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں آپ کو یہ کہنے کے قابل ہوں کہ میرے دوست ڈاکٹر پرانجپیے اور دوسرے قیدی اورنگ آباد کے محبس میں خوش ہیں اور انھیں کوئی شکایت نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو غذا عام طور پر دی جاتی ہے وہ ادنیٰ قسم کی ہوتی ہے جس کے وہ عادی نہیں ہیں میں یہ صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس بات کو بطور شکایت کے نہیں بیان کر رہا ہوں کیونکہ وہ آخر کار جیل میں قیدی ہیں۔

اورنگ آباد سنٹرل جیل کے مددگار مہتمم مسٹر ابو الخیر جہاجر مجھے ایک پکے شریف آدمی معلوم ہوئے ان میں یہ مہارت ہے کہ وہ جیل کے قواعد و ضوابط کی شدید پابندی کرانے میں بھی انسانیت کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں اور خود ضبط کے سخت حامی ہیں۔ قیدی ان سے مطمئن ہیں اور انھیں کوئی

شکایت نہیں ہے۔

جیل صاف ستھرا ہے اور اس کی اچھی دیکھ بھال کی جاتی ہے" (معلومات عامہ سرکار عالی بابتہ صحیفہ ۲۷ ۱۹۳۹ء)

(۲۲) گلبرگہ میں ایک سو ساٹھ اشخاص کا ستیاگرہی جتھا

تباریخ ۷ امرار دی بہشت ۱۳۴۸ ف بوقت ۱۰ ساعت صبح میل ٹرین سے نوشحال چند خورسند اڈیٹر ملاپ لاہور کی معیت و قیادت میں ایک سو ساٹھ ۱۶۰ آریہ سماجیوں کا ایک جتھا گلبرگہ پہونچا۔ ریلوے پولیس کے ایک افیسر نے ٹرین میں اس جتھے کو ریلوے مجسٹریٹ سکندرآباد کا آرڈر سنایا جس میں غالباً یہ حکم تھا کہ جتھا واپس ہو جائے بصورت خلاف ورزی آگے جانے سے روک کر اتار دیا جائے لیکن اس جتھے نے آرڈر کی تعمیل سے انکار کر دیا جس کے باعث وہ گلبرگہ پر جبکہ اتار دیا گیا اس کے بعد جتھے نے جے کے نعرے بلند کیے اور حدود ریلوے کے باہر اوم کے جھنڈے لیے ہوئے نعرے لگاتے ہوئے بشکل جلوس روانہ ہوئے پولیس افسر گلبرگہ نے تفہیم کی کہ بلا اجازت جلوس نہیں نکالا جاسکتا لہذا وہ منتشر ہو جائیں۔ لیکن جتھے نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بدستور نعرے لگاتا ہوا روانہ ہوا جس کے باعث پولیس نے اس جتھے کے ایک سو ساٹھ اشخاص کو گرفتار کر لیا اور موٹر لاریوں میں بٹھلا کر لے گئی نعروں کی آواز و شور پر ریلوے اسٹیشن اور اس کے باہر صدہا آدمی جمع ہو گئے تھے اور اشتعال کا قوی اندیشہ پیدا ہو گیا تھا لیکن پولیس کے معقول انتظام سے مجمع قابو میں رہا۔

پولیس نے اس مقدمہ کا چالان محمد اسد اللہ صاحب مجسٹریٹ ضلع کی عدالت میں پیش کیا تھا۔ جس میں ایک سو ۶۰ ملزمین کے خلاف دفعہ ۲۶ الف دستور العمل تحفظ امن عامہ و خلاف ورزی تقاریب مذہبی و دفعہ ۱۲۲ مجموعہ تعزیرات کے الزامات لگائے تھے لائق مجسٹریٹ نے تباریخ ۲۱ و ۲۲ امرار دی بہشت ۱۳۴۸ ف اسی مقدمہ کی تحقیقات سماعت و تجویز بمقام صدر محبس گلبرگہ فرمائی۔ پہلے دن گواہوں کے بیانات اور ایک سو ۶۰ ملزمین کے جوابات قلمبند ہوئے اور پیروکار پولیس

کی بحث سماعت فرمانے کے بعد جملہ ملزمین کے خلاف فرد جرم مرتب کی گئی اور ملزمین کو فرد فرداً سنائی گئی اور ان کے جوابات قلمبند کر لیے گئے۔ الانو خوشحال چند ملزم نے اپنا ایک بیان تحریری پڑھ کر سنایا اور اس کو شامل مسل کیا گیا۔ ماکل جو منظور کی گئی۔ دوسرے دن باقاعدہ کارروائی تکمیل کرنے کے بعد قابل مجسٹریٹ نے اسی وقت اپنا فیصلہ ملزمین کو سنایا خوشحال چند ڈکٹیٹر نے اعتراف کیا کہ میں نے اس مستعدی اور سنجیدگی سے کارروائی تحفظ ہدایات کرنے والے مجسٹریٹ کو بہت کم دیکھا یا سنا ہے۔

خوشحال چند نے اپنا تحریری بیان بہت طویل پیش کیا تھا اس کے بعض اہم اجزا یہاں درج کیے جاتے ہیں :-

"میرے محترم گرو سوامی مہاتما ہنس راج جی مہاراج جب بستر مرگ پر پڑے تھے تو اس وقت انھوں نے مجھے چند نہایت ضروری ہدایات کی تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ دیسی ریاستوں میں ویدک دھرم کا پرچار زیادہ زور سے کیا جائے اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ریاست حیدرآباد میں دھرم پرچار پر پابندی ہے تو میں نے اپنے گرو کی وصیت کو پورا کرنے کے لیے سب سے پہلے ریاست حیدرآباد میں کام کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ دھرم پرچار کے ہیڈ کوارٹر شولاپور سے میں ایک سو ساٹھ چار کونی ساتھیوں سیوکوں کے ساتھ حیدرآباد روانہ ہوا۔

جب گاڑی ریلوے اسٹیشن گلبرگہ پہنچی تو ایک پولیس انسپکٹر میرے پاس آیا اور ریلوے مجسٹریٹ کا آرڈر دکھلایا کہ مجھے اور میری پارٹی کو آگے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں گلبرگہ اترنا نہیں چاہتا کیونکہ یہاں میرا کوئی کام نہیں ہے کیونکہ میرا قصد تو حیدرآباد پہنچنا ہے۔

میں نے اپنی پارٹی کو گاڑی سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور سب اتر گئے ہم نے کوئی جلوس نہیں بنایا پولیس ہی کے کہنے پر ترتیب سے پارٹی چلنے لگی۔ اس پارٹی میں دھرم پرچارک، دھارک بھجنیک اور دھارمک لوگ ہیں۔ انھوں نے وید بھگوان کے منتر پڑھنے شروع کیے اور "ویدک دھرم کی جے" "آریہ سماج کی جے" "ہندو دھرم کی جے" "سوامی دیانند کی جے" کے نعرے

مجھے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب نے کہا کہ آپ واپس جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ میں نے کہا میں تو گلبرگہ اترنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا مجھے زبردستی یہاں اتارا گیا ہے جس کی وجہ سے مجھے مجبوراً اسٹیشن سے باہر آنا پڑا ہے اس کے بعد مجسٹریٹ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ یہاں حیدرآباد میں کس کام کے لیے آئے ہیں میں نے عرض کی کہ ریاست کے حالات دیکھنے اور دھرم پرچار کرنے کے لیے۔ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ اتنے ہجوم کے ساتھ آنے کا مطلب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس ریاست میں ساڑھے اکیس ہزار گاؤں بتلائے جاتے ہیں اگر ایک گاؤں کے لیے ایک دھرم پرچارک مقرر کیا جائے تو ساڑھے اکیس ہزار پرچارکوں کی ضرورت ہوتی ہے تو میں تو صرف ایک سو ساٹھ ہی لایا ہوں۔

"مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میں نے اور میری پارٹی نے کیا جرم کیا ہے جس کے سبب ہمیں جیل میں بند کیا گیا ہے کسی قسم کا بھی ہم سے جرم سرزد نہیں ہوا۔ باقی رہ جاتا ہے سوال میرے ارادہ کا اس کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا ایہ وگرام یہ تھا کہ حیدرآباد شہر پہونچ کر وہاں دھرم پرچار کروں اور اوم کا جھنڈا لہرا کر "ہون یگ" کروں۔ شہر میں دھرم پرچار کرنے کے بعد مجھے دیہات میں کام کرنا تھا ریاست حیدرآباد میں اس وقت ڈیڑھ سو آریہ سماج ہیں ہر ایک آریہ سماج میں ایک ایک دھرم پرچارک کو میں نے بھیجا تھا اور دس جھنڈے اپنے پاس رکھے تھے اس پروگرام کے ذریعے مجھے ہر ایک آریہ سماج کے متعلق صحیح اطلاعات حاصل ہو جاتیں کہ دھرم پرچار کے راستہ میں ہون یگیہ کرنے میں اور اوم کا جھنڈا لگانے میں کوئی قانونی رکاوٹیں ہیں یا نہیں میرے ارادہ کے اندر بھی کوئی ایسا چیز نہیں ہے جسے جرم کے نام سے تعبیر کیا جا سکے۔"

محمد اسداللہ صاحب مجسٹریٹ حصہ ضلع نے اپنے فیصلہ مذکورالصدر میں جو تجویز کی ہے اس کا اندراج ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

"لالہ خوشحال چند جی نے اپنے بیان تحریری میں ستیاگرہی عام اسپرٹ کے خلاف یہ دعا کیا ہے کہ انھوں نے اور ان کی پارٹی نے یہاں کبھی جرم کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ وہ اور ان کی پارٹی

اپنے گروجی کی ہدایات کے مطابق ریاست حیدرآباد میں دھرم پرچار کے لیے آئی تھی۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لالہ جی جیسے باخبر اخبار نویس امر گرو کے اس آریہ ماجی ایجیٹیشن سے خارج سمجھتے ہیں جو کہ کچھ عرصہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں قانون اور امن کی خلاف ورزی کے ساتھ منتظمانہ طور سے جاری ہے ورنہ آنجہانی لالہ جی کے داخلہ سے قبل ان کا حیدرآبادی ستیاگرہ کا ڈکٹیٹر مقرر ہونا اور شولاپور پہونچ کر (جہاں اس وقت حیدرآباد ستیاگرہ کے لیے فراہمی وردانگی جتھے کا ہیڈ کوارٹر ہے) ستیاگرہ کے لیے رضاکاروں کی جمعیت لے کر حیدرآباد کے قصد سے روانہ ہونا اور اثنائے راہ گلبرگہ پر برٹش گورنمنٹ کے ریلوے پولیس افسر کا بربنا آرڈر صاحب مجسٹریٹ سکندرآباد ان کو مزید سفر سے باز رکھ کر واپسی کا حکم دینا اور اس کا انکار کر کے گلبرگہ پر اتر پڑنا اور حدود ریلوے سے باہر اوم کے بڑے بڑے جھنڈے لیے ہوئے کثیر التعداد ساتھیوں کے ساتھ مختلف قسم کے جے کارے لگاتے ہوئے روانہ ہونا اور باوجود کوتوالی مقامی کی امتناعی ہدایتوں کے باز نہ آنا خود ان کو اور ان کی پارٹی کو جرائم منسوبہ کا مرتکب بنا رہا تھا مجھے افسوس ہے کہ لالہ جی نے اپنے مقدس گرو کی آخری ہدایت کی تعمیل کے لیے نہ صرف بہت ہی غیر موزوں اور نامناسب زمانہ کا انتخاب کیا بلکہ طریقہ تعمیل بھی ایک خالص مذہبی اسپرٹ کے خلاف جو اس کے شایان شان نہ تھی اختیار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک سرکار عالی میں ہر مذہب و ملت کو ہر قسم کی آزادی مذہبی حاصل ہے لیکن غلط استعمال کوئی بھی مہذب گورنمنٹ پسند نہیں کرتی۔ ایک مذہبی واعظ یا مبلغ وعظ یا تبلیغ کرنے کے لیے یقیناً ڈکٹیٹر بننے کی ضرورت نہیں (جیسا کہ لالہ جی نے خود بیان تحریری میں اپنے کو تھرڈ ڈکٹیٹر لکھا ہے) بلکہ اس کو امن اور شانتی کے ساتھ دھرم کی تبلیغ کرنی چاہیے یعنے میرے خیال میں دنیا کا ہر مذہب (جس میں کچھ بھی روحانیت ہو) امن وسکون چاہتا ہے۔ سکون کے لیے نہ تو جم غفیر والنٹیروں یا سیوکوں کی ضرورت ساتھ رکھنے کی ہے اور نہ امن کے لیے بے محل اور بلا ضرورت فتحیابی کے نعرے لگانے کی حاجت؟ جس سے دوسرے مذہب کے لوگوں میں خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو۔

اب رہا یہ امر کہ ملزمین کو حدود گلبرگہ میں کسی فعل کے ارتکاب سے قبل ہی کوتوالی لاریوں میں بٹھا کر لے گئی یہ محض ایک بیان ہی بیان ہے جس کی تائید میں ملزمین نے نہ تو کوئی شہادت پیش کی اور نہ کم از کم کوئی صفائی پیش کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔ برخلاف اس کے شہادت تائید الزام سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ریاست سے حدود سے باہر نکلنے کے بعد ملزمین اوم کے جھنڈے لیے ہوئے اس مقام پر بشکل جلوس آئے جہاں مقامی کوتوالی انتظام پر متعین تھی۔ از روئے قواعد تقاریب مذہبی اس قسم کا جلوس بلا اجازت نکالنا ہی منع ہے جس کی علانیہ ملزمین نے خلاف ورزی کی اور ایک ایسا مجمع جو کبھی "قانون" یا "مجمع خلاف قانون" کی تعریف میں داخل ہو جاتا ہے اور جب اس مجمع کے منتشر ہو جانے کا حکم ہو چکا اور اس کے باوجود ملزمین کا ہر فرد اس مجمع میں شامل رہے جیسا کہ ثابت ہوتا ہے تو جرم متذکرہ دفعہ ۱۲۲ تعزیرات کا مرتکب ہو جاتا ہے اور یہ افعال جو قانون شکنی کے کھلے مظاہرے ہوئے تھے چونکہ اس نیت و ارادہ سے ہوئے ہیں کہ ان قواعد و دستور کی (جو ممالک محروسہ سرکار عالی میں جاری و ساری ہیں) کھلی توہین کی جائے۔"

قابل مجسٹریٹ نے منجملہ ایک سو ساٹھ ملزمین کے دو ملزمین کو بوجہ اعتراف قصور و خواہان معافی ہونے کے تحت دفعہ ۵۳ ضابطہ فوجداری دو دو سو روپیہ کے مچلکہ نیک چلنی مدتی ایک سال داخل کرنے پر رہا کرنے کا حکم صادر کیا اور بقیہ کل ملزمین بشمول لالہ جی کو زیر دفعہ ۲۶ ضمن الف دستور العمل تحفظ امن عامہ ایک ایک سال قید بامشقت اور بہ پاداش خلاف ورزی قواعد تقاریب مذہبی ایک ماہ قید بامشقت۔

زیر دفعہ ۱۲۲ مجموعہ تعزیرات چھ چھ ماہ قید بامشقت میں بسر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور اس کی صراحت فرمائی ہے کہ اول الذکر دونوں سزائیں ایک ساتھ شروع ہوں گی۔ اور آخر الذکر اس کے بعد گویا نتیجۃً ڈیڑھ ڈیڑھ سال کی قید کا حکم دیا گیا۔ (صحیفہ ۳۰ و ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء)

(۲۳) ستیاگرہیوں کے اصلی خط و خال

(۱) مان سنگھ ولد لال سنگھ قوم آریہ عمر ۱۶ سال پیشہ طالب علم ساکن اودگیر ضلع بیدر نے ۹ مہارودی بہشت ۳۴۸ سٹ ف کو مددگار مہتمم کوتوالی کے سامنے حسب ذیل بیان دیا۔

"میں اودگیر نہیں جانا چاہتا۔ میں تعلیم کے لیے شولاپور گیا تھا دو ماہ سے شولاپور میں تھا درا صل واقعہ یہ ہے کہ میرا اصلی وطن مستقر بیڑ ہے۔ میں بیڑ میں چوتھی جماعت مدرسۂ ثانیہ دھونڈہ میں تعلیم پایا تھا۔ بیڑ میں آریہ ہیں ان لوگوں نے مجھ کو اکسایا کہ شولاپور جا وہاں اچھی تعلیم ہوتی ہے اور بڑے بڑے مقامات دکھلاتے ہیں چنانچہ مجھ کو موٹر کا کرایہ دے کر شولاپور روانہ کیے۔ ان دونوں لڑکوں میں سے ایک لڑکا ابھی شولاپور ہی میں ہے اور دوسرا لڑکا اس سے قبل جتھے میں گلبرگہ آکر سزا پایا ہے۔ اس کا نام ونکٹ ولد رام بھاؤ ہے۔ شولاپور میں بنسی لال آریہ سماج والا ہم سے کہا کہ ہم لوگ اپنا نام و پتہ بدل کر یہاں بتلائیں۔ ہم لوگ بنسی لال ہی کے پاس شولاپور میں تھے۔ میرا اصلی نام منوہر ولد رام راؤ قوم مرہٹہ عمر ۱۲ سال ہے میں محلہ دھونڈاپور میں ڈاکٹر ناتھو صاحب کے مکان کے قریب رہتا ہوں میرا باپ مصری حکیم ہے اودگیر نہیں جانا چاہتا بلکہ بیڑ کو جانا چاہتا ہوں بیڑ کو بھجوا دیجیے جو لڑکا اب شولاپور میں ہے اس کا نام نارائن ہے اس کے باپ کا نام نہیں معلوم۔ شولاپور میں آریہ مندر میں حیدرآباد جانے کے لیے قریب دو سو آدمی ہیں گلبرگہ آنے کے لیے کوئی جتھا نہیں ہے میں سب لوگوں کے ساتھ ستیاگرہ کرنے آیا تھا۔ مگر مجھ کو ستیاگرہ کی اہمیت معلوم نہ تھی۔ شولاپور میں ہم سب سے کہا گیا تھا کہ گلبرگہ میں جانا پڑیگا سب کے ساتھ میں بھی ہاں کہہ دیا۔"

(۲) مانک رام ولد جٹا شنکر ذات برہمن عمر ۱۶ سالہ پروہت سکنہ میو علاقہ ریاست اندور نے جو شولاپور سے ایک جتھے کے ساتھ گلبرگہ آیا تھا حسب ذیل بیان دیا:-

"میرے والد اور والدہ صاحبہ دونوں زندہ ہیں اور میرے والد پوجا پاٹ اور شادیاں کرا کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں اس جتھے میں شریک ہونے سے پہلے مدرسہ کی تعلیم ترک کر دیا تھا۔ ہر بڑے

شہر میں ایک ایک سماج آریہ قوم کا موجود ہے جن جن مقامات پر آریہ قوم کا سماج ہے وہاں کے سکریٹری (منتری) وغیرہ ان دنوں میدانوں میں مجمع کو اکٹھا کر کے اس قسم کا پرچار کرتے ہیں کہ حیدرآباد میں اہل ہنود پر ظلم ہوتا ہے سماج پر اوم کا جھنڈا نصب کرنے نہیں دیا جاتا اور ہاون کرنے نہیں دیا جاتا اور ویدک کی پستکیں (کتب) پڑھنے نہیں دی جاتیں۔ اور چھین لی جاتی ہیں اور اہل ہنود کو جیل خانوں میں مسلمان بنا دیا جاتا ہے اس لیے ہم تمام ہندوؤں کو حیدرآباد جا کر ستیاگرہ کرنا چاہیے مجھے معلوم نہیں تھا کہ ستیاگرہ کیا چیز ہے ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ جب ہم حیدرآباد پہونچیں گے تو جیل خانوں میں عمدہ کھانا کھانے کو ملے گا آریہ سماج کی قوم کے منتریوں کی ایسی تقریر پر اہل ہنود دھوکہ میں آجاتے ہیں اور ان کے جتھوں میں شریک ہو کر حیدرآباد پہونچ جاتے ہیں میں بھی اسی طرح ان کے دھوکہ میں آگیا میرے ساتھ مزید پانچ آدمی تھے۔ ہم کو وہاں کا منتری ۷ مارچ ۱۹۳۹ء میو سے موٹر میں اندور روانہ کیا اور ہم سماج میں تھے۔ اندور میں جب بیس آدمیوں کا جتھا تیار ہوا تو اس کو کھنڈوا روانہ کیا گیا اس مقام پر ہم دو یوم رہے وہاں سے ہم کو برہان پور بذریعہ ریل روانہ کیا گیا جہاں ہمارا قیام دو دن تک رہا۔ اس کے بعد ہم کو منماڑ روانہ کیا گیا۔ یہاں سے بذریعہ موٹر احمد نگر روانہ ہوئے یہاں بھی دو یوم رہے اس کے بعد ہم کو شولاپور بھیجا گیا۔ بذریعہ موٹر بس ہم بیس آدمی جو میو سے آئے تھے شولاپور کیمپ میں شب میں رہے۔ جب صبح ہوئی تو ساتھ کے ۱۹ آدمی لاپتہ ہوگئے مجھکو معلوم نہیں کہ آیا وہ لوگ کہیں ستیاگرہ کرنے گئے یا پتے دیس کو واپس ہوگئے میں تنہا رہ گیا۔ تاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۳۹ء شولاپور سے ایک جتھا ۴۴ آدمیوں کا آرہا تھا تو میں ان کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے گلبرگہ آگیا۔ اور جب اسٹیشن گلبرگہ پر اترے تو ہمارا جتھا نعرے لگا رہا تھا۔ لیکن میں صرف ان کے پیچھے تھا نعرے وغیرہ نہیں لگایا لیکن پولیس مجھکو گرفتار کر لی جب میں گلبرگہ پہونچا تو معلوم ہوا کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک بھی آدمی یہاں نہیں ہے۔ میں شولاپور کو بالکل دھوکہ میں آگیا ہوں اپنے والدین کو بغیر اطلاع کیے ہوئے آگیا ہوں میرے والدین میری تلاش میں ہوں گے اور روتے بھی ہوں گے۔ میں معافی چاہتا ہوں برائے مہربانی مجھکو رہا کر دیا جائے

میں آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ اب میں جیل خانہ کی زندگی کاٹ نہیں سکتا ہوں مجھکو رہا کر دیا جائے تو مہربانی ہوگی۔ (صحیفہ ۴ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء)

(۳) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے روبرو جواہر پرشاد ولد گووند رام عمر ۲۳ سال موٹر ڈرائیور کیسر گنج باد محلہ اجمیر شریف نے بطیب خاطر حلفاً اقبال کیا کہ میں نے ۲۶ فروری سنہ ۱۹۳۹ء کو اپنی ملازمت موٹر ڈرائیوری دو چار دوستوں کے کہنے پر ترک کر دے کر سوامی پرمانند ڈکٹیٹر اجمیر کے جتھے میں شریک ہو گیا۔ یہ سوامی جی اس وقت ہمارے ساتھ محبس میں ہیں یہ سوامی جی اور سولہ اشخاص بغرض ستیا گرہا ۲۶ فروری کو اجمیر شریف سے شولاپور پہونچے اور ہم شاردا صاحب کی پارٹی سے ملے انھیں کے ساتھ جس میں ۲۴ اشخاص ہیں گلبرگہ شریف میں گرفتار ہوئے میں ذات کا برہمن ہوں اپنے مذہب کی تبدیل نہیں کی چونکہ میں نے اخبارات میں پڑھا تھا کہ حیدرآباد میں ستیا گرہا ہو رہا ہے اس لیے میں بھی سوامی پرمانند ڈکٹیٹر کے ساتھ شریک ہو گیا میں سزا ہونے کے دو تین دن پہلے سے اس فکر میں تھا کہ معافی نامہ دیکر رہا ہو جاوں۔ اس وجہ سے کہ میں جیل کی سزا کو برداشت نہیں کر سکتا تھا میں اپنا بیان دیدیا ہوں کہ شاردا صاحب کے جتھے نے میرے اس ارادہ سے واقف ہو کر مجھکو اس شب میں ماریپٹ کی ہے اس لیے اب میں جیل میں رہنا نہیں چاہتا معافی نامہ داخل کرتے تیار ہوں اس کو منظور فرما کر مجھکو جلد رہا کر دیا جائے (صحیفہ ۵ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء)

(۴) مسمیان کاشی گیر نتو گیر، شنکر راو، سداشیو راو، اور بابولال نوجی جمنا داس بھورا بھائی خوشحال چند گنیش نے حسب ذیل بیان بطیب خاطر دیا:-

مہربان سپرنٹنڈنٹ صاحب سنٹرل جیل گلبرگہ شریف بعد سلام یہ عرض ہے کہ میں کاشی گیر نتو گیر احمد آباد میں محلہ حاجہ پٹیل کالو پور میں درزی کا کام کرتا تھا اور بھائی بابولال نوجی بھائی میرے دوست تھے اور میری دکان پر آتے تھے ہم سب دوست تھے ہمارے ہاں آریہ سماجی لیڈر ویر سنگھ انگریزی تاریخ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۳۹ء کے روز میری دکان پر آئے تھے

اور ہم سے دوستی ہوئی تھی اس کے بعد ہم لوگ ان کے ساتھ آریہ سماج میں جاتے تھے اور آریہ سماج میں حیدرآباد ستیاگرہ کا پرچار (تبلیغ) ہوتا تھا یہ باتیں ہم سنتے تھے اور ہم کو پل بیر دسنگھ آریہ نے سمجھا کر حیدرآباد ستیاگرہ میں شریک ہونے کو کہا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اپنے وہاں جانے پر پلیس ہم کو پکڑے گی اور جنگل میں چھوڑ دیگی پھر ہم گاؤں میں پرچار یعنے تبلیغ کے لیے جائیں گے اور پھر پولیس ہم کو پکڑ کر نظام ریاست کے باہر چھوڑ دیگی۔ ہم کو اگر ایسی خبر ہوتی تو ہم ان کے ساتھ آتے ہی نہیں۔ کیونکہ یہاں تیرہ تیرہ ماہ کی سزا ہوی ہے اس لیے ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ جیسا بھی ہو ہمیں جلد سے جلد یہاں چھوڑ دیا جاوے۔ ہم چاروں بھائی ایسی امید رکھتے ہیں کہ آپ ہم کو جلد چھوڑ دیں گے۔ (صحیفہ ۵ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۲۴) انڈین نیشنل آرین لیگ سے سمجھوتہ کی سرکاری تردید

بعض اخبارات نے جو یہ خبر شایع کی ہے کہ حکومت سرکار عالی انٹرنیشنل آرین لیگ سے کسی تصفیہ یا سمجھوتہ کے لیے گفت وشنید کر رہی ہے بالکل غلط ہے۔ (معاونا عابرا صحیفہ) (صحیفہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۲۵) مخالف حیدرآباد مجاہرہ بمبئی کے مسلمانوں کا تردد

سر علی محمد خاں دہلوی نے بمبئی کے مسلمانوں اور حیدرآبادی رعایا کے ایک عظیم الشان جلسہ میں جو بمقام محمد علی روڈ بمبئی منعقد ہوا صدارت کرتے ہوئے ہندو مہاسبھا اور آریہ سماجی نظامات پر جو حکومت نظام کے خلاف مجاہرہ کر رہے ہیں سخت نکتہ چینی کی۔

اس جلسہ نے ایک قرارداد منظور کی جس میں حضور نظام کی حکومت اور حیدرآباد کے خلاف آریہ سماجیوں کی اندرونی و بیرونی سازشوں پر رنج و حقارت کا اظہار کیا گیا۔ اس قرارداد میں اس مجاہرہ پر جو ریاست حیدرآباد میں جاری ہے سخت ناپسندیدگی کا اظہار تھا وہ اس کو واضح کرتی ہے کہ مسلم رعایا کو بے شمار نقصانات پہونچے ہیں اس بابت کا اقرار کیا گیا ہے کہ ریاست

حیدرآباد میں جتھوں کی روانگی نے مسلمانان حیدرآباد و بمبئی کے صبر وضبط کا امتحان لیا اور یہ خوف ظاہر کیا کہ یہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو راہ دے گا۔ دوسری قرارداد میں حکومت نظام کے اصلاحات کو نافذ کرنے کے ارادہ کا خیر مقدم کیا گیا ہے اور درخواست کی گئی ہے ریاست کے مختلف فرقوں کے حقوق و امتیازات کا تحفظ کیا جائے۔

سر علی محمد نے مسلم لیگ کی پالیسی کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا کہ بے نا انصافی کی گئی تھی۔ صدر جلسہ نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ ملک کے حالیہ سیاسی حالات سے فائدہ اٹھا کر کانگریسی مجاہدوں نے مہاسبھائی اور آریہ سماجی نظامات کا سہارا لیا اگر اس مجاہدہ کا ناپاک مقصد مسلم ریاست کا تختہ الٹ دینا ہے تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوگا مجاہدین کو اپنی جائز شکایات کے اندفاع کے لیے آئینی چارہ کار اختیار کرنا چاہیے۔ مقرر نے کہا کہ حیدرآباد ہی وہ واحد ریاست ہے جس نے ہمیشہ اپنی رعایا کے حقوق کی صیانت کی حکومت کے تمام تقررات میں رعایا کی بڑی حد تک طرف داری کی جاتی ہے۔ ملکی کے مقابلہ میں کسی غیر ملکی کو امتیاز کا موقع نصیب نہیں ہو سکتا۔

رواداری اور انصاف کے منشا پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ ایسے کئی منادر ہیں جنھیں حکومت کی طرف سے وظائف مقرر ہیں اور کثیر تعداد میں جاگیردار نیز بڑے بڑے عہدوں پر ہندو فائز ہیں منجملہ اور جاگیرداروں کے مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر با اثر حیثیت کے مالک ہیں۔ جو حال حال تک صدر اعظم رہ چکے ہیں جس کو انھوں نے خرابی صحت کی بنا پر ترک کر دیا۔

مقرر نے کہا کہ حکومت نظام کی طرف سے رعایا کے لیے تعلیمی وظائف جاری کیے جاتے ہیں جس سے ہندو بھی برابر مستفید ہوتے ہیں۔ نہ وہ نظر انداز کیے جاتے ہیں نہ ان کے حقوق روندے جاتے ہیں انھوں نے سیول ملازمین کے نام گنائے جنھیں برطانوی ہند میں اعلیٰ تعلیم کی خاطر بھیجا گیا تھا جن سیول ملازمین کو میرے عہدہ وزارت میں بھی روانہ کیا گیا تھا ان میں ہندوؤں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ انھوں نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر کہا کہ دوسری دیسی ریاستوں کی مثالیں پیش

کرسکتا ہوں جہاں مسلم رعایا کے لیے اب تک کچھ نہیں کیا گیا۔

انھوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام کا بنارس ہندو یونیورسٹی کو ایک لاکھ کا گرانقدر عطیہ اعلیٰحضرت کی فرقہ وارانہ ذہنیت اور تخیلات سے بری ہونے کا ایک اور ثبوت ہے کسی ہندو ریاست نے مسلمانوں کے لیے ایسی مثال نہیں پیش کی۔

اختتام تقریر پر سر علی محمد خاں نے برطانوی ہمسایہ صوبوں میں مخالف حیدرآباد مجاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان صوبوں کی حکومتوں کو اس قسم کی بڑھتی ہوئی ذہنیت کو ختم کرنے کے لیے قدم بڑھانا چاہیے ورنہ یہ شعلہ خطرناک حد تک بھڑک اٹھے گا۔ مسلم لیگ کے سبب یہ آفت بڑھتی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ دنوں تک صبر و سکون سے رکھا جائے (ٹائمز آف انڈیا [illegible] اپریل ۱۹۳۹ء)

(۲۶) غلط فہمی اور رہائی

پرسوں (پنجشنبہ) صبح دس بجے ایک جتھے نے جو تین افراد پر مشتمل تھا جن کے نام سنگت رام دیوی دیال وغیرہ تھے شاہراہ عام پر عثمان گنج میں ستیاگرہ کا مظاہرہ کیا تھا جس کا آج ۳ر خورداد سنہ ۱۳۴۸ف (شنبہ) عدالت فوجداری میں چالان پیش ہوا۔ ملزمین مذکور نے یہاں پر آکر حیدرآباد کی بدنظمی و مظالم کے متعلق جو واقعات سنے تھے ان کے برخلاف اپنے بیان میں یہ بتلایا کہ یہاں پر ہندو و مسلم کو ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے۔ اخبارات میں جو خبریں مظالم کے متعلق چھپی ہیں ہم کو یہاں کے حالات دیکھنے سے غلط ثابت ہوئی ہیں اس لیے ہم اب ستیاگرہ نہیں کریں گے۔ مددگار صاحب کوتوال نے دست برداری از مقدمہ کے متعلق تحریر پیش کی اس بنا پر انھیں رہائی کا حکم دے دیا (صحیفہ ۸ر اپریل سنہ ۱۹۳۹ء)

(۲۷) مسٹر گاندھی کو ایک خط

برلا ہاؤس دہلی میں یہ خط مہاتما گاندھی کو ۴ر اپریل سنہ ۱۹۳۹ء کو لکھا گیا۔ مہاتما جی تسلیم

حیدرآباد کی آریہ سماجی تحریک آپ کے سامنے ہے یہ افسوسناک تحریک ہندوؤں اور مسلمانوں
کے درمیان بہت زیادہ منافرت پھیلا رہی ہے۔ اس تحریک سے ہندوستان کو اور بھی برے
دن دیکھنے پڑیں گے۔ کیونکہ مسلمان اپنی اس محبوب ریاست پر کسی طرح بھی زیادتی نہیں دیکھ سکتے
کئی شہروں میں حیدرآباد کی اس تحریک سے دونوں قوموں کے درمیان تصادم بھی ہو چکا
ہے اور بھی ہونے کا امکان ہے اور عام طور پر مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ مہاتما جی کا مرن برت
راجکوٹ والا صرف مسلمان ریاستوں کی تباہی کے لیے تھا۔ نیز یہ بھی خیال مسلمانوں کا ہے کہ
در پردہ کانگریس آریوں کی مدد کر رہی ہے یہ مہاتما جی اور کانگریس کی انگیخت پر ہو رہا ہے
حالانکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ ریاست حیدرآباد تمام ہندوستان کی ریاستوں میں بلحاظ انتظام اور
مذہبی آزادی کے ہم پلہ نہیں رکھتی اور اس کا بادشاہ اپنی فیاضی کے لحاظ سے جو ہر مذہب و
ملت کے لیے یکساں مشہور ہیں ان کے خلاف ناعاقبت اندیش آریوں نے ایک ایسا غلط
راستہ اختیار کیا ہے جس سے ہندوستان کا تھوڑا بہت اتفاق بھی تباہ و برباد ہو رہا ہے۔
جس سے سیول وار کا اندیشہ بھی لازمی ہے۔ اگر آپ عام مسلمانوں کے خیال مرن برت کے
متعلق صحیح نہیں سمجھتے تو مہاتما جی آپ اپنے تدبر سے کام لیتے ہوئے آریوں کی تحریک
کو جلد سے جلد بند کرانے کی کوشش کریں اگر آپ نے اس نازک دور کے سنبھالنے کی کوشش
نہ کی تو ہندوستان سیول وار سے بچ نہیں سکتا جس سے ہندوستان کی آزادی کے دن بہت
دور ہو جائیں گے اور آنے والی نسل اس کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ڈالے گی فقط"

(۲۸) کراچی کے ستیا گرہیوں کے بیانات

منگت رام ڈکٹیٹر دیوی دیال مہادیو ساکنان کراچی نے کوتوالی بلدہ میں حسب ذیل

"ہمارے پندرہ آدمیوں کا جتھا زیر نگرانی مہاتما منگت رام کیپٹن کراچی سے
۲۲ مارچ سنہ ۱۹۳۹ء کو روانہ ہوا۔ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے ۲۱ مارچ سنہ ۳۹ء

کو شولاپور پہونچا یملکت رام مہادیو اور دیوی دیال ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء کو ساڑھے آٹھ بجے
حیدرآباد دکن پہونچے اسٹیشن پر ہم کو کوئی رکاوٹ نہیں پیش آئی ہم تین اشخاص شہر میں گھومتے
ہوئے ایک گندم منڈی میں پہونچے جہاں بہت سے ہندو تھے۔ وہاں دیکھا گیا کہ ہندوؤں
کے سر پر چوٹی ہے یا نہیں۔ چوٹی موجود تھی۔ جنیوہ دیکھا گیا جو ہندو پہنے ہوئے ہیں وہ بھی
ان کے جسم پر پایا گیا۔ اس کے بعد ہم نے ستیاگرہ کیا جس پر ہم کو پولیس گرفتار کرکے لے گئی
اور کارروائی ضابطہ کی اس کے بعد پولیس نے دریافت کیا کہ ہم کس بنا پر ستیاگرہ کیے
ہم نے ستیاگرہ کرنے کی تفصیلات تبلائیں اس کے جواب میں کہا کہ اگر ہم کو ان سب باتوں
کے متعلق شہر دکھایا جائے تو ہمارا اتنک دور ہوگا یا نہیں۔ ہم نے اس کو منظور کر لیا۔ مسٹر
صدیق علی خاں سب انسپکٹر پولیس بلدہ و مسٹر عبدالمجید جمعدار نے ہم کو تمام شہر دکھلایا ہے
ہر ایک بات تبلائی جو درست پائی گئی۔ یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ پولیس تنگ کرتی ہے بالکل
غلط ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ سر بازار چوٹی اتاری جاتی ہے وغیرہ۔ جھنڈا نہیں لگانے
دیا جاتا بالکل غلط ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ہر ایک سماج پر جھنڈا لہراتا ہے یہ بیان بھی غلط ہے
کہ ہون کنڈ کی اجازت نہیں ہے بلکہ باقاعدہ طور پر شہر والے ہاون کنڈ کرتے ہیں
ہمارے خیال میں ہر ایک بات غلط پائی جاتی ہے اس لیے میں اپنے ہندو بھائیوں اور
آریہ سماجیوں کے آگے پرارتھنا کرتا ہوں کہ اس غلط پروپگنڈے سے اثر نہ لیں۔ حیدرآباد
آکر دیکھیں اور دماغ سے کام لیتے ہوئے واپس جائیں۔ اخبار والے پروپگنڈے کرتے
ہیں اور ایڈیٹر صاحبین پھیلاتے ہیں بالکل غلط ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ ؎

اصلیت چھپ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے ۔ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی بناوٹ کے اصولوں سے

جب تک آریہ سماجی آکر نظر نہ ڈالیں ستیاگرہ کرنے کا قصد نہ کریں خواہ مخواہ برباد
نہ ہوں۔ بادشاہ سلامت کو خود موٹر میں گزرتے ہوئے دیکھا جو بالکل سادہ لباس میں تھے
کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان کے راج میں ہندو یا مسلمان بھائیوں کو تکلیف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا

ستیاگرہی یہاں تیار ہوتے ہیں جو احباب ایسا فرماتے ہیں وہ حکومت سے کرایہ واپسی طلب کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اپنا بیان ختم کرتے ہیں اپنی منزل مقصود پر پہونچکر مفصل تحریر اخبار پرتاپ و ملاپ میں دیں گے۔ ہم پولیس بلدہ کے تشکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری آنکھوں سے غلطی کے پردے ہٹا کر صاف گوئی پر لگا دیا۔

کل عدالت فوجداری میں تینوں اشخاص پیش ہوئے۔ وہاں ان کے بیانات قلمبند ہونے کے بعد پولیس نے مقدمہ اٹھا لیا۔ یہ تینوں اشخاص گلبرگہ روانہ ہوئے تاکہ وہاں سے ان کے ۲۱ ساتھیوں کو چھوڑ کر کراچی واپس ہو جائیں۔ (صحیفہ ۹ مارچ سنہ ۱۹۳۹ء)

(۲۹) حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کے قیدیوں کی رہائی عنایاتِ آصفی سے ستیاگرہ ملتوی کر دی گئی

یاد ہوگا کہ نام نہاد اسٹیٹ کانگریس نے جو ستیاگرہا جاری کی تھی اس کو ملتوی کرتے وقت ادارۂ مذکور کی جانب سے منجملہ دیگر امور کے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ التوا کا مقصد حکومت کو مہلت دینا اور یہ دیکھنا ہے کہ آیا ستیاگرہا کو ملتوی کرنے کے نتیجہ کے طور پر حکومت کی پالیسی میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ اگر ایسی تبدیلی جو ضروری ہے نہ پیدا ہو تو ستیاگرہا پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ جاری کی جائیگی۔ اس بیان میں جو دھمکی کا پہلو نکلتا ہے اس کے مدنظر حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان مقامی قیدیوں کو رہا نہ کیا جائے جنہوں نے اسٹیٹ کانگریس کی جانب سے جاری کی ہوئی ستیاگرہا کی حالت میں سزا پائی ہے۔ اب مسٹر راما چاری، مسٹر ہنمنت راؤ، اور مسٹر نرسنگ راؤ نے حال میں ایک بیان جاری کیا ہے جس میں حکومت کے اصلاحات ملتوی نہ کرنے کے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اصلاحات کے نفاذ کے لئے نہایت خوشگوار فضا پیدا کرنے کی اپیل کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ ادارۂ مذکور نے ستیاگرہا کو ملتوی کر کے اپنی امن پسندی اور ذات شاہانہ سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ ہمنیز انھوں نے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ

التوا مشروط نہیں تھا اور نہ اس میں کسی قسم کی دھمکی دینے کی نسبت تھی اور نہ بہ سرکاری توقع تھا۔ اس بیان کے مدنظر حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان تمام قیدیوں کو رہا کردیا جائے جنھوں نے اسٹیٹ کانگریس کی طرف سے جاری کی ہوئی ستیاگرہا کے سلسلہ میں سزا پائی ہے لیکن اس معافی کا اثر ان قیدیوں پر نہ ہوگا جو کسی دوسرے ادارے کی جانب سے سیول نافرمانی کرنے کی پاداش میں سزایاب ہوئے ہیں اور جس کی سیول نافرمانی ابھی تک جاری ہے (معلومات عامہ سرکار عالی برائے صحیفہ نشان سی! ای ۳۰ ۲ مورخہ ۵ خورداد ۱۳۴۸ف (صحیفہ ...)

صدر مجلس سے (ھ! ئی. جل ۵ خورداد) صبح کے سوا گیارہ بجے حسب الحکم سرکار عالی ۳۴ کانگریس کے سیاسی قیدیوں کو رہا کردیا گیا۔ اس اطلاع کے معلوم ہوتے ہی دوسرے کانگریسی لیڈر اپنی موٹریں لے کر صدر مجلس بلدہ گئے اور رہا ہونے والے قیدیوں کو پھول پہنانے کے منتظر تھے لیکن منجانب جیل تمام قیدیوں کو موٹر لاریوں میں بٹھا کر ان کے مکانوں پر چھوڑ دیا گیا حکومت سرکار عالی نے اضلاع کے تمام جیلوں کے نام کانگریسی قیدیوں کو رہا کردینے کے احکام جاری کردیے ہیں۔ سنٹرل جیل چنچلگوڑہ سے جو کانگریسی قیدی رہا ہوئے ہیں ان میں مسٹر کاشی ناتھ راؤ ویدیہ، سوامی رام تیرتھ، ڈگمبر راؤ بندو، شاستری گوپال راؤ ولو، ایا (صحیفہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۳۰) پوسارام کا بیان

نامہ نگار خصوصی گلبرگہ مظہر ہے کہ ۲۱ امرداد بہشت ۱۳۴۸ف کو شولاپور سے ستیاگرہ کرنے کے لیے ایک جتھا آیا تھا جس میں ۲۷ آدمی تھے۔ یہ جتھا نیورتی ریڈی وکیل احمد پور کے زیر قیادت تھا جو گرفتار کرلیا گیا اس جتھے میں ایک کمسن لڑکا جس کی عمر ۱۴ سال ہے شریک تھا اس کا نام راميشور ہے اس کا باپ پوسارام ولد سورج مل مارواڑی ساکن شولاپور ہے گلبرگہ آکر جو بیان اجلاس تعلقداری میں دیا وہ نہایت دردانگیز ہے۔

مسمی پوسارام نے بحلف بیان کیا کہ میرا لڑکا مسمی رامیشور معمر ۱۴ سالہ کل صبح نہانے کے بعد گھر سے چلا گیا اور واپس نہیں آیا میں اپنے لڑکے کو ڈھونڈھنے لگا لیکن پتہ نہیں چلا شولاپور کے ایک آریہ سماجی نے جس کا نام مجھے معلوم نہیں یہ کہا کہ لڑکا ستیاگرہیوں کے ساتھ چلا گیا ہے میں نے فوراً اسٹیشن شولاپور سے گلبرگہ کو تار دیا کہ میرے لڑکے کو روک لیا جائے۔ میں کل شام یہاں آیا اور اپنے لڑکے سے مل کر دریافت کیا کہ ستیاگرہیوں کے ساتھ آنا کیسے ہوا اس نے کہا کہ شولاپور کے آریہ سماجی یہ کہہ رہے تھے کہ گلبرگہ بہت اچھا مقام ہے صرف آٹھ یوم گلبرگہ میں رہنا ہوگا اس کے بعد رہائی ہوجائیگی۔ ستیاگرہیوں کو ایک عمدہ باغ میں رکھا جاتا ہے۔ جہاں کثرت سے میوہ دار درخت ہیں تیرنے کے لیے باولی ہے۔ ہر طرح کا آرام ہے اور بہت سارے لڑکے وہاں موجود ہیں۔ جیل میں ہر طرح کا آرام پہونچایا جاتا ہے یہ سن کر میرا لڑکا ریلوے اسٹیشن سے ستیاگرہیوں کے ساتھ ہوگیا۔ شولاپور میں لڑکوں کو فراہم کرنے کے لیے تمام آریہ سماجی اسی طرح کے غلط واقعات تیار رہے ہیں ان کے فریب میں بہت سارے لڑکے آگئے ہیں اور ان کے والدین پریشان ہیں۔ میں شولاپور جاکر یہاں کے تمام واقعات کا اظہار کروں گا اور کارروائی ضابطہ کروں گا۔ میرا لڑکا نابالغ ہے جس کی عمر ۱۴ سال ہے جو اجلاس پر موجود ہے۔ اپنے لڑکے کی طرف سے میں معافی کا خواستگار ہوں مہربانی فرماکر اسے رہا کیا جائے (صحیفہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۳۱) ہمیں دھوکہ دے کر گلبرگہ لائے

نامہ نگار خصوصی گلبرگہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ شولاپور حصے کے ایک ستیاگرہی لڑکے رام لال ولد موہن لال عمرہ ۱۴ سال نے اول تعلقداری گلبرگہ میں حسب ذیل بیان دیا کل صبح دس بجے ایک دوست ریل سے کہیں جارہا تھا تو میں اور رامیشور ولد پوسارام

اس سے ملنے گئے ریلوے اسٹیشن شولاپور پر پہونچے اور دیکھے کہ ستیا گرہیوں کا ایک جتھا موجود تھا اور وہ گلبرگہ جانے والا تھا۔ چند آریہ سماجی ٹکٹ تقسیم کر رہے تھے کہ جو لوگ گلبرگہ جانے والے ہیں لے سکتے ہیں تو ہم دونوں اپنا نام لکھا کر ٹکٹ لیے اور گاڑی پر بیٹھ گئے۔ ہمارا یہ ہی خیال تھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ہم بھی سیر کے طور پر یہاں آ گئے اور یہاں گلبرگہ جیل میں بہت آرام سے رہے تو ہم آ گئے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ ہم کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ ہم کو وہاں شولاپور میں دھوکہ دیا گیا کہ نظام کی ریاست میں دیولیں توڑی جاتی ہیں اس کے بعد یہ واقعات غلط معلوم ہوئے اس لیے میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا اور اس کا اظہار میں نے منتظم صاحب پولیس سے کرنے پر عدالت نے مجھکو رہا فرمادیا۔ (صحیفہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہ کی برکت تلجاپور میں

شولاپور ۱۰ اپریل تلجاپور سے جو یہاں سے تیس میل پر ممالک محروسہ سرکار عالی میں واقع ہے ہندوؤں کی ایک مشہور تیرتھ گاہ ہے۔ ایک اطلاع وصول ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شنبہ کی سہ پہر کو آریہ سماجی ستیاگرہیوں کی ایک جماعت وارد ہوئی جس کو مسلمان مجمع نے جو مختلف آلات سے مسلح تھا سخت زد و کوب کی جب کہ ستیاگرہیوں کو گرفتار کرنے کے بعد پولیس کے تھانہ کو لیجایا جا رہا تھا جس کے نتیجہ کے طور پر تیرہ آدمی زخمی ہوئے جن میں سے دو کو شدید زخم آئے۔

ایک اور اطلاع کی بموجب مسلمان ان مخالفانہ نعروں سے مشتعل ہو گئے جو ستیاگرہی حکومت نظام اور حضور نظام کے خلاف پولیس کے منع کرنے کے باوجود لگا رہے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس مقام کے ہندوؤں نے تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے اور ہڑتال منا رہے ہیں۔ مسٹر یس ٹی ہالنس صدر ناظم کوتوالی اضلاع اور دوسرے اعلیٰ عہدہ داروں

نے بروز دوشنبہ تلجا پور کا معاینہ کیا اور بر سر موقع تحقیقات کی اور ہندو مسلمان لیڈروں سے ملاقات بھی کی مزید تفصیلات کا پتہ نہیں (اسوسی ایٹڈ پریس) (صحیفہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۹ء)

تلجاپور کا فساد

مقامی کوتوالی حالیہ واقعات فساد کی تفتیش کر رہی ہے اس مقدمہ کو بلوہ میں شریک کیا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کوتوالی نے آٹھ مسلمانوں کو برائے تفتیش طلب کیا ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بھی فساد میں شریک تھے۔ دو اور اشخاص کو بھی طلب کیا گیا ہے جن کی نسبت شبہہ ہے کہ ان کا تعلق فساد سے ہے تفتیش مکمل نہیں ہوی۔ تلجا پور کی حالت ناخوشگوار ہے۔

مسٹر پیس ٹی، ہالنس صدر ناظم کوتوالی اضلاع نے ۱۰ ر خورداد کو یہاں کا معاینہ کیا اول تعلقدار صاحب ضلع عثمان آباد و دیگر عہدہ دار اس موقع پر موجود تھے۔ انھوں نے ہندو مسلمانوں کے لیڈروں سے گفتگو سے مفاہمت کی۔ ہندوؤں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ جو جو اشخاص مرتکب جرم ہیں ان کو گرفتار کیا جائے۔ ہندوؤں نے اس امر پر زور دیا کہ ہندوؤں کے گرفتار ہونے تک ہڑتال جاری رہے گی۔ (صحیفہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۹ء)

سیول نافرمانی ہندوستان کے لیڈروں کا تعلق باطنی

بمبئی ۱۰ اپریل۔ مسٹر وی ڈی ساورکر صدر نشین کل ہند ہندو مہاسبھا نے صحافت کے نام ایک بیان میں صراحت کی ہے کہ جہاں تک سبھا کا تعلق ہے تحریک سیول نافرمانی کو حیدرآباد میں اس وقت تک ختم کرنے کا ارادہ نہیں ہے جب تک حکومت نظام اصلاحات کا جیسا کہ وہ نافذ کرنے کا وعدہ کر چکی ہے اعلان نہ کر دے اور سبھا یہ فیصلہ کرنے کے قابل نہ ہو جائے کہ آیا ان سے ان مطالبات کی پوری نہ سہی معقول مقدار میں تکمیل

ہوتی ہے جس کو سبھا نا گپور کے اجلاس میں طے کر چکی ہے (صحیفہ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۹ء)

مسٹر گاندھی اور گھنشام داس گپتا

راج کوٹ ۹ر اپریل مسٹر گھنشام داس گپتا صدر نشین انٹرنیشنل آرین لیگ جو آج شام شولا پور سے یہاں وارد ہوئے ہیں حیدر آباد کے مجاہرہ سے متعلق مسٹر گاندھی سے گفتگو کی (ایسوسی ایٹڈ پریس بنام صحیفہ) (صحیفہ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۹ء)

(۳۲) سزا جرمانہ وقید ایک ملزم کی معافی

۲۷ر اردی بہشت اجلاس اول فوجداری سے حسب ذیل اشخاص کو سزا دی گئی اور ایک ملزم نے معافی چاہی ہے۔

مسمیان بالا نند، وٹھل، نارائن دت، کمار سامی، اور ستیا کا چالان پولیس نے تحت دفعہ ۱۲۲ تعزیرات اور ۱۵ و ۱۲۶ الف ۲۸ دستور العمل تحفظ امن عامہ پیش کیا ہے ملزمین میں سے آخری ملزم ستیا معافی کا خواہاں ہے اور کہتا ہے کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور شہادت سے یہ امر ثابت ہے کہ ملزمین ۲۶ر اردی بہشت کو شام کے چھ بجے چوراہہ گھڑیال سلطان بازار پر آئے اور لوگوں کو جمع کیا اور اشتہارات تقسیم کیے اور زبانی کہا کہ ہندوؤں پر ظلم ہو رہا ہے ان کو قانون شکنی پر آمادہ کیا۔ پولیس کے کہنے پر منتشر نہیں ہوئے۔ لہٰذا دونوں دفعات میں فرد جرم لگائی گئی۔ ایک ملزم معافی کا خواستگار ہے اور بقیہ جیل جانے پر رضامند ہیں۔ ملزمین سب نوعمر ہیں اور ملک سرکار عالی کے رہنے والے ہیں بالا نند، وٹھل، نارائن دت، کمار سامی، پر تحت دفعہ ۱۲۲ تعزیرات پچاس پچاس روپیہ جرمانہ عدم ادائی کی صورت میں تین ماہ قید سخت اور تحت دستور العمل پچاس پچاس روپیہ جرمانہ ورنہ تین ماہ قید سخت۔ ملزم ستیا کو ہر دو جرم میں پانچ پانچ روپیہ جرمانہ۔ ملزم خواہان معافی ہے،

اس لیے سرکار سے سفارش کرتے ہیں کہ اس کو معاف کر دیا جاوے (صحیفہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۳۳) رائے مرلیدھر فتح نواز ونت صدر المہام انگریزی آگرہ کے نواسہ کا معافی نامہ

مسمی شمشیر بہادر ولد دیوی دیال عمر ۱۷ سال طالب علم آگرہ نے اول تعلقدار صاحب ضلع گلبرگہ کے سامنے حسب ذیل بیان دیا:-

"میں سینٹ جانس کالج آگرہ میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھتا تھا۔ کھنڈ ایر میں پڑھتا تھا۔ میرے والد آگرہ کے تحصیلدار ہیں۔ میرے نانا کا نام رائے مرلیدھر ہے۔ جو یہاں کے ڈالر وزیر تھے میرے والدین کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے کہ میں جیل خانہ میں ہوں۔ میرے بڑے بھائی جگدیش بہادر گوالیار میں سب کورٹ انسپکٹر ہیں۔ میں خود گوالیار اسٹیٹ کی ٹریننگ کو جانے والا تھا۔ میرا ایک سال غارت ہو گیا۔ میں والد کی ناراضی سے بھرتی ہو کر یہاں آکر جیل میں پھنس گیا۔ میں اس حد تک نادم ہوں مجھے معاف فرما کر چھوڑ دیا جاوے۔ میں کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔" (صحیفہ ۱۸ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۳۴) عبادت کی اجازت

سورج بھان ولد سیڈیٹ نارائن راؤ عمر ۲۰ سال پیشہ دکان داری آگرہ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے ۵ خورداد ۱۳۴۸ ف حسب ذیل بیان دیا:-

"میں صرف گھومنے کے لیے چلا آیا کیونکہ ٹھیکٹ کا کھانا ملا۔ مفت کرایہ ملا۔ اس وجہ سے یہاں سبھا میں بھرتی ہو کر چلا آیا۔ ہم کو بتلایا گیا تھا کہ حیدرآباد میں ھرم کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے یہاں آکر دیکھا کہ محبس میں عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے تو مندروں میں بھی عبادت کرنے کی اجازت ہو گی۔ پس مجھکو معاف کر دیا جاوے اور چھوڑ دیا جاوے۔

(۳۵) سیر و تفریح اور روپیہ کا لالچ

سیونا رائن ولد رام چند عمر ۸ اسال پیشہ دستکاری اکبر آباد نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے ۸ رخورداد ۱۳۴۷ ف حسب ذیل بیان دیا۔

میں کچھ روپیہ کی لالچ اور کچھ سیر و تفریح کے لیے ہندو سبھا میں بھرتی ہوا اور یہاں چلا آیا جب جیل میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ ہم غلط فہمی میں ہیں اور جیل خانہ میں عبادت کرنے کی اجازت ہے باہر بھی ایسی ہی عبادت کی اجازت ہوگی۔ مجھکو معاف کرکے چھوڑ دیا جائے میں پھر کبھی نہیں آؤں گا۔

(۳۶) کوئی ظلم نہیں ہو رہا ہے

بنارسی لال ولد بھائی لال عمر ۵ اسال پیشہ تجارت آگرہ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے حسب ذیل بیان دیا۔ "میری ذاتی دکان پارچہ کی ایک دہلی ایک بمبئی اور ایک آگرہ میں ہے۔ میں بھی ہندو سبھا کی چکر میں آگیا اور یہاں آکر دیکھا کہ ہندوؤں پر کوئی ظلم نہیں ہو رہا ہے خاص جیل میں آزادی سے عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے باہر کا بھی اب یہی حال معلوم ہوا ہے معاف کیا جائے۔"

(۳۷) تم الو ہو کہ اتنی دور آئے

سیورام ولد ظالم سنگھ عمر ۵ اسال پیشہ تاج محل بنانا ساکن آگرہ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے حسب ذیل بیان دیا۔ "ہندو مہاسبھا آگرہ نے مجھکو شولاپور پر بھرتی کرکے لایا تھا۔ مجھکو شولاپور تک ایک ٹکٹ دلایا گیا ہوں۔ میں نے ماں باپ کا ایک ہی لڑکا ہوں یہاں آنے کے بعد یہاں کے اہل ہنود نے مجھ سے کہا کہ تم الو ہو کہ اتنی دور آئے ہو یہاں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے اب میں نادم ہو گیا ہوں مجھکو معاف کیا جائے۔ میں پھر اس تحریک میں شریک رہوں گا تو بہ تو بہ کرتا ہوں۔"

ہندو پر کوئی ظلم و ستم نہیں

(۳۸) گنگا رام ولد موہن کارام، وینکٹیش ولد ساہوسا، ایمینٹ ولد ستیل داس، وٹھری بھوپ ولد دیارام، بھیم جی ولد شیم جی، نے مہتمم صاحب جیل گلبرگہ کی خدمت میں گزارش کی:

ہم دو کہیں کراچی سے حیدر آباد آئے ستیاگرہ کرنے آئے تھے جو گرفتار ہو کر سزا پائے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے تین آدمی مسمیان منگٹ رام کپٹن، مہا دوروٹ کپٹن، واندیال جو ستیاگرہ کرنے حیدر آباد گئے تھے آج واپس آ کر ملاقات کی اور ہماری غلط فہمی کو یہ دیکھ کر دور کر دیا کہ وہ حیدر آباد گھوم کر دیکھ چکے ہیں کہ حیدر آباد میں ہندوؤں پر کوئی ظلم و ستم نہیں ہوتا ہے اور مذہبی رسومات بھی پورے ہوتے ہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہم اس محبس میں تقریباً نو دس دن ہوئے کہ مقید ہیں ہم کو اپنے مذہبی فرائض انجام دینے کی اجازت ہے اور ہم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اب تین آدمیوں نے کہا ہے درست ہے۔ اس لیے ہم کو اب رہا کر دیا جائے اور جیسا کہ ہمارے بھائیوں کو حیدر آباد سے لے کر کراچی تک مع خرچ ٹکٹ ملا ہے اس لیے ہم کو بھی ٹکٹ وغیرہ دلایا جائے تاکہ ہم واپس وطن کو جائیں۔ اور آئندہ ہم اس کام میں بغیر دیکھے بھالے کبھی شریک نہ ہوں گے۔ لہٰذا ہماری غلط فہمی کو مدنظر رکھ کر معاف کیا جائے۔"

(۳۹) آریہ سماج کے بہکاتے پر آگیا

تکارام ولد بھیشاہ عمر ۱۳ سال مزدور پیشہ ہمنا باد نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے حسب ذیل بیان مورخہ ۱۳ اسفند ۱۳۴۸ف کو دیا:-

میرے ماں باپ یا بیٹے ہیں میں لاپور گرنی میں ملازم ہوں۔ مکشتی مل میں روزانہ آریہ سماج میں تقریر سننے جاتا تھا کہ حیدر آباد میں دھرم پرچار کرنے نہیں دیتے اس لیے ستیاگرہ کرنے چلو

ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھکو اس کا علم نہیں۔ آریہ سماج کے بہکانے پر میں ۱۰ آدمیوں کے جتھے میں آگیا۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوی معاف کرکے چھوڑدیا جاے۔ پھر کبھی نہیں آؤنگا میں یہاں سے سیدھا ہمنا باد میرے والدین کے ساتھ جاؤں گا جو مجھ کو لے جانے آئے ہیں۔ وہ خود پریشان ہیں اور میں بھی"

(۴۰) گاؤں دکھانے کا بہانہ

ڈگمبر راؤ ولد گوبند کلکرنی عمرہ ۱ سال ملازم دکان بزاز شولاپور نے اول تعلقدار صاحب کے سامنے حسب ذیل بیان دیا :- "میں کپڑے کی دکان میں ملازم ہوں۔ میں ساورکر کے سبھا میں جایا کرتا تھا وہاں مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تم ہمارے ساتھ آؤگے میں نے دریافت کیا کہاں ؟ تو مجھ سے کہنے لگے کہ گاؤں دکھانے لیجاتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں بھی آتا ہوں۔ اس وقت مجھ سے کہا گیا کہ ستیاگرہ کرنے چلو کھانا ملے گا۔ مزے میں رہیں گے۔ ہندو مہاسبھا کے جتھے میں آگیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھے معلوم نہ تھا۔ میرے ماں باپ کو اس کا علم نہیں تھا۔ میں دھوکہ میں آگیا مجھکو معاف کرکے چھوڑ دیا جائے" (صحیفہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۴۱) ستیاگرہ کس بلا کا نام ہے

رام لال ولد موہن لال عمرہ ۱ سال پیشہ مزدور ساکنہ شولاپور نے بتاریخ یکم خورداد ۱۳۴۸ف اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے حسب ذیل بیان دیا۔ "میری دکان سنار کی ہے میں سناری کام کرتا ہوں۔ ہمارے پڑوس میں ایک شخص برہمن تھا۔ اس نے کل صبح دس بجے میرے پاس آکر کہا کہ میں گاؤں کو جارہا ہوں تم مجھ کو اسٹیشن پہونچا کر اپنے گھر چلے جانا۔ میں اس کے ساتھ اسٹیشن پر آگیا۔ اس کے پہلے

ایک دن میں سبھا گیا تھا۔ وہاں ہندو مہا سبھا کا لکچر سنا تھا۔ اور میں اپنا نام سبھا میں لکھایا تھا کہ میں ستیاگرہ کروں گا۔ ستیاگرہ کس بلا کا نام ہے مجھکو معلوم نہیں۔ اسٹیشن پر ایک جتھا موجود تھا میں بھی ان کے ساتھ ٹرین میں بیٹھ گیا اور گلبرگہ پہونچ گیا مجھ سے ناواقفی ہوئی مجھکو رہا کر دیا جائے۔ میں اپنے والدین کے بلا علم کے آ گیا ہوں۔

(۴۲) سبھا کے دھوکہ میں آگیا

رامیشور ولد پوسارام عمر ۱۴ سال پیشہ سنار نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے حسب ذیل بیان دیا:۔ "میں سنار کا کام کرتا ہوں میں ہندو سبھا میں پانچ چھے دن تک لکچر سننے گیا تھا۔ اور میں اس سبھا میں نام لکھا دیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے میں اب تک نہیں سمجھا۔ سبھا کے لوگ ہم کو کہتے ہیں ستیاگرہ کرنا دھرم کا کام ہے۔ اس پر میں بلا سوچے سمجھے شریک ہو گیا میرے والدین کو اس کا علم نہیں ہے میں ان کے بلا علم و اطلاع کے یہاں آ گیا۔ میرے والد پوسارام شولاپور سے پریشان ہو کر گلبرگہ آئے میں محبس میں رہنا نہیں چاہتا۔ میں سبھا کے دھوکہ میں آ گیا۔ مجھکو معاف کر دیا جائے میں آئندہ کسی تحریک میں شریک نہیں ہوں گا۔"

(۴۳) مجھکو چھوڑ دیا جائے

مینڈ ت نارائن کملاپور ولد نارائن راو عمر ۲۰ سال پیشہ درزی ساکنہ بھی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں درزی کا کام کرتا ہوں میں اکل کوٹ میں تھا وہاں سے شولاپور گیا تھا۔ میں ہندو سبھا کے لکچر سننے جایا کرتا تھا۔ وہاں اشتعال آمیز تقاریر سے متاثر ہو کر والنٹیری میں شریک ہو گیا۔ مجھے ستیاگرہ کیا چیز ہے معلوم نہیں ہے مجھے معاف کر کے چھوڑ دیا جائے میں کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔"

(۴۴) مجھکو معاف کردیا جائے

گوبند سرینواس ڈیسپانڈے عمر ۱۷ سال پیشہ درزی ساکن کوٹھاپور اسٹیٹ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے کہا کہ ہم کوٹھاپور سے ۱۰ ہندو مہا سبھائی لیے شولاپور آئے تھے ان میں سے ایک ایک شولاپور سے علیحدہ علیحدہ بھیجا گیا۔ مجھکو یہاں روانہ کیا گیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھکو معلوم نہیں تھی ہندو سبھا سے دریافت کیا گیا کہ ستیاگرہ کیا چیز ہے کہا گیا کہ چلو چلو تم کو وہاں معلوم ہوجائیگا اس لیے میں ان کے ساتھ آگیا میرے گھر والوں کسی کو بھی علم نہیں ہے۔ یہ سبھا اشتعال انگیز تقریر کرتا ہے تو مجھکو جوش آگیا مجھکو معاف کرکے چھوڑدیا جائے آئندہ کبھی ایسی تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔"

(۴۵) نوکری نہ ملنے سے بھرتی ہوگیا

پرشوتم ساکن امراوتی نے معافی مانگتے ہوئے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے "امراوتی کا باشندہ ہوں وہاں سے ۱۷ آدمیوں کو بھرتی کرکے ہندو سبھا نے شولاپور بھیجدیا۔ ملازمت نہ ہونے کی وجہ سے میں اس میں بھرتی ہوگیا مجھکو ستیاگرہ کرنے بھی کہا گیا میں اس میں شریک ہوگیا ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھکو معلوم نہیں مجھکو معاف کرکے چھوڑدیا جائے۔"

(۴۶) دھوکہ باز وکیل کے ساتھ ہوگیا

جیاوران ولد ملہار رام عمر ۲۵ سال پیشہ ملازمت خانگی تلجاپور ضلع عثمان آباد نے ۷ خورداد ۱۳۴۸ف کو اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ میں شولاپور میں ایک دوکان میں ملازم تھا۔ ایک روز سینو۔ بی ریڈی وکیل نے راستہ میں ملکر کہا کہ حیدرآباد میں ستیاگرہ کرنے چلیں گے۔ وکیل نے ملازمت دلانے وطن کو لے جانے کی ترغیب دی گیا میں اس دھوکہ باز وکیل کے ساتھ ہوگیا اور یہاں آکر پھنس گیا اور اس وقت جیل خانہ میں ہوں مجھے ایسی زندگی نہیں بھاتی۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا معاف کرکے چھوڑدیا جائے۔"

(۴۷) جیل کی زندگی اچھی نہیں معلوم ہوئی

سیمبھا توم مرہٹہ عمر ۱۶ سال پیشہ ملازمت خانگی ساکن نانڈیڑہ ضلع پربھنی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیتے ہوئے ۷ خورداد ۱۳۴۸ف کو کہا کہ :-

ہندو مہاسبھا کے لوگ ہمارے ضلع میں بھی پرچار کرتے آتے تھے مجھکو دھوکہ دیکر اپنے ذاتی مصارف پر شولاپور لائے اور اس کے بعد میاں ریٹی سے لاکر مجھ کو پھنسا دیا جیل کی زندگی مجھکو اچھی نہیں معلوم ہوئی۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھکو معلوم نہیں ہے کہ جیل خانہ میں ڈالیں گے۔ ورنہ میں ہرگز نہیں آتا دھوکہ دیا گیا۔ توبہ توبہ کرتا ہوں معاف کرکے چھوڑ دیا جائے۔ (صحیفہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہیوں کے بیانات

(۴۸) وامن ولد ملہار عمر ۱۹ سال پیشہ درزی ساکن پونہ نے ۷ خورداد ۱۳۴۸ف اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ :-

بیکار تھا شولاپور کو بلاکٹ لانے کے لئے آیا تھا ہندو سبھا کے جال میں پھنس گیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھکو معلوم نہیں۔ میں اپنے ماں باپ کی اطلاع بغیر آیا ہوں مجھے معاف کرکے چھوڑ دیا جائے"

(۴۹) کرشنا جی پرشوتم بابیٹ عمر ۲۵ سال پیشہ باورچی ساکن جھاڑہ کلابہ بمبئی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ میں جھاڑہ میں ۱۷ آدمیوں کے ساتھ بھرتی ہوکر ہندو سبھا کے سماج شولاپور آیا تھا ستیاگرہ کرنے آیا تھا ستیاگرہ یہاں کا بہت ہوگا ہے مجھے معاف کردیا جائے میں اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا"

(۵۰) بابو مرہٹہ عمر ۲۴ سال پیشہ تجارت جوسالہ ضلع بیڑ نے اول تعلقدار صاحب ضلع گلبرگہ کے سامنے ۷ خورداد ۱۳۴۸ف بیان دیتے ہوئے کہا کہ :-

میں تجارت کرتا ہوں آریہ لوگ آتے تھے اور کہتے تھے کہ چلو ستیاگرہ کرو کھانے کو ملے گا۔ عزت سے یہاں رہو گے۔ اس قسم کی تقریر مکانوں کی چھت پر آدمیوں کو جمع کرکے کیا کرتے تھے میں بھی ان کے دھوکہ میں آگیا۔ مجھکو

اپنے مقام سے روپیہ دیکر شولاپور لایا گیا۔ اور یہاں جتھے میں آگیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں جیل کی زندگی مجھ کو بھی نہیں معلوم ہوتی مجھکو اس کا علم تھا مجھ کو جیل خانہ میں رہنا ہوگا مجھ کو ریل میں بٹھایا گیا جب پوچھا گیا کہ کہاں لے جاتے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ تم کو کیا پڑا ہے تم ہمارے ساتھ چلو۔ توبہ کرتا ہوں مجھے معاف کر کے چھوڑ دیا جاوے "

(۵۱) رام چندر ولد بھیرا و عمر ۲۶ سال پیشہ بے روزگار ساکن شولاپور نے ۵؍ خورداد سنہ ۱۳۴۸ ف اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ میں سابق میں شولاپور ڈسٹرکٹ پولیس کا کانسٹبل تھا بسبب غیر حاضری برطرف ہوا۔ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں باورچی کا کام کرتا تھا۔ کرشنا پرشوتم پاپٹ جو وہ بھی باورچی ہے ہمارے ساتھ جتھے میں گلبرگہ آج آیا ہے۔ میں نے ملازمت کے لیے کرشنا پرشوتم پاپٹ سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ ملازمت کی کیا فکر کرتے ہو ستیاگرہ کرنے گلبرگہ چلو۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ اس شخص نے مجھکو دھوکہ دے کر یہاں لایا ہے اگر مجھکو یہ معلوم ہوتا کہ ایسی زبون حرکت کرنے سے جیل میں پڑا رہنا ہے تو میں کبھی ان کے ساتھ نہ آتا اب مجھے معاف کیا جاوے آئندہ میں کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا اور نہ ایسی تحریک میں شریک ہوں گا۔ میں ہندو سبھا کی جانب سے آیا ہوں۔ میرا بھائی سن کر خبر پا کر شولاپور سے یہاں مجھکو لے جانے آیا ہے۔ براہ کرم مجھکو اس کے حوالہ کر دیا جاوے۔ ابھی مجھکو سزا نہیں ہوئی ہے۔ آج میں صبح ساڑھے دس بجے کی گاڑی سے آیا ہوں۔ میں یہ بیان کرشنا پرشوتم پاپٹ کے سامنے دیا ہوں جو اس وقت حاضر ہے میں یہ بیان اپنی خوشی سے دے رہا ہوں اور میں یہ بیان حلفاً دے رہا ہوں۔ مجھکو کسی ملازم مجلس نے مجبور نہیں کیا۔

(۵۲) بھگوان داس اور منولال عمر ۲۶ سال پیشہ خانگی مدرس آگرہ نے صاحب ضلع گلبرگہ کے سامنے ۵؍ خورداد سنہ ۱۳۴۸ ف معافی نامہ داخل کرتے ہوئے کہا میں جلد تو سبھا اور آریہ سماج کے چکر میں آگیا اور جوار کی روٹی نے ہم کو ٹھنڈا کر دیا۔ مدیا فت کرنے پر

معلوم ہوا کہ یہاں عبادت کرنے میں کوی رکاوٹ نہیں ہے اس وجہ سے کہ جیل خانہ میں سب قیدیاں عبادت کر رہے ہیں معاف کیا جاے۔

(۵۳) ادیب کیشو رولد بابورام عمر ۱۶ سال پیشہ طالب علم بریلی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے ۸ خورداد ۱۳۴۸ ف بیان دیتے ہوے کہا کہ:۔

خانگی مدرسہ بریلی میں تعلیم پایا ہوں میرے والد دیوی ابیل میں ملازم ہیں۔ جتھے کے لوگوں نے مجھے کہا کہ حیدرآباد میں ظلم ہو رہا ہے ستیاگرہا کرنے چلو۔ ستیاگرہا کا پورا مطلب تو مجھ کو معلوم نہیں۔ لیکن بریلی میں یہ کہا جاتا ہے کہ حیدرآباد میں ہاون تک نہیں کیا جاتا۔ لیکن میں نے یہاں آکر دیکھا کہ قیدیوں کو ہاون تک کرنے دیا جاتا ہے اور یہاں قیدیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا جاتا ہے تو کوئی عجب نہیں کہ باہر ہندو زیادہ آزادی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہوں گے اس سے پتہ چل رہا ہے کہ حیدرآباد میں امن ہے اور کسی قسم کی ظلم و زیادتی نہیں ہوی ہے۔ میرا ایک روپیہ شولاپور ستیاگرہا کیمپ میں جمع ہے اور میں جب شولاپور میں تھا میرے والد کے یہاں سے میری والدہ کی علالت کا تار آیا تھا۔ آئندہ کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ مجھ کو دھوکہ دیا گیا پس معافی نامہ داخل کرتا ہوں رہا کر دیا جاے۔ (صحیفہ ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۵۴) سدارام ولد سیو لنگیا پیشہ ملازم شولاپور نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے ۵ خورداد ۱۳۴۸ ف اپنا بیان دیتے ہوے کہا کہ بہکانے لوگوں کے کہنے پر میں یہاں دوسرے لڑکوں کے ساتھ آگیا ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوی ہے میں کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاے۔

(۵۵) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے شنوبا ولد ابا عمر ۱۸ سال پیشہ مزدوری شولاپور نے معافی مانگتے ہوے بیان میں کہا کہ میں شولاپور میں مزدوری کرتا ہوں ہندو مہاسبھا کے جتھے والوں نے کہا کہ تم کیوں مزدوری کرتے ہو۔ حیدرآباد میں کھانے کو عمدہ غذا ملتی ہے ہمارے ساتھ چلو۔ ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں ان کے دھوکہ میں آگیا۔

میں معافی مانگتا ہوں پھر کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا مجھ کو رہا کر دیا جائے۔

(۵۶) بھیمنا ولد کشن عمر ۴۳ سال پیشہ زراعت ساکن اورنگ آباد حال سکونت شولا پور نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بہ رضا و رغبت خود بیان دیتے ہوئے کہا اسی ریڈی وکیل نے مجھ کو شولاپور سے بہکا کر یہاں لایا اور یہ کہا کہ یہاں ستیاگرہ کرنا ہے چلو۔ ستیاگرہ کس چیز کا نام ہے مجھ کو معلوم نہ تھا اور لوگ آرہے تھے میں ان کے ساتھ ہو گیا اور یہاں آکر پھنس گیا معافی دی جائے۔ آئندہ ایسی حرکت نہ ہوگی۔ میرا تعلق ہندو سبھا سے ہے۔

(۵۷) وشوناتھ عمر ۱۲ سال ملازم دکان بزاز شولا پور نے بہ رضا و رغبت صاحب صدر محبس گلبرگہ کے سامنے بیان میں کہا کہ مجھے مہاسبھا ساورکر کے لوگوں نے جبیا دگمبر کو دھوکہ دیا اسی طرح میں بھی ان کے دھوکہ میں آگیا ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو اس کا علم نہیں ہے معافی چاہتا ہوں چھوڑ دیا جائے کسی ایسی تحریک میں شریک نہ ہوں گا (صحیفہ ۱۴ م)

ایک ہزار آریہ سماجیوں کی ستیاگرہ

شولاپور ۲۰ اپریل۔ پنڈت دھرندرا شاستری جو ڈکٹیٹر آریہ سماج ۲۲ اپریل کو غالباً ایک ہزار رضاکاروں کے ساتھ ستیاگرہ کرنے والے ہیں ایک بیان میں کہتے ہیں کہ "بلا لحاظ فرقہ یا مسلک تمام سناتنی سکھ جین حتی کہ نصرانی اور مسلمان بھی ہماری تحریک میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اگر انھیں مذہبی آزادی کے مقاصد کا احساس ہو" پنڈت شاستری اپیل کرتے ہیں کہ ۲۲ اپریل کو سارے ہندوستان میں "چوتھا یوم حیدرآباد" منایا جائے۔

گجرات کا اس کی ہمدردی اور امداد کے لیے شکریہ ادا کرتے ہوئے پنڈت شاستری جو احمد آباد ناڈیاڈ، آنند، (سورت) بمبئی، اور پونہ کے دورہ کے بعد آج صبح واپس آئے ہیں۔ گجرات اور آریہ سماج کے گہرے اور ناقابل تنسیخ رشتوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ

کہتے ہیں کہ گجرات نے آج ہندوستان کو ایک گاندھی دیا۔ یہ وہی گجرات ہے جس نے کل ہندوستان کو ایک دیانند دیا تھا۔ آریہ سماج جو آج ہندوؤں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ہندو اتحاد کا کام کر رہی ہے دیانند کا امنٹ ورثہ ہے۔ وہ گجراتیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ریاست نظام میں ویدک دھرم کے ناموس اور عین وجود کے لیے موت وحیات کی جو کشمکش جاری ہے اس میں شریک ہو جائیں تاکہ فتح حاصل کی جائے (ا۔ب) صحیفہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۵۸) گلبرگہ میں چھے ستیاگرہیوں کی رہائی

گلبرگہ ۱۹ اپریل۔ دوران ہفتہ میں تقریباً ایک سو ستیاگرہی گرفتار اور سزایاب ہوئے۔ بندھ کے چھ ستیاگرہیوں کو اظہار افسوس کے بعد رہا کر دیا گیا۔ (صحیفہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۹ء)

صدائے حق

(۵۹) (از حق گو پرشوتم آنند گری۔ عرضی بریلوی

برائے ملاحظہ مہاساو ہو سبھا بنارس و سرو دیشک آریہ پرتی ندھی سبھا دہلی

اوائل فروری ۱۹۳۹ء سے بولی خاص کر روہیلکھنڈ ڈویژن میں ریاست حیدرآباد کے خلاف آریہ سماج کی جانب سے بڑے زور و شور سے مظاہرے ہو رہے تھے جس کی بنا پر اکثر مقامات پر ہندو مسلم فسادات ہوئے اور کثیر التعداد افراد مجروح ہوئے اور کچھ جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ ستیاگرہ کا باعث ہندوؤں پر اتیاچار بتلایا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل امور

منجانب آریہ سماج شکایتہً پبلک میں پیش کیے جاتے رہے :-

(۱) ہندوؤں کے منادر میں اہل اسلام و حکومت گائے کا گوشت پھنکواتے ہیں۔

(۲) منادر میں ہندو کو کیرتن و پوجا کرنے نہیں دیا جاتا۔

(۳) ہندوؤں کے جلوس بلا اجازت حکومت نہیں جا سکتے اور نہ وقت پر اجازت ملتی ہے برخلاف اس کے اہل اسلام کو جلوس کے نکالنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) تبلیغ اسلام بزور حکومت کی جاتی ہے۔

(۵) ہندو یا آریہ سماج بلا اجازت کوئی تعمیر نہیں کر سکتے ہیں۔

(۶) چھتر پتی سیواجی کا نعرہ لگانا یا ان کا فوٹو رکھنا بلکہ دیگر نعرے لگانا قطعی ممنوع بلکہ گناہ سمجھا جاتا ہے۔

(۷) آریہ سماج قیدیوں کے ساتھ بدترین سلوک کیا جاتا ہے۔

(۸) ایک لڑکی کے اغوا کے سلسلہ میں ایک گاؤں میں تین اشخاص اور وید پرکاش کا قتل نہایت بے رحمی سے کیا گیا۔

(۹) بادشاہ وقت تبلیغ میں ذاتی طور پر دلچسپی و حصہ لیتے ہیں۔

یہ تمام واقعات میرے کانوں تک پہونچے اور جوش مذہبی نے مجھکو اس درجہ مجبور کیا کہ میں ستیاگرہ کے ارادہ سے ایک جتھے کے ساتھ ستیاگرہ آشرم آریہ سماج شولاپور آپہونچا۔

۳۰ مارچ سنہ ۱۹۳۹ء کو ایک آریہ سماجی جتھے کے ساتھ جن کا ڈکٹیٹر اجودھ وروا آلم کا شاستری ایک ۲۵ سالہ نوجوان تھا اور جس کی سرکردگی میں چالیس ستیاگری تھے میں بھی روانہ ہوا اور اسٹیشن روانگی پر جتھے کے ساتھ اتر پڑا۔ اور دوسرے دن پیدل گلبرگہ پہونچا۔ جہاں میری اور ڈکٹیٹر جتھے سے افسران مقامی کی گفتگو ہوئی جس پر ہم دونوں اس پر رضامند ہو گئے کہ بچشم خود حقیقت کا معاینہ کریں۔ پس بلا کسی مظاہرہ کے زیر سرکردگی اجودھ ووالہ جتھے آریہ سماج مندر میں جا کر مقیم ہو گیا۔ جب کہ میں نارائن سوامی و لالہ خوشحال چند خورسند سے جیل میں ملاقات کر رہا تھا تو جتھے نے ستیاگرہ کر دیا۔ جیل سے واپس ہو کر واقعات کے معلوم کرنے کا شوق ترقی پذیر تھا۔ اس لیے

میں نے پبلک سے ملنا اور معلومات حاصل کرنا شروع کیا۔ چند و پبلک سے ریاست تعلقات نے حیدرآباد و بیدر عثمان آباد تلجاپور اور لاتور کے دیکھنے اور سیر گردی میں بڑی سہولتیں پیدا کر دیں۔ چنانچہ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس کو مختصراً درج ذیل کرتا ہوں۔

اہل اسلام و اہل ہنود کی عبادت کے لیے زمانہ قدیم سے مساجد و منادر بنے ہوئے ہیں جو زیادہ تر پہلو بہ پہلو ہیں اور جملہ شہروں و مضافات میں موجود ہیں۔

منادر کے اخراجات وغیرہ کے لیے حکومت نے جاگیرات و جایداد بطور معاش دے رکھی ہے اور یہ جاگیریں اور معاشیں اب تک جاری ہیں۔

چھوتوں کے منادر جا بجا ہیں۔ اہل مسیح کے کلیسا وغیرہ ہسپتال اور اسکول بیرون آبادی ہیں۔ آریہ سماج کے منادر شہروں اور بعض دیہات میں اکھاڑوں کے نام سے موسوم اور کرایہ کے مکانات میں قایم ہیں۔

پارسی برہمو سماج تھیاسفسٹ عبادت گاہیں بلدہ حیدرآباد میں موجود ہیں اور ان کو بھی امداد رقمی منجانب حکومت ملتی رہتی ہے۔ اہل سناتن دھرم۔ لنگایت، ریڈی کی آبادی بہت ہی زیادہ ہے۔ جو متمول۔ صلح کل۔ اہل مراتب با عزت لوگ ہیں۔

غیر مسلم آبادی کا بیشتر حصہ قوم لنگایت کے افراد پر مشتمل ہے۔ تجارت، زراعت و ساہوکاری اسی قوم کے ہاتھوں میں ہے۔ مواضعات میں اکثر پٹیل لنگایت ہیں یا ریڈی قوم کے ہیں۔ دیہاتی باشندگان ناخواندہ دکھائی دیتے ہیں لیکن شہری باشندگان خواندہ و تعلیم یافتہ ہیں گو شہروں میں اہل اسلام و اہل ہنود کم و بیش مساوی تعداد میں ہیں مراتب و مدارج رکھنے والوں میں پھر بھی تعداد اہل ہنود زیادہ ہے موجودہ فضا کے اسباب کے مد نظر اس موقع پر قوم لنگایت کے مختصراً حالات بیان کر دینا آپ کے لیے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

صوبہ گلبرگہ شریف کی غیر مسلم آبادی کا ⅕ حصہ تقریباً لنگایت افراد پر مشتمل ہے۔ یہ افراد اپنے کو نسلاً ڈراوڈین بتلاتے ہیں۔ ان کی مادری زبان کنڑی و تلنگی ہے اور اپنے کو ڈراوڈین تہذیب ادب و زبان کا حامل و محافظ سمجھتے ہیں اور اپنے مذہب کو آریائی ویدک دھرم سے قدیم قرار دیتے ہیں۔ ایک خدا کو پوجتے ہیں جس کو "شیو" کہتے ہیں۔ گلے میں ڈنڈے پر لنگ باندھتے ہیں۔ کیدارناتھ مٹھ کے تحت ان کا مذہبی نظام ہے۔ اپنے گرو جنگم کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اپنے جملہ مراسم جنگم ہی سے ادا کراتے ہیں۔ برہمن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ موت کو وصل سمجھ کر خوشی مناتے ہیں۔ چنانچہ نعش کو بناؤ سنگھار کر کے مثل دولہا باجے گاجے کے ساتھ دفن کو لے جاتے ہیں۔ تعلق از دواج بذریعہ معاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے دولہا دلہن کا بالغ و عاقل ہونا ضروری ہے۔ فریقین کو فسخ معاہدہ ازدواج کا حق ہے۔ اس لیے ازدواج مکرر ان کے پاس جائز ہے ان کے مردے سپرد خاک کیے جاتے ہیں۔ نذر آتش کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ مورتی پوجا ان کے پاس جائز نہیں ہے۔ سری بسویشور و سری چن بسویشور کو اپنے مذہب کا مجدد و مہارشی مانتے ہیں۔ یہ قوم گوشت خوار نہیں ہے نشہ سے سخت پرہیز کرتی ہے۔ کیونکہ مذہباً اس کے استعمال کی امتناع ہے۔ طریقہ معاشرت وہی ہے جو عام طور پر اہل ہنود کی ہوا کرتی ہے۔ چار ورنوں کی مخالف ہے۔ اس قوم میں۔ دھوبی، چمار، تیلی، بڑھائی، لوہار اور گولی ہیں۔ گو پیشہ علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن آپس میں بھائی چارہ اور مساویانہ سلوک اور برتاؤ ہوتا ہے مذہباً تبلیغ جائز ہے اسی طرح اضلاع تلنگانہ میں ریڈی لوگ ہیں جو نسلاً ڈراوڈین ہیں۔ ان کی زبان تلنگی ہے اور اکثر ریڈی مذہب لنگایت کے پیرو ہیں۔ یہ ہر دو اقوام اہل اسلام کا کھانا تو کجا ان کے چھوئے ہوئے پانی کو تک استعمال نہیں کرتے۔ لباس و طریقہ زندگی ہندوانہ ہے۔ لیکن آرین تہذیب و مذہب آریہ سماج کی کوئی مخصوص آبادی نہیں ہے۔ بلکہ سناتن دھرمیوں کو شدھ کر کے ان کے نام بدل کر اپنے سماج میں شامل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ سناتن دھرم کے نوعمر لڑکے ان میں زیادہ شریک پائے جاتے ہیں اور ان کے رجحانات زیادہ تر سیاست کی طرف

ڈلے ہیں۔ پارسیوں کی آبادی بہت کم ہے اسی طرح جین مت والے بھی کم پائے جاتے ہیں یہ ہر دو طبقے طبعاً صلح پسند اور نہایت ہی متمول ہر مقام پر پائے گئے۔

جین، سناتن دھرم، لنگایت، مناور، معابد بڑی اچھی حالت میں ہیں۔ جہاں برابر مراسم مذہبی ادا ہو رہے ہیں۔ اہل اسلام یا حکومت کی جانب سے کوئی مزاحمت یا رکاوٹ پیدا نہیں کی جاتی۔ اہل مسیح کی عبادت گاہیں بھی آباد و پر رونق ہیں

ریاست حیدرآباد میں گاؤکشی بہت کم ہوتی ہے۔ اب سے قبل شاہ وقت نے گاؤکشی کو قطعاً بند کرنے کا فرمان جاری کیا تھا لیکن بدامنی و بے چینی کے خیال سے اس حکم کو مسترد کر کے بزمانہ عید گاؤ و شتر کی قربانی کو ممنوع قرار دیا ہے جس کو تقریباً ۱۹ - ۲۰ سال کا عرصہ ہوتا ہے اور اس پر کافی عمل ہے۔ آریہ سماجی تحریک کو اس ملک دکن میں قدم رکھ کر مشکل ۱۲ - ۱۵ سال کا عرصہ ہوتا ہے لیکن اب سے پانچ سال قبل تک آریہ سجنوں کو بھی شکایت نہ تھی معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب کہ ہندوستان میں "ہریجن پونہ پاکٹ" کا سوال درپیش تھا اور مختلف طبقات اہل ہنود ان کو ملا لینے کے تدابیر پر غور کر رہے تھے تو دکنی آریہ سماجی بھائیوں نے بھی بیرونی اثرات کے تحت ان کو شدھ کرنے کی جانب توجہ کی تو لنگایت برادران نے اس اقدام کو پسند نہیں کیا جس پر آریہ سماجیوں نے لنگایتوں کے عقاید و مذہب وغیرہ پر حملے شروع کیے اور کچھ لنگایتوں کو آریہ سماجی بنا بھی لیا۔ ان ایس کی نوچ کھسوٹ نے دیگر اقوام کو بھی بیدار کر دیا اور چونکہ آریہ سماجی لوگ بیرونی اشخاص کو بلوا کر موقع بے موقع پر ترک پاس اعزاز واحترام دیگر مذاہب تقاریر کرانا شروع کیا جس سے عوام میں مخالفت و اشتعال روزافزوں ہوتا گیا۔ آریہ سماج نے اپنا طریق عبادت اوم کا جھنڈا لگانا گانا۔ ویدک دھرم کی جے پکارنا اور آریہ سماج زندہ باد جیسے فلک رس نعرے لگانے ہی کو قرار دیا۔ بیرونی لیڈروں کو دیگر مذاہب کے بزرگان پر حملہ کرنے میں کوئی عار بھی نہ تھا۔ ملک میں بدامنی کے آثار نمودار ہونے لگے غنڈوں کو موقع مل گیا جلوسوں پر پتھر برسنے لگے تو حکومت نے برائے انتظام

وا فسداد بدامنی وہ قوانین جو عرصہ دراز سے نافذ تھے کام میں لانا شروع کیا۔ مثلاً ہندو منادر کے قریب جھنڈے بلند کرنے اور چھلے بنانے کی ممانعت زمانہ دراز سے موجود ہے۔ جب کہ غالباً آریہ سماجی تحریک نے اس ملک میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آریہ سماجی برادران نے بیرونی اخبارات اور بیرونی اداروں کی بیجا طور پر ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے اور بیرونی ہمدردیوں کو ستیاگرہا کی صورت میں ملک کن کے سامنے پیش کر دیا۔ حالانکہ جو حالات کہ ہم باشندگان بیرون ملک کے سامنے آریہ سجنوں نے پیش کیا ہے وہ اصلیت اور حقیقت سے بہت دور ہے۔ میرے مشاہدہ میں اہل ہنود کے منادر نہایت اچھی حالت میں پائے گئے ان کے اخراجات مراسم مذہبی کے لیے معتد بہ معاشیں اور لاکھوں کی جاگیریں بھی موجود ہیں جن سے متولیان منادر فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اتسو اور کیرتن کے لیے بھی معاشیں اور یومیہ حکومت کی جانب سے عطا ہوئے ہیں اور دیسمکھیاں وڈیسپانڈیاں کی نگرانی میں وہ برابر ادا ہو رہے ہیں۔ پٹوار یگریاں وڈیسپانڈیگریاں و دیسمکھیاں برہمن طبقہ کے ہاتھ میں ہیں پجاری لوگ بھی اسی طبقہ کے ہیں۔ چنانچہ میرا قیام کچھ دنوں رلے پانڈورنگ راؤ صاحب دیسمکھ گلبرگہ کے پاس رہا ان کے پاس گوپال کا لا کا رسم یعنے دود لیلا سالانہ برابر نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ادا ہوتا ہے اور صاحب ممدوح کو سالانہ تقریباً چار ہزار روپیہ رسوم کے نام سے خزانہ سرکاری سے ملتا ہے۔ دوسرے دیسکھ کشن راؤ صاحب جن سے ملاقات نہ ہو سکی تقریباً چھ ہزار روپیہ سالانہ سرکار سے رسوم کے نام سے برابر انھیں مل رہا ہے اور مراسم مذہبی کی ادائی کے وقت مقامی فسران اعلیٰ اور معززین شہر بھی اس میں مدعو رہتے ہیں۔ میری دریافت میں تبلیغ کا کوئی تعلق حکومت سے نہیں پایا گیا۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ نواب بہادر یار جنگ جو اس ملک کے معمولی درجہ کے جاگیردار ہیں انھوں نے صوبہ ورنگل میں تبلیغ کا کام کیا ہے لیکن مجھ کو اس پر بڑا تعجب ہوا کہ جس صوبہ میں جاگیردار مذکور نے تبلیغ کی ہے وہاں تو آریہ سجنوں نے کچھ نہیں کیا اور نہ آج تک وہاں کوئی پرچار کی باضابطہ تنظیم کی۔ بلکہ صوبہ کرناٹک اور مرہٹواڑہ میں ہل چل مچا دی اور لنگایتوں سے

بلا وجہ دست بہ گریباں ہو گئے۔

میں نے مناد رسکونتی مدنانات دکانات وغیرہ میں بیدا ہی مہاراج کی فوٹو کو آویزاں پایا اور یہ بھی نتیجا اسے نکلنے ان کا احترام کرنا ہے۔ آریہ سماجی قیدیوں کے ساتھ اس وقت تک جو برتاؤ ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ ان کو کوئی شکایت ہونی چاہیے

بادشاہ وقت پر جو زبانی و تحریری (ملاحظہ ہو آزاد) پرکاش اور اندھیر گردی) و تقریر پنڈت ودیا شاستری جو بمقام متھرا کی گئی تھی) حملے کیے گئے ہیں وہ حقیقت سے بہت دور ہیں۔ شاہ وقت کو چشم ہوش۔ بیدار مغز۔ روادار۔ روشن خیال۔ صوفی منش کہنے میں مجھے ذرا تامل نہیں ہے۔

اس ریاست میں مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بہادر ہندو جاتی کے ایک رکن اعظم بزرگ ہستی قابل پوجا ہیں بلکہ میری دانست میں ان کو دیوتا بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا ان کا بیان میری نظر سے گزرا حقیقت میں انھوں نے ہندو قوم کے صحیح جذبات کی ترجمانی کی ہے میں نے ان کے خیالات سے ہندو قوم کے ہر طبقہ کو متفق پایا۔

یہاں (ملک دکن) کے حالات و واقعات کی تفصیل و تفسیر کے لیے بڑے وقت کی ضرورت ہے اس مختصر مضمون میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس تفصیل کو درج کروں۔ آیندہ میں نہایت تفصیل سے اندرونی و بیرونی برادران کی خدمت میں اپنے ذاتی مشاہدہ کا مرقع پیش کروں گا

اب میری استدعا بطور خاص سرو دیسک آریہ پرتیندھی سبھا دہلی سے یہ ہے کہ وہ میرے اس عریضہ پر کافی غور فرمائے اور ایسے طریقہ عمل کی رہنمائی کرے جس سے ملک دکن کے ہندو جاتی کو امن و شانتی نصیب ہو اور صدہا سال کے پرخلوص برادرانہ سلوک باہمی سے جو روایات یکجہتی و احساس قومی اس ریاست کے ہندو مسلم کے مابین پیدا ہو چکے ہیں وہ نہایت درجہ مستحکم و مضبوط ہیں کہ [illegible] باشندگان [illegible] کے دلوں پر ہماری صداقت و امن پسندی و بہی خواہی کے گہرے نقوش پیدا ہو جائیں۔

چوتھے ڈکٹیٹر آریہ سماج سمیتی کا گلبرگہ کے ذمہ دار مقامی ہندووں کے بیان کی تسلیم سے انکار

حیدرآباد دکن ۲۱ اپریل۔ پنڈت دھرندرا ناتھ شاستری چوتھے ڈکٹیٹر آریہ سماج سمیتی اور پینج سو آٹھ ستیاگرہیوں کو جو ان کے ہمراہ ہیں گلبرگہ میں ہفتہ کے روز سے پہر ایک ستیاگرہ کرنے کی بنا پر گرفتار کیا گیا معلوم ہوا ہے کہ ستیاگرہیوں کے گلبرگہ اسٹیشن پر اترنے کے بعد ہی مقامی با اثر ہندووں کے ایک وفد نے پانڈورنگ راؤ دیشمکھ کی قیادت میں ستیاگرہیوں کے قاید سے ملاقات کی اور ان پر واضح کیا کہ عام ستیاگرہ سے مقامی مفاد کو بجائے فایدہ کے کہیں زیادہ نقصان ہوگا۔ ارکان وفد نے یہ بھی بتلایا کہ ستیاگرہ برے تاثرات کا نتیجہ ہے اور اس کی کوئی اخلاقی بنیاد نہیں۔ وفد نے مسٹر شاستری کو ذمہ دار اور نمایندہ شہریوں کی حیثیت سے یقین دلایا کہ ہندووں کے ساتھ بدسلوکی مذہبی استبداد اور عورتوں پر حملہ اور اسی قسم کے اشتعال انگیز بیانات جو حیدرآباد کے خلاف دیے جاتے ہیں صداقت سے بعید ہیں۔ وفد کی رائے ہے کہ مسٹر شاستری اور ان کے ساتھی اس سلسلہ میں مختلف غلط بیانیوں اور سخت مبالغہ آمیزیوں کی بنا پر قایم کی ہے جو مہاجرین کے ایک گروہ کے شر انگیز پروپگنڈہ کا پھیلایا ہوا ہے۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر شاستری نے بیان کیا کہ ان کے تاثرات محض اخباری اطلاعات کی بنا پر نہیں بلکہ قابل اعتبار نجی ذرایع پر مبنی ہیں۔ انھیں یقین ہے کہ ہندووں پر سخت قیود عاید ہیں انھوں نے ایک مثال دی کہ شرن بساپا کی دیول کے کلسوں کو چمکیلا کرنے کی استدعا اور مندر کی دیوار تعمیر کرنے کی درخواست نامنظور کی گئی اراکین وفد نے واضح کیا کہ اول الذکر اعتراض ایک جدت ہے اور اسی وجہ سے استثنائی ہے اور موخر الذکر [illegible]

جوکہ [illegible]

مسٹر شاستری [illegible] ستیاگرہ [illegible]

[illegible] حکومت [illegible] آریہ [illegible] سمجھا [illegible]

لیڈروں کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرلے۔ (ایسوشی ایٹڈ پریس) (صحیفہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۶۰) کمسن ستیاگرہیوں کی رہائی

پانچ آریہ سماجیوں کو جنھیں ہفتہ کے روز صبح عثمان گنج میں ستیاگرہ کرنے کی بنا پر گرفتار کیا گیا تھا سرٹی جے ٹاسکر صدر المہام پولس نے جب انھیں شام میں پیش کیا گیا رہا کر دینے کا حکم دیا (صحیفہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۶۱) معافی نامے

عثمان آباد کی ایک خبر سے معلوم ہوا ہے کہ اس ہفتہ پندرہ ستیاگرہیوں نے معافی نامے داخل کیے اپنے وطن کو روانہ ہوے ان کے اخراجات عالی حکومت نے اپنے پاس سے دیے

رفع شبہات ایک ستیاگرہی ضلع عثمان آباد میں داخل ہوا اور گرفتار کرلیا گیا اس نے استدعا کی کہ وہ موجودہ حالات سے واقف ہونے کے لیے آیا ہے اس کو حالات حاضرہ سے مطلع کیا گیا اور وہ آریہ سماجیوں پر افسوس کرتے ہوے روانہ ہوگیا۔ (صحیفہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۹ء)

حیدرآباد ایجی ٹیشن

(ترجمہ مقالہ افتتاحیہ ٹائمز آف انڈیا بمبئی مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء)

کوئی شخص جو ریاست حیدرآباد کے خلاف ایجی ٹیشن کے حالیہ واقعات کو پڑھتا رہا ہو اور اس کے پس منظر کا مطالعہ کیا ہو اس نامناسب تحریک کے نتایج کی مذمت کرنے سے قاصر نہیں ہو سکتا۔ اس کا خاص نتیجہ یہ رہا کہ فرقہ داری احساس تیز تر ہوگیا اور شکایتوں کی رہائی سے پرے ہوگیا۔ شروع میں یہ ضروری ہے کہ ایجی ٹیشن کے دو اقسام کے مابین فرق کیا جاے جو ایک ساتھ جاری رہے ایک کو اواخر فبروری میں واپس لے لیا گیا۔ پہلے ایجی ٹیشن کا جس کو آریہ سماج چلا رہی ہے مبینہ مقصد ریاست حیدرآباد میں ہندووں کے مذہبی حقوق کا ادعا ہے۔ دوسرے ایجی ٹیشن

کو اسٹیٹ کانگریس شہری حقوق کے ادعا اور دستوری اصلاحات کے حصول کے لیے چلا رہی تھی۔ اگرچہ کانگریسی تحریک گزشتہ دو ماہ سے بند ہے لیکن آریہ سماج کی سرگرمیاں بدبختی سے تیز تر ہو گئیں اور اب انھوں نے ستیاگرہ کی شکل اختیار کی ہے جو بیسیوں کی تعداد رکھنے والے دستے کر رہے ہیں اور برطانوی ہند سے ریاست میں داخل ہوتے ہیں۔ متعدد سربرآوردہ ہندوؤں نے اس تحریک میں حصہ لیا ان میں تازہ ترین عمومی سوراجی لیڈر مسٹر ایل بی بھوپٹ کر ہیں۔

جب تک کانگریس ایجی ٹیشن کے ساتھ شریک تھی یہ بحث کی جا سکتی تھی کہ اس کے مقاصد دستوری اور غیر فرقہ وارانہ ہیں لیکن ان پیچیدگیوں کے باعث جو آریہ سماج کی منظم کردہ متوازی تحریک سے پیدا ہو گئے مسٹر گاندھی نے کانگریسی سرگرمیوں کے التوا کا مشورہ دیا اور اس پر بطریق مناسب عمل کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حیدرآباد کے حکام نے ان تمام قیدیوں کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا جو اسٹیٹ کانگریس کی ستیاگرہ میں سزایاب ہوئے تھے اسی لیے فی الوقت یہ تحریک خالصتہً فرقہ داری ہے اور اگرچہ اس کو ہندوستانی قوم پرستوں کی پسندیدگی حاصل نہیں ہے مگر اس کو مسٹر ساورکر اور مسٹر انی جیسے ہندو مہاسبھائی لیڈروں کی تائید حاصل ہے۔

دوسری طرف کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ حیدرآباد کے اندر کے لیڈروں نے خود اس سے اشتراک کیا ہو اسٹیٹ کانگریس کا تعلق زیادہ تر آئندہ دستوری تعلقات سے ہے جن کا اعلان حکومت حیدرآباد مستقبل قریب میں کرے گی۔ اس نے نفاذ اصلاحات سے قبل پرسکون فضا کی اپیل کی اور یہ توضیح کی کہ اسٹیٹ کانگریس پرامن اور ہرگز اس کا مقصد ہز اگزالٹڈ ہائی نس دی نظام کی مزید برآں مہاراجہ سرکشن پرشاد جیسے ممتاز ہندو نے جن کی خدمات ریاست حیدرآباد محتاج بیان نہیں اپنے ہم مذہبوں کی سرگرمیوں سے اپنے آپ کو بے تعلق کر لیا ہے۔ جو بظاہر مذہبی شکایات کی تلافی کے لیے جو مہاراجہ کی رائے میں غیر موجود ہیں ریاست میں فرقہ داری کشیدگی اور تلخی پھیلا رہی ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ایجی ٹیشن اپنی نوعیت میں خارجی اور مصنوعی ہے اس بات کی بھی شہادت ہے کہ اس کے طریقہ مشتبہ ہیں ستیاگرہ میں ریاست کے بہت کم اشخاص نے حصہ لیا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بہ تعداد نام نہاد "رہنما کار" چودہ تا اٹھارہ سال کی عمر کے ہیں جن کو شرکت کے لیے بہکایا گیا ہے۔ ریاستی مجالس میں ستیاگرہیوں کے ساتھ بدسلوکی کے الزامات کی تردید ڈاکٹر ہوشنجی اور پنڈت نارائن سامی نے کی جو ایک حیدرآبادی کانگریسی ہیں اس آئنا میں ریاست کے اندر کی فضا فرقہ داری سے اس قدر معمور ہے کہ امن عامہ کو خطرہ لاحق ہے اور آئندہ سیاسی تغیرات پر بھی اثر پڑتا ہے۔ مثلاً حال ہی میں مسلم راے کے بعض شیعیوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اصلاحات ملتوی کردی جائیں یا بصورت دیگر اپنے مطالبات کے متعلق یقین دلایا جائے۔ حکومت نظام نے ان بلطرفہ مطالبات کو مسترد کردیا اور مستقبل قریب میں اپنی اصلاحاتی پالیسی کو آگے بڑھانے کے پیچھے ارادہ کا اعلان کیا۔ صحیح الخیال اشخاص کو ان کا مسلک خواہ کچھ ہی ہو ستیاگرہ کی جانبازیوں پر اصرار کی مذمت کرنی چاہیے۔ یہ پڑوسی صوبوں کے حکام کے شایان ہوگا کہ اس کا خاتمہ کرنے کے لیے اپنے اثر کو کام میں لائیں۔ ورنہ اس تحریک کے برے اثرات نہ صرف ریاست حیدرآباد کے اندر بلکہ جو چیز اور زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ سارے برطانوی ہند میں فرقہ داری جذبات کو مشتعل کردیں گے۔ (صحیفہ ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء)

مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنت پیشکار مملکت آصفی کا ہندو بھائیوں سے خطاب

میں ایک مدت سے اپنے آبائی وطن میں اس سیاسی کشمکش کو گہری نظر سے دیکھ رہا ہوں جو ملکی امن و آسایش کی حریف بن کر روز بروز ایک نئی صورت اختیار کرتی جارہی ہے اور جس کی وجہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کی ہموار اور پرامن سطح پر بھی بے چینی سی محسوس ہونے لگی ہے۔ میں ان ناخوشگوار حالات پر ایک خادم ملک اور وابستہ دامن دولت آصفیہ کی حیثیت سے بہت قبل اظہار خیال کرنا چاہتا تھا طبیعت کے اضمحلال کی وجہ سے اس کا موقع اب مل سکا۔

یہ امر بے نیاز تشریح ہے کہ حیدرآباد کی سیاسی بے چینی ان ہنگاموں کی صدائے بازگشت ہے جو بیرون ملک پیش آ رہے ہیں اور جنھوں نے گو ابتدا ً سیاسیات کے دامن میں آنکھ کھولی تھی لیکن رفتہ رفتہ فرقہ پرستی کی ناعاقبت اندیشانہ ذہنیت کی وجہ سے فتنہ پردازیوں میں تبدیل ہو گئے اور اس طرح تبدیل ہو گئے کہ حکومتیں بے چین ہیں رعایا پریشان ہے اور جانیں آئے دن خطرہ میں پڑتی جا رہی ہیں اور ملک کے سچے بہی خواہ ہر جانب ماتم کر رہے ہیں۔

بنیادی طور پر ہمارے ملک کو نہ اس سے کبھی پہلے تعلق تھا اور نہ اب ہو سکتا ہے حیدرآباد کا دامن ہمیشہ سے اسی قسم کی ہنگامہ آرائیوں سے پاک رہا ہے اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس سرزمین میں بسنے والے (ہندو، مسلمان، پارسی، عیسائی) ایک دوسرے کو برادرانہ محبت سے دیکھتے رہے اور ان کے دل میں کبھی کوئی مخالفانہ احساس پیدا ہی نہیں ہوا۔

میرے آباو اجداد نے یہیں اطمینان کی سانسیں لیں اور یہیں میں (۷۵) سال سے عیش و راحت اور عزت و احترام کی زندگی بسر کر رہا ہوں اور میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ رخنہ اندازیوں کے باوجود ملک کا کثیر حصہ اب بھی اپنے روایتی حسن سلوک پر عامل ہے۔

دکن آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے اسلامی بادشاہوں کے زیر نگیں رہتا آیا ہے کیا کوئی عادل شاہیوں کے عدل پر حرف لا سکتا ہے، بہمنیوں کی رواداری کا ثبوت اس سلطنت کے بہمنی لقب سے ملتا ہے اسی طرح کیا کوئی بریدیوں کے حسن سلوک سے انکار کر سکتا ہے اور قطب شاہی عہد حکومت میں تو "اکنا و مادنا" کے سیاہ و سپید کے مالک ہونے کا واقعہ زبان زد عام ہے یہی حال آصفجاہی سلطنت کا ہے جس کے ہر گوشہ میں مختلف اقوام ہر قسم کی آزادیوں کے ساتھ امن و اطمینان سے جی رہے ہیں۔

کیا اس کے باوجود کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہماری حکومت کے آئین مذہبی سطح پر رکھے گئے ہیں!! میں پوچھتا ہوں کہ ملک کے طول و عرض میں بسنے والوں کو آخر کیا تکلیف ہے؟ کیا

ان کی جاگیریں ضبط کی جارہی ہیں۔ ان کی جایدادوں پر غاصبانہ قبضہ کیا جارہا ہے
ان کی تعلیمی حالت میں امتیاز رکھا گیا ہے۔ ان کی عبادت گاہوں پر کوئی قیود عاید کیے گئے
ہیں، ان کو ملکی خدمات میں حصہ لینے سے روکا گیا ہے، ان کی عزت و آبرو خطرہ میں ہے،
غرض کہ ہندومت پر چلنے والوں کی وہ کونسی ایسی شکایت ہے جس کو حکومت نہیں سنتی
یا بادشاہ وقت کی نیگاہ سے اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی فرد کو کچھ کہنا ہے یا کوئی
جماعت کچھ کہنا چاہتی ہے وہ پہلے میرے پاس تو آئے اپنا دکھ تو بیان کرے اپنی تکلیف
تو ظاہر کرے۔ اگر میرے نزدیک ان کی شکایت واجبیت پر مبنی معلوم ہوئی اور اس میں
تعصب خود پرستی کا کوئی شائبہ نہ پایا گیا تو میں براہ راست اپنے بادشاہ سے عرض کروں گا
اور ان کی جائز شکایتوں کو ممکنہ سعی سے دور کرانے میں اپنی پوری قوت صرف کردوں گا۔

میں اس موقع پر اس کے اظہار میں ایک شدید درد محسوس کرتا ہوں کہ حیدرآباد
کی بدامنی کا الزام ان لوگوں پر ہے جو اپنے کو ویدک کا پیرو بتاکر ہندومت کو بدنام کررہے
ہیں جن کی معاشرت تو عام ہندوؤں سے ملتی جلتی ہے مگر ان کے جدید اصول مذہب
عام انسانیت کے لیے وبال جان ہورہے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں اور عیسائیوں کے
اولوالعزم پیغمبروں کو کیا سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے انسانیت پر نہ معلوم کیسے کیسے احسان کیے
ہیں اور انسانوں کو کس طرح انسان بنایا ہے پھر یہی نہیں بلکہ خود ہندومت کے
عظیم الشان اوتاروں کے خلاف بھی زہر اگلنے میں کوئی تامل نہیں کرتے، میں پوچھتا ہوں
کہ کیا کوئی سناتن دھرمی اس کو گوارا کرسکتا ہے کہ آریہ سماجی کرشن اوتار کا نام بدتہذیبی
سے لیں ان کی زندگی کو بگاڑ کر پیش کریں اور بیہودہ الزامات لگائیں۔ یہی بات
اگر کسی مسلمان کے زبان سے نکلتی تو ٹھنڈے دل سے غور کیجیے کہ آپ کیا کرتے
پھر یہ کیا ستم ہے کہ ہماری غیرت قومی ان کے لغویات کو سن کر گو تلخ گھونٹ ہی سہی
مگر منھ بنا بنا کر پی جاتی ہے۔

میں چونکہ ہندو دھرم کا نام لیوا اور مہاراجہ چندو لال بیکنٹھ باشی کا جانشین اور سناتن دھرمی ہوں اس لیے میری نگاہ شرم سے جھک جاتی ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض سناتن دھرمی بھی در پردہ اس انسانیت سوز پروپگنڈہ میں ان مذہبی مجنونوں کے بہکانے میں شریک ہو رہے ہیں جو ان کے مذہبی قوانین سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں۔ سب کچھ جانتے بھی ہیں اور بجائے اس کے کہ ان کی زبانیں بند کریں ان کی نگاہیں بدبو کو روکیں ان کے بھجنوں میں محو ہو کر الٹا اتر تول کرتے جا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ دکن کے مسلم اور ہندو اس سلطنت ابد مدت کے دو بازو ہیں جن میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا اور اس کو دکن کی دنیا خوب جانتی ہے کہ یہاں کے ہر چھوٹے بڑے ہندو خاندان پر شاہان آصفیہ کی جو بے پایاں مراعات مبذول رہی ہیں اور جس طرح سے ہر فرد کے ساتھ رواداری برتی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود دکن میں کبھی اختلاف مذہبی پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ حقوق طلبی کا اس طرح سے ہنگامہ برپا کیا گیا۔

بیرونی افراد ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم دکھ اور ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں خصوصاً جب میں نے بیرونی اخبارات میں یہ بیانات پڑھے کہ حیدرآباد میں ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا" وہ گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتے وہ سفید کپڑے نہیں پہن سکتے" ان کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے تو مجھے اس "سفید جھوٹ" پر ہنسی آگئی۔ بیرون ملک کے کھدر پوش آئیں اور دیکھیں کہ حیدرآبادی ہندو کس قدر سفید پوش ہیں جیسی صبا رفتار موٹریں ہم یہاں اڑائے اڑائے پھرتے ہیں وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہ آئیں گی۔ آئین حکومت میں جو مساوات کا برتاؤ ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے اس کی نظیر کسی دوسرے مقام پر نہیں مل سکتی جس قدر مذہبی آزادی یہاں ہم کو حاصل ہے اس کی گواہی مناور کے وہ دروازے دے سکتے ہیں جو عبادتوں کے لیے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور لاکھوں روپیہ سالانہ کی بڑی بڑی جاگیریں ان مناور کے انتظام کے لیے بادشاہوں نے عطا کی ہیں۔ مذہبی رسوم (جاتراؤں) جو خالص ہندو مت

کے طریقہ پر ہوتے ہیں اس میں مسلمان بھی برادرانہ محبت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور "رتھ کشی" کے موقع پر موجود رہتے ہیں۔

اگرچہ ان امور کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ باہر والوں نے ان حقیقتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے اس لیے یہ ضروری تھا کہ ان باتوں کو کسی ہندو "کی زبان قلم سے سنا جائے تاکہ یہ ذہنی مغالطے دور ہوں اس لیے میں نے یہ مختصر خاکہ اپنی وطنی زندگی کا پیش کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہمارے صحیح حالات کا تصور بھی نہیں کر سکتے سمجھیں اور اپنی قدیم آنکھوں سے دیکھیں اور کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے ... ریوں کا خوشگوار عمل بدنام ہو۔

میں سب کچھ اس کی دولت ٹکڑے والوں سے کہنا چاہتا ہوں ان سے کہنا نہیں چاہتا جنھوں نے باہر "آ کر یہاں کی پرسکون فضا کو مکدر کیا ہے اور غلط و بے بنیاد پروپیگنڈے کر رہے ہیں اور ہمارے ہر دلعزیز اور محبوب آقا کی فطری ہمدردی کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو انسان تو انسان جانوروں کی بھی تکلیف دیکھ نہیں سکتا جو زخمی بکرے کو اپنی موٹر میں بٹھا لیتا ہے اور اس کی مرہم پٹی کرتا ہے۔ جو گائے کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا جو اونٹ کی قربانی کو برداشت نہیں کر سکتا، جو بلی کو لنگڑاتا دیکھ کر دواخانہ شاہی میں اس کا علاج کراتا ہے، اور دودھ روٹی اس کے لیے مقرر کرتا ہے۔ کن کن اوصاف کو گنا ؤں اس کی ذات سراپا رحمت ہے اس کا وجود سراپا برکت!

اس کے ہوتے ہوئے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض اہل ملک کی سادہ فطرت بھی آریہ سماجیوں کی غلط بیانی سے متاثر ہوتی معلوم ہوتی ہے تو مجھے افسوس ہی نہیں صدمہ ہوتا ہے کہ انھوں نے واقعات کا مطالعہ کوتاہ نظری کے سایہ میں کیا ہے۔ ان کو جاننا چاہیے کہ بیرونی اشخاص کو ہمارے اندرونی معاملات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے وہ ہمارے اس آرام و آسایش کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے ہیں جو ہم کو واقعات کی اس دنیا میں اس وقت حاصل ہے۔ اس لیے یہ دیوانگی نہیں تو عقل کی خرابی ضرور ہے جس کی اصلاح وقت کا

فرض ہے ہم کو چاہیے کہ فوراً پیدا ہونے والے نتائج پر غور کریں اور اس وقت کو نہ آنے دیں جب ہمیں اپنے افعال و کردار پر ملامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو اور ہمارا مختل دماغ جواب دے گیے

میں حسباً و نسباً ہندو ہوں لیکن اس اسلامی حکومت میں وہ تمام اعزاز مجھ کو عطا کیے گئے ہیں جو اسی اسلامی حکومت کے لیے مخصوص ہیں۔ باور کیجیے کہ جو رحم اور الطاف مجھ پر اور میرے ہندو خاندان پر اب تک مبذول ہیں اس پر مسلمان [illegible] بھی رشک کرسکتے ہیں اور کچھ آج ہی سے نہیں ہے بلکہ دولت آصفیہ کی رواداری ابتدا سے علامتیاز رہی ہے جنھوں نے حیدرآباد کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ جہاں نواب سالار جنگ بہادر اور نواب خانخاناں اور فخرالملک بہادر کے خاندان امیرانہ عزت و احترام کے ساتھ بستے ہیں وہیں چھتریوں کا نام لیوا کشن پرشاد، برہمنوں کی مالا جپنے والا راے رایاں، اور کایستوں کے نقش قدم پر چلنے والا شیوراج اور ایسے بہت خاندان حیدرآباد میں امیرانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ممالک محروسہ میں پھیلے ہوے سمستان (جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حیثیت رکھتے ہیں) آزادی کی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

غرض ممالک محروسہ میں اس قسم کے نفرت انگیز پروپگنڈے کوی جگہ نہیں پا سکتے۔ ہماری حکومت ہماری ہے اور اس جمہوریت کی نام نہاد حکومت کے مقابلہ میں جو امن شکنی کا درس دیتی ہے، جو معصوم بندگان خدا پر مصیبتوں کا پہاڑ توڑتی ہے جو انسانیت کے خون سے اپنی ہوس حکمرانی کی پیاس بجھاتی ہے جو نادان جہلا کو ابھار کر اس میں نفرت و حقارت کا بیج بوتی ہے جو ہماری حکومت کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور نہ اس کے خصوصیات کا اندازہ کرسکتی ہے ہم صدیوں سے سلاطین آصفیہ کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی گزار رہے ہیں اور آپس میں اس طرح شیر و شکر ہیں کہ ایسا نظارہ ہندوستان میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آسکتا۔

موجودہ حالات کے لحاظ سے مجھے غالباً یہ کہنے کا حق ہوگیا ہے کہ باہر کے افراد پُرمعنی سکوت سے ناجائز فایدہ اٹھانے لگے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک

ہم میں انسانیت باقی ہے اور ہماری رگوں میں آصفجاہی نمک دوڑ رہا ہے۔ اس وقت تک وہ یہاں قابلِ ذکر کامیابی حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ اپنا اپنے وطن کو نہ بیرونی لوگوں کے مشورہ کی ضرورت ہے اور نہ مدد کی اور نہ ایسی شرانگیزیوں میں پڑکر اپنی زندگیوں کو تباہی کی دعوت دینا قرینِ عقل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے موجودہ حالات ہی پر غور نہ کریں۔ بلکہ اس امن و سکون کا بھی جائزہ لے کر دیکھیں۔ جس کی بنا پر ہم اپنے پڑوسی ہندوؤں یا کسی قوم سے پیچھے نہیں رہے اس لیے ہم کو چاہیے کہ آریہ سماجیوں کے داخلہ کو روکیں اور ان کے پروپگنڈوں پر کان بھی نہ دھریں۔ ان سے بیانگ دہل صاف صاف کہہ دیں کہ ہم اپنے حقوق کی حفاظت خود کرلیں گے۔ تمہاری مدد کی ہم کو کسی وقت ضرورت نہیں ہے۔ تم دریائے راوی میں طوفان پیدا کرلو مگر موسیٰ و عیسیٰ کے سنگم میں افتراق پیدا نہیں کرسکتے۔

ہماری صرف لفظوں کی غلامی ان کی خطرناک آزادی سے : بدرجہا بہتر ہے اگر اس کو بیرونِ ملک کے باشندے غلامی سمجھتے ہیں تو اس پر ہزاروں آزادیاں قربان کی جاتی ہیں بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ اگر یہ غلامی ہے تو دنیا میں آزادی کا صحیح تصور کبھی پیدا ہی نہیں ہوا اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ دکن کی رعایا برایا اور بہی خواہانِ ملک فرمانِ مبارک مشتہرشدہ ۲۴ ذیحجہ ۱۳۵۷ھ کو اپنے لیے دلیلِ راہ بنائیں اور ان اثرات کو زائل کرنے کی متفقہ کوشش کریں جن سے ملک کے امن و سکون کو صدمہ پہونچ رہا ہے۔ کیا وہ نہیں سنتے کہ بے نتیجہ ستیاگرہا کی جارہی ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ سڑکوں پر بے گناہوں اور رعایا کو مارنے کے لیے بم رکھے جارہے ہیں۔ کیا اب اس سے کوئی ناواقف ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی آمیزشیں کی جارہی ہیں جن کو دھوکے سے کھالینے سے کوئی دنوں سب سے پہلا پڑا رہتا ہے اور کوئی جان دیدیتا ہے۔ اس کے علاوہ طرح طرح سے ملک میں بدامنی پیدا کرنے کی شرارت آمیز دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ پفلٹ پر پفلٹ آرہے ہیں اشتہار پر اشتہار تقسیم کیے جارہے ہیں۔ اور کوئی ٹیپ ٹایپ شدہ خطوط سے خالی نہیں ہوتا۔

آخر ہمارے ساتھ آریہ سماجیوں کی یہ ہمدردی کیوں۔ ہم ان کی انسانیت سوز حرکتوں
سے کسی نوع کے حقوق حاصل کرنا نہیں چاہتے اور وہ کونسے حقوق ہیں جو اس وقت ہم کو
حاصل نہیں ہیں۔ کاشتکاری ہماری ہے۔ تجارت ہماری ہے۔ ساہوکارہ ہمارا ہے۔ پٹیل
پٹواری ہم ہی ہیں۔ دیشمکھ دیشپانڈے یہ ہم ہی ہیں۔ وطن دار ہم ہی ہیں غرضکہ زندگی کا کونسا
ایسا شعبہ ہے جس پر ہم قابض نہیں ہیں اور ہم کو اگر کچھ مانگنا ہے تو اسی سے مانگیں گے
جس نے اب تک بے مانگے ہمیں بہت کچھ دیا ہے اور مانگنے پر بھی فیاضی سے عطا کیا ہے
ہم بیرون ملک کا کوئی احسان لینا نہیں چاہتے اور نہ ہم ان کی مدد کے محتاج ہیں۔

گو حکومت اس بدامنی کو دور کرنے کے لیے موثر اور پرامن تدابیر اختیار کر رہی
ہے اور اس کے نزدیک یہ شورشیں پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں مگر وہ کانپور کی
تازہ وحشیانہ غارتگری کو دکن کی سرزمین پر دیکھنا پسند نہیں کرتی اور نہ بنارسی گنگا میں
جو تلاطم پیدا ہوا تھا وہ موسیٰ ندی کے پرسکون موجوں سے ٹکرانا چاہتی ہے اور نہ الہ آباد
کی شورشوں کو حیدرآباد کی سرزمین پر دکھانا چاہتی ہے۔

ہندو بھائیو! کیا ڈھول پیٹ کے ہنگامے سے کوئی سبق نہیں ملا؟ تم سوچو
اور عقل کی روشنی میں سوچو۔ مذہب کی غلط تعلیم کا نتیجہ تعصب ہے اور تعصب عنوان ہے اقوام
کی تباہی کا اس لیے اگر ہندو بن کر دیکھو گے تو تمھیں مخمل بھی ٹاٹ سے کمتر نظر آئے گا
اور اگر آزادانہ غور و فکر سے کام لوگے تو مجھے یقین ہے کہ خود تمھاری گردنیں شرم سے
جھک جائیں گی کیونکہ حکومت نے کبھی اپنے کسی برتاؤ سے یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ
ہم کسی غیر کے محکوم ہیں۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کو اصلاحی و تعمیری امور کا جب خود خیال
ہے تو ہم کو بے چین ہونے کی کیا ضرورت ہے اس پر بھی تو غور کرو کہ یہ اصلاحیں
اس وقت تک عملی جامہ کیونکر پہن سکتی ہیں جب تک ارشاد خسروی

پر عمل نہ کیا جائے اور وہ یہ ہیں :-

"ملک کی عمرانی ترقی اور امن و سکون رعایا کے حسن سلوک اور حکومت کے ساتھ اشتراک پر منحصر ہے"

اب اور کیا چاہتے ہو خود تمھارے بادشاہ نے تمھیں حکومت کے ساتھ تعاون اور اشتراک کی دعوت دے کر اپنی روا داری اور اپنی رعایا سے ہمدردی ظاہر فرمادی۔ اگر عاقبت اندیش ہو تو بادشاہ ذیجاہ کے قدموں پر اپنی پیشانیاں رکھ دو اور یقین کرلو کہ تمھاری نجات اسی کے سایہ میں ہے۔

مجھے امید ہے کہ میرے ان اشارات پر میرے وطنی ہندو بھائی ٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور بیرونی اثرات کا کوئی اثر ان کی صلح پسند فطرت قبول نہ کرے گی بلکہ اس کو ٹھکرا کر رہے گی۔ فقط (مطبوعہ صحیفہ ۱۳؍ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۶۲) حیدرآباد اسٹیٹ میں رہنے کی آرزو

پرشوتم انند گیری عرضی بریلوی جو ایک مذہبی سنیاسی شخص ہیں۔ بغرض ستیاگرہ وارد گلبرگہ تشریف ہوئے تھے یہاں کے ممتاز ہندو مسلمان احباب سے ملاقات کرنے کے بعد اپنے خیال میں تبدیل کرتے ہوئے اپنا شادہ بعنوان "صدائے حق" بطور خود شایع کرایا ہے جو اخبارات میں شایع ہو رہا ہے۔ سنیاسی صاحب نے کل حیدرآباد سے واپس جاتے ہوئے اپنے مزید خیالات کا اظہار کیا ہے جو حسب ذیل ہے

"میں نے حیدرآباد کی موجودہ ستیاگرہ پر کافی عبور کرکے یہ رائے قایم کی تھی کہ کچھ روز میں اسٹیٹ میں رہ کر دھارمک پرچار کرتے ہوئے لوگوں کو یہ بتلادوں کہ واقعی ویدک دھرم کیا ہے اور اس کے معنے جو اس وقت سمجھے جاتے ہیں اس سے اصلیت کتنی دور ہے۔ مگر افسوس کہ اچانک علالت طبع نے مجھے

مجبور کیا کہ گرمیوں کے سیزن میں جس جگہ پہلے رہتا تھا حسب معمول المورڈ ڈسٹرکٹ میں رہوں۔ اس لیے واپس ہونا پڑا۔ دھرم اور حکومت میں بہت بڑا فرق ہے لیکن آج کل مذہب کی آڑ میں ہندوستان تیغ و تبر سے حکومت لے لینا چاہتا ہے جو مبنی بر غلطی ہے۔ حیدر آباد کے ہندو جتھا و نیز آریہ سماجی بھائیوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اتحاد اور پاکیزگی سے جو شئے دیرپا رہ سکتی ہے وہ بر خلاف اس کے نہیں رہ سکتی۔ پولیس پر جو آج کل الزامات لگائے جاتے ہیں بے بنیاد ہیں یہ ناواقفیت ہے۔ معمولی سی شکایتیں جو سب جگہ ہوتی ہیں پیدا کی ہیں اس سے کوئی واسطہ دھارمک مسئلہ پر نہیں ہے۔ اس لیے ملک میں شانتی رکھنے کے لیے واجبیت سے کام میں کوئی شئے انسان کو معقولیت سے ہی مل سکتی ہے۔ (صحیفہ ۲۶ راپریل ۱۹۳۹ء)

ونکٹ راؤ ستیا گرہی کی موت پر سرکاری یادداشت

بیرونی اخبارات کے ایک طبقہ نے ونکٹ راؤ نامی قیدی کی موت کے متعلق جو نظام آباد جیل میں واقع ہوئی غلط بیانی سے کام لیا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ متوفی مذکور کو اس کے آخری مذہبی مراسم سے محروم رکھا گیا یہ بیان بے بنیاد ہے اور اصل واقعات حسب ذیل ہیں:-

ونکٹ راؤ نامی ایک وکیل ضلع ناندیڑ کا باشندہ تھا جس نے حیدر آباد اسٹیٹ کانگریس کی جانب سے جاری کی ہوئی ستیا گرہ کے سلسلہ میں سزا پائی تھی اور جو نظام آباد کے جیل خانہ میں رکھا گیا تھا۔ اس کی عمر تقریباً ۶۵ برس کی تھی۔ ۸ راپریل ۱۹۳۹ء کو شام کے ساڑھے ۸ بجے وہ عارضہ قلب میں مبتلا ہوا اور جیل کے سرجن کی طبی امداد کے باوجود تھوڑی ہی دیر بعد فوت ہوگیا ناندیڑ میں اس کے قرابت داروں کو فوراً اس کی موت کی اطلاع دی گئی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی میت کو ٹھکانے لگانے کے لیے

نظام آباد نہیں آیا۔ بنا برایں نظام آباد جیل کے بعض ستیاگرہی قیدیوں نے لاش کو نذر آتش کر دیا۔ مہتمم جیل نے ۴۰ قیدیوں کو یہ اجازت دی کہ وہ میت کو جلانے کے مراسم ادا کریں (معلومات عامہ سرکار عالی براے صحافت) (صحیفہ ۲ اپریل ۱۹۳۹ء)

آریہ سماجیوں کی دلچسپی ہندوؤں سے کیوں!

گلبرگہ ۸ اپریل ۳۹ء۔ راج گرو دھورندر شاستری جو آرین لیگ کے ڈکٹیٹر ہیں۔ پانسو اکتیس ستیاگرہیوں کے ساتھ اسپیشل ٹرین سے دو بجے دن شولاپور سے گلبرگہ آئے۔ ریل سے اترتے ہی یہ جتھا نعرے لگانے لگا۔ شور مچایا۔ ڈھول کے ساتھ بھجن وغیرہ بھی گاتا رہا۔ صدہا جھنڈیاں ان کے ساتھ تھیں جن کو ستیاگرہی بلند کیے ہوئے تھے شہر گلبرگہ کے با اثر ہنود کا ایک وفد جو تمام طبقہ جات کا نمائندہ تھا جس میں زمیندار ساہوکار وکلا تجار اور خوش باش شامل تھے۔ راج گرو سے ملاقی ہوا اور دریافت کیا کہ وہ کس غرض کے لیے ستیاگرہ کر رہے ہیں وفد نے سب سے پہلے یہ واضح کر دیا کہ ہندوؤں کی حق تلفی اور ان پر ظلم و ستم کے جو واقعات ہندوستان میں پروپگنڈہ کے لیے پھیلائے جا رہے ہیں وہ سچائی سے بہت دور ہیں اگر ان کی کوئی شکایات بھی ہیں تو وہ سرکار عالی کے روبرو پیش کر کے اس کا تصفیہ کرالیں گے۔ اگر راج گرو چاہیں تو قانونی پیرایہ میں اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ راج گرو شاستری نے وفد سے پوچھا کہ دیول شرن بسپا پر جو کلس تھا وہ کیوں اتار دیا گیا۔ جواب دیا گیا کہ کبھی کلس تھا ہی نہیں۔ راج گرو نے پوچھا کہ اس دیول کی تعمیر احاطہ میں کیوں رکاوٹیں پیدا ہوئی ہیں اس کے متعلق بیان کیا گیا کہ یہ کارروائی ہنوز زیر غور سرکار ہے۔ وفد سے کامل پون گھنٹہ تک ملاقات ہوتی رہی بالآخر انھوں نے کہا کہ وفد کو یہ مسئلہ شولاپور میں آرین لیگ کے روبرو پیش کرنا چاہیے چونکہ وہ خود اپنے جتھے کے ساتھ گرفتار ہو رہے ہیں اس لیے

وفد کا وہ کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ چونکہ راج گرو آریہ سماجی ہیں اور منجانب آریہ لیگ ستیاگرہ کر رہے ہیں اس لیے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اہل ہنود کے مندروں سے ان کو کیوں دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ راج گرو اپنے جتھے کے ساتھ جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے ہوئے حدود سرکار عالی میں داخل ہوئے تو ان کو تعلقدار صاحب ضلع و مہتمم صاحب کوتوالی نے منتشر ہونے کا حکم دیا اور بتلایا کہ اگر احکام سرکار کی پابندی نہ کی جائے گی تو مجمع خلاف قانون قرار دیا جائے گا اور جتھے کو حراست میں لے لیا جائیگا۔ راج گرو و دھورندر اشاستری نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا۔ اس لیے جتھے کو حراست میں لے لیا گیا۔ جب دھورندر اشاستری سے یہ کہا گیا کہ گرفتاری کے بعد جتھے کو کوئی نعرے نہ لگانا چاہیے تو انھوں نے خندہ پیشانی سے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور اپنے رضاکاروں کو حکم دیا کہ ہر ایک قسم کا مظاہرہ ترک کریں۔ اس حکم کی تمام رضاکاروں نے پوری پابندی کی اور نہایت خاموشی کے ساتھ پولیس لائن کو گئے۔ جہاں پنچنامہ مرتب کیا گیا۔ پورے جتھے کو ریمانڈ جیل کر دیا گیا۔ بوقت پنچنامہ جب افراد کا شمار کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ تین رضاکار جتھے سے ریلوے اسٹیشن پر گرفتاری سے قبل فرار ہوگئے ہیں۔

اس جتھے میں دو سکھ اور ایک مسلمان بھی شریک ہے مسلمان کا نام کریم ہے جو بنارس میں فرقہ وارانہ فساد کے سلسلہ میں ماخوذ ہو کر حال ہی میں رہا ہوا ہے۔ پہلے تو اپنا نام ظاہر کر دیا۔ لیکن بعد میں یہ کہنے لگا کہ وہ مسلمان نہیں ہندو ہے اور اس کا نام کریم چند ہے (نامہ نگار) (صحیفہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۶۳) مجھکو معاف کر کے رہا کر دیا جائے

گلبرگہ کی اطلاع ہے کہ ساوڑا رام ساکن شولاپور نے بکم خورداد ۱۳۴۸ف مہتمم صاحب صدر محبس گلبرگہ کے سامنے اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں شولاپور میں ایک

ڈابری فارم میں ملازم ہوں۔ شام میں ہندو سبھا کے لیکچر سننے جایا کرتا تھا جس میں حیدرآباد کے مظالم کی کیفیت پڑھی جاتی ہے۔ اس میں کہا گیا کہ جو لوگ حیدرآباد میں ستیاگرہ کرنے جانا چاہتے ہیں وہ اپنا نام لکھائیں۔ میں نے بلا سوچے سمجھے اپنا نام لکھا یا ستیاگرہ کس مرض کا نام ہے مجھکو معلوم نہیں۔ ڈاکٹر جو اس سے پہلے چھوٹ کر گیا ہمارا لیڈر تھا میں اس کے ساتھ آگیا میں اب جیل میں رہنا نہیں چاہتا میں معافی چاہتا ہوں آئندہ میں کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ لہذا مجھ کو معاف کرکے رہا کر دیا جائے (نامہ نگار)

(۶۴) بہکا کر لائے اور جیل میں پہونچا دیا

مٹرو اڑیا عمر ۲۷ سال پیشہ بیوپاری ساکن شولاپور نے مہتمم صاحب صدر محبس گلبرگہ کے سامنے ۳ خورداد ۱۳۴۸ف اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ میرا لڑکا جس کی عمر تخمیناً ۱۲ سال کی ہے مدرسہ میں پڑھ رہا تھا۔ شولاپور سے ہندو مہاسبھا کے لوگ بہکا کر اپنے ساتھ گلبرگہ لا کر جیل میں پہونچا دیے ہیں۔ یہ لڑکا بہت کم سن ہے یہ مدرسہ جاتا تھا میں بہت پریشان ہوں میرے گھر میں یہ ایک ہی لڑکا ہے اس کو معاف کر کے چھوڑ دیا جائے میں پھر کبھی اس کو گھر سے جانے نہ دوں گا۔ میں آج عدالت میں گیا تھا۔ وہ مجھ کو پکڑ کر رونے لگا تھا۔ یہ لڑکا بہت کمسن اور ناداں ہے اس کو معاف کر دیا جائے (نامہ نگار)

(۶۵) میں دھوکہ میں آگیا

کلیا طالب علم شولاپور نے ۳ خورداد ۱۳۴۸ف سید عبدالوہاب صاحب مہتمم محبس گلبرگہ کے روبرو اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں مدرسہ میں پڑھتا ہوں میں اسٹیشن پر تماشا دیکھنے گیا تھا۔ اسٹیشن پر مہا سبھا کے والنٹیر دو ایک دوست تھے۔ انھوں نے

مجھے کہا کہ ستیاگرہا کرنے چلو میں ان کے ساتھ ہو گیا ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں تھا میں دھوکہ میں آگیا۔ میں آج عدالت میں گیا تھا میرا باپ بھی وہاں آیا تھا مجھ سے اس کو دیکھ کر رہا نہ گیا گھر یاد آگیا۔ اس لیے میں اس کو دیکھ کر رونے لگا۔ میں آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا مجھے معاف کر کے چھوڑ دیا جائے۔ (ذانگکار ۶ صفحہ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۶۶) بیان سکھ لال ولد چھوٹو لال قوم آریہ عمر ۲۳ سال پیشہ ملازم خانگی کانپور حال گوالیار۔ مظہر ہوں کہ میں گوالیار سے آریہ سماج کے جتھے میں شریک ہو کر آیا وہاں سماج کی جانب سے عام طور پر تقریریں ہو کر ستیاگرہا کے لیے آدمیوں کو جمع کیے ہیں۔ ستیاگرہا میں نہیں سمجھتا۔ یہ جان کر یہاں آیا کہ ہندو دھرم پر سختی ہے نظام علاقہ میں جا کر دھرم پرچار کریں گے۔ جیل میں ہوں اور سندھیا ہوتا ہے۔ اس لیے میں مکان جانا چاہتا ہوں آئندہ کبھی شریک نہ ہوں گا۔ مجھے جیل سے آزاد کر دیا جائے۔ (صحیفہ ۸ مئی ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہیوں کی معافی خواہی روبرو مہتمم صدر محبس گلبرگہ

(۶۷) مسمی لچھمن ولد ناگیا عمر ۲۵ سال علاقہ گنجوٹی نے مہتمم صاحب صدر محبس گلبرگہ کے سامنے ۳ خورداد کو اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں مزدور پیشہ ہوں۔ ایک دن میں موضع کے بازار کو گیا تھا۔ وہاں مجمع کے پردیسیوں نے یہ کہا کہ حیدرآباد میں ستیاگرہا ہو رہا ہے۔ بہت لوگ جمع ہو رہے ہیں وہاں جانے والوں کو سرکاری طور پر خرچہ دیا جائے گا اور کھانے پینے کو اچھا ملتا ہے تو میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو گیا وہ ہم کو شولاپور لے کر آئے ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم تھا کہ مجھ کو گلبرگہ آنے کے بعد جیل میں ڈالا جائے گا۔ سنا جا رہا ہے کہ میری بیوی مر گئی ہے اور بچے پریشان ہیں صرف ان لوگوں کے بہکانے پر میں یہاں آگیا۔ اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا کہ جیل میں سزا بھگتنا ہے تو کبھی ان کے

ساتھ شریک نہ ہوتا۔ مجھکو معافی دی جاے اور مجھ کو گھر جانے کی اجازت دی جاے اب توبہ توبہ کرتا ہوں۔ آیندہ اس تحریک میں شریک نہیں ہوں گا بلکہ میں اپنے گاوں میں مرجاوں گا۔ سزا کے علاوہ دوسورو پیے جرمانہ ہوا ہے کہاں سے یہ رقم ادا کرونگا میں مزدور پیشہ ہوں آپ کے قدموں کے پاس رہوں گا۔ لیکن جرمانہ ادا کرنے ایک پیسہ نہیں ہے۔ میری سزا اور جرمانہ معاف کر دیا جاے۔

(۶۸) مسمی سدارام ولد کشنا عمر ۲۰ سال ساکن اودگیر ضلع بیدر نے مہتمم صاحب صدر محبس گلبرگہ کے سامنے اپنا بیان دیتے ہوے کہا کہ میں اودگیر سے شولاپور حمالی کرنے جا کر آیا ہوتا ہے جبکہ میں سڑک سے گزر رہا تھا چند لوگوں نے کہا کہ وہ گلبرگہ جا رہے ہیں میں بھی ان کے ساتھ چلوں اور وہ کہہ رہے تھے کہ سماج میں ہم کو کرایہ دیتے ہیں اور کھانا دیتے ہیں اس لیے میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھکو معلوم نہیں۔ میں ان کے دھوکہ میں آ گیا۔ یہاں آنے کے بعد مجھ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ مجھ کو دوسو روپیے جرمانہ بھی ہوا ہے۔ مجھ کو کھانے کو نہیں ہے اور کپڑا نہیں ہے۔ جرمانہ کہاں سے ادا کرونگا اب توبہ کر رہا ہوں میں کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ مجھ کو چھوڑ دیا جاے معافی

(۶۹) دیودت ولد رام بھگت پیشہ بیوپار ساکن نانڈیڑ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ نانڈیڑ سے بیجاپور میں اپنی سسرال میں گیا تھا۔ میں لنگایت ہوں آریہ سماج میں گیا تھا۔ آریہ سماج میں اشتعال آمیز تقریر ہوی تو میں بھی جوش میں آ کر بھرتی ہو گیا۔ میں خوشحال چند کے جتھے میں آیا تھا ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ جب جیل میں تاون کرنے کی اجازت ہے تو سارے ممالک محروسہ میں بھی ہوگی۔ میں کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاے۔

(۷۰) رام دیو طالب علم نے صدر محبس گلبرگہ میں اپنا بیان دیتے ہوے کہا کہ میں متھرہ کا رہنے والا ہوں۔ میرے والد زندہ ہیں کپڑے کی دکان ہے۔ میں ستیاگرہ

کرنے نہیں آیا۔ مجھے پورنانندجی سکریٹری آرین ستیاگرہ کمیٹی شولاپور نے لایا۔ مجھ کو محض دھوکہ دے کر لایا گیا جس کا مجھے افسوس ہے۔ اس لیے میں معافی چاہتا ہوں کہ مجھ کو معاف فرما کر چھوڑ دیا جائے۔

(۷۱) راجن ولد منگارام نے صدر مجلس گلبرگہ میں بیان دیا کہ میں کراچی کا باشندہ ہوں گھی کا بیوپار کرتا ہوں کراچی کو ایک لیڈر آیا تھا جس کا نام موہن ہے جو کراچی میں رہتا ہے وہ میرے ساتھ یہاں آیا تھا جو اس وقت کسی دوسرے مجلس میں منتقل ہو گیا۔ میرا ارادہ ستیاگرہ کرنے کا نہیں تھا۔ مجھکو دھوکہ دے کر یہاں لایا گیا مجھ سے بیان کیا گیا کہ ریاست حیدرآباد میں ظلم و زیادتی ہندوؤں پر ہو رہی ہے۔ مگر یہاں آنے پر میں نے دیکھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جو مجھ کو کہا گیا وہ بالکل جھوٹ ہے مجھ کو افسوس ہوتا ہے کہ میں ان کی بات پر یہاں آگیا۔ مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جائے

(صحیفہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء)

(۷۲) جیل میں دھرم کرنے کی اجازت

گیلتی ولد مہادیو ساکن ہنگولی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے اپنا بیان دیا کہ آریہ سماج کے پرچار کرنے والے ہنگولی آئے تھے اور سماج میں جا کر کہنے کہ ستیاگرہ کرنے چلو ان کے ذاتی مصارف پر لاتور آگیا میں خوشحال چند کے جتھے میں آگیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ دیکھا گیا کہ جیل خانہ میں دھرم کرنے کی اجازت ہے میں اپنے والدین کی بلا اطلاع آگیا ہوں میں آئندہ اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ معاف کیا جائے۔ (نامہ نگار)

کمسن بچوں کی بھرتی

حیدرآباد میں ستیاگرہ اور کمسن بچوں کی بھرتی کے متعلق ۱۲ اپریل کے اخبار

"تہوار" میں ایک غریب ضعیف ہندو کا مکتوب شایع ہوا ہے اس مکتوب کو پڑھنے سے حقیقت حال کا اظہار ہوتا ہے۔

"جناب من! کیا ہندو مہاسبھا کمسن بچوں کو حیدرآباد کے ستیاگرہ میں ان کے والدین کی اجازت کے بغیر بھرتی کرنا موقوف کرے گی؟ میرا لڑکا جس کی عمر صرف ۱۴ سال ہے مہاسبھا ناگپور کی ترغیب و تحریص سے حیدرآباد ستیاگرہ میں شریک ہوگیا اور مسٹر ڈیسپانڈے سابق پروفیسر کی زیر قیادت روانہ ہوا جنھیں جلسہ عام مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء میں خدا حافظ کہا گیا جس کا اہتمام ڈاکٹر مونجے کے زیر صدارت کیا گیا تھا۔ مجھے اس کارروائی کا کوئی علم نہیں ہوا نہ کسی نے مجھ سے اس کی اجازت لی۔ میرا نور نظر ۱۵ ماہ رواں سے غایب ہے۔ میں نے شخصی طور پر اس کے متعلق دریافت کیا اور بھاگیہ نگر نتا ستیاگرہ پرنکار شیبر کے روبرو ڈاکٹر پرانجپے ہاسٹل کے منتظمین سے درخواست کی لیکن اس کی جانب کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اور میرے کمسن بچے کی فوری واپسی کی درخواست سے قطعی طور پر انکار کر دیا گیا۔ میرا لڑکا غالباً برطانوی ہند سے باہر چلا گیا ہے۔ اس لیے میں نے سٹی پولیس میں اس کی اطلاع کر دی ہے۔ اس طرح مجھے اپنے کمسن بچے سے محروم کر دیا گیا ہے (صحیفہ ۳۰ اپریل)

ستیاگرہیوں کی معافی خواہی روبرو اول تعلقدار گلبرگہ

(۷۳) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے معافی مانگتے ہوئے گنپتی ولد کشن پیشہ ملازمت ساکن پربھنی نے کہا کہ میں آ رہا ہوں۔ پرچار کرتے والے بھی پربھنی آئے تھے ان کے بہکانے پر میں ستیاگرہ میں آ گیا۔ وہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ جیل خانہ میں ہاون وغیرہ کرنے کی اجازت ہے تو باہر بھی ہوگی خوشحال چند کے ساتھ آیا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ مجھ کو چھوڑ دیا جائے۔

(۷۴) کیشو راؤ ولد مارو تی راؤ ساکن گنگا کھیڑ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے معافی نامہ داخل کرتے ہوئے کہا کہ میں شولا پور آ۔ تعلقہ میں قیام تھا۔ وہاں لوگ ستیاگرہ کرنے آ رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ آ گیا میں خوشحال چند کے جتھے میں آ گیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ مجھے معاف کر کے چھوڑ دیا جائے میں خوشی سے [illegible] ۔ اپنا بیان بخوشی دے رہا ہوں۔

(۷۵) مسمی گنپتی عمر ۲۲ سال پیشہ ملازمت خانگی ساکن پربھنی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے معافی نامہ داخل کرتے ہوئے کہا کہ میں قوم کا آریہ ہوں۔ آریہ کے پرچار کرنے والے مجھ کو دھوکہ دے کر شولا پور لے گئے۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ میری عورت کو اس کا علم نہیں کہ میں ستیاگرہ میں آ گیا ہوں مجھ کو معاف کر دیا جائے جیل خانہ میں دھرم کرنے کی اجازت ہے تو باہر بھی ہوگی۔

(۷۶) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے حضنگا ساکن لاتور نے کہا کہ میں آریہ سماج شولا پور دیکھنے گیا تھا وہاں سے مجھ کو دھوکہ دے کر یہاں بھیج دیا گیا میں خوشحال چند کے جتھے میں آ گیا جیل میں دھرم کرنے کی اجازت ہے تو باہر بھی ہوگی مجھکو معاف کر دیا جائے۔

(۷۷) دھاؤ پوراؤ ولد گنڈوجی ساکنہ بھوکر ضلع ناندیڑ نے اول تعلقدار صاحب کے سامنے اپنے بیان میں کہا کہ میں آریہ قوم کا ہوں باہر کے لوگ ستیاگرہ میں شرکت کرنے آ رہے تھے ان کے بہکانے پر ان کے ساتھ شولا پور گیا۔ وہاں سے خوشحال چند کے جتھے میں شریک ہو کر یہاں آ گیا۔ ستیاگرہ کیا ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ دھوکہ ہو گیا معاف کر کے چھوڑ دیا جائے۔

(۷۸) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے شیو رام ولد رام جی ساکن واڑی تعلقہ نلنگہ نے بیان کیا کہ میں قوم کا آریہ ہوں مجھ کو شولاپور بلوایا گیا اور وہاں سے مجھ کو لالہ خوشحال چند کے ساتھ یہاں بھیجدیا گیا۔ مجھ کو دھوکہ دیا گیا۔ یہاں جیل میں دھرم کرنے کی اجازت ہے تو باہر بھی ہو گی۔ مجھ کو معاف کر کے

(۷۹) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیتے ہوے رام چند بیوپاری نے کہا کہ میں قوم کا لنگایت ہوں اپنی بہن کے پاس شولاپور میں تھا میں سماج سننے جاتا تھا۔ وہاں کے لوگ مجھ کو ترغیب دیے ہیں یہاں آ گیا مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاسے۔

(۸۰) پانڈو ورنگ راو ساکن گنگا کھیڑ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیا کہ آریہ سماج کے منتری نے کہا کہ چلو ستیا گرہا کریں گے میں ان کے ساتھ شولاپور آ گیا۔ یہاں سب کو ہاون وغیرہ کرنے کی اجازت ہے۔ مجھ کو دھوکہ ہوا معاف کر کے چھوڑ دیا جاسے۔

(۸۱) ساوارام ساکن پربھنی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیا کہ میں مرہٹہ ہوں پرچار کرنے والے مجھ کو بہکانے سے یہاں آ گیا ہوں جیل خانہ میں مجھ کو ہاوند کرنے کی اجازت ہے تو باہر بھی ہو گی۔ میری والدہ کو اس کا علم نہیں ہے مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاسے۔

(۸۲) بکاجی پیشہ بیوپاری ساکن نلنگہ نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیا کہ آریہ سماج کے پرچار کرنے والے آسے تھے وہ بھی ان کے ساتھ شولاپور آ گیا۔ ستیا گرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ اب میں افسوس کر رہا ہوں آئندہ کبھی اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاسے۔

(۸۳) گیانا ماننند ساکن دیونی جاگیر نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے

بیان دیا کہ گنبی گاؤں کے آریہ آکر اشتعال آمیز تقریر کی جس کی بنا پر میں بھرتی ہو کر ان کے صرفہ سے شولاپور آ گیا۔ ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ میرے والدین کو اس کا علم نہیں ہے۔ وہ میری تلاش میں ہوں گے۔ جیل خانہ میں وہم ہو رہا ہے جھوٹ کہہ کر یہاں غریب آدمیوں کو روانہ کر دیا جا رہا ہے۔ مجھ کو معاف

(۸۴) ہریشچندر ساکن اجمیر نے بیان دیا کہ میں پوجا پاٹ کر کے گزر اوقات کرتا تھا۔ میں کستور چند اچی کے جتھے میں آیا ہوں۔ ہندو مہاسبھا نے مجھ کو بھرتی کر کے شولاپور روانہ کیا تھا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ ستیاگرہا کیا چیز ہے۔ میرے والدین کو اس کا علم نہیں ہے۔ میرے بڑے بھائی کو اس کا علم تھا کہ میں ستیاگرہا کرنے جا رہا ہوں ان کے منع کرنے کے باوجود یہاں آکر دکھ پا رہا ہوں۔ میرے ساتھیوں میں اتفاق نہیں ہے تکرار ہوا کرتی ہے۔ بہت نادانی ہوئی کہ میں اس تحریک میں شریک ہو گیا میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ اس تحریک میں کبھی بھی شریک نہ ہوں گا۔ مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جائے۔ (صحیفہ یکم مئی ۱۹۳۹ء)

(۸۵) ستر نپا ملازم گرنی نرسنگ گیر جی شولاپور عمرہ ۱۵ سال اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیا کہ میں گرنی میں ملازم ہوں ایک دن اپنے گھر کے باہر کھیل رہا تھا۔ میرا تعلق ہندو مہاسبھا سے ہے۔ اس جماعت میں سے ایک نے دریافت کیا کہ کیا میں ستیاگرہا کرنے چلوں گا میں راضی ہو گیا اور اس جماعت کے ساتھ بلا علم و اطلاع والدین یہاں آ گیا۔ جیل خانہ میں عبادت کرنے کی اجازت ہے تو باہر بھی ہو گی آئندہ میں ایسی تحریک میں کبھی شریک نہ ہوں گا۔ لہٰذا مجھے معاف کر دیا جائے۔

(۸۶) آشنا طالب علم شولاپور نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیا کہ میں سوری سیٹھ شولاپور کے مدرسہ میں طالب علم ہوں میرا ایک دوست پیرابھا کر ہے۔ جو ہندو سبھا کے جتھے میں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ستیاگرہا کرنے چلو

پانی ہرگجیا۔ اور دونوں ہندو مہاسبھا کے کیمپ میں بھرتی ہوگئے۔ میرے ماں باپ کو اس کا علم نہیں ہے میں معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی تحریک میں شریک نہ ہوں گا

(۸۷) بھیم راو جاگیر کلیانی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے بیان دیا میں نیورتی ریڈی کی پارٹی میں آیا ہوں۔ شولاپور میں رہ کر چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ وہاں درزی کا کام کرتا ہوں۔ شولاپور کے سماج کو جایا کرتا تھا۔ وہاں مجھ سے کہا گیا کہ ستیاگرہ کرنے چلو تو میں ان کے ساتھ ہوگیا۔ ستیاگرہ کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ ہم کو دھوکہ میں رکھا گیا۔ معافی چاہتا ہوں مجھ کو چھوڑ دیا جائے۔ (صحیفہ ۲ مئی سنہ ۱۹۳۹ء)

صدر محبس گلبرگہ کے بعض ستیاگرہی قیدیوں کے بیانات

(۸۸) بیان راجہ رام ولد نند دیا قوم آریہ عمر ۲۰ سال پیشہ زراعت ساکن رنجنی منظہر ہوں کہ میں کھیتی باڑی کر کے جیتا ہوں ہمارے گاؤں میں ایک لیڈر آکر ہم کو دھوکہ دیا کہ حیدرآباد میں ہندو دھرم پر سختی ہو رہی ہے اگر یہ وقت ہندو لوگ خاموش رہیں گے تو ہندو دھرم نابود ہو جائے گا ستیاگرہ کرنے کی ترغیب دی میں اور بارہ آدمی ہمارے گاؤں کے شنیش راو وکیل جو لیڈر رہے اس کے ساتھ ہوگئے جب ہم لوگ جیل میں ہندو دھرم کی ہون کنڈ اور پوجا پاٹ ہوتی ہے تو ضرور باہر بھی آزادی ہوگی اس خیال سے میں گھر کو واپس جانا چاہتا ہوں۔ ستیاگرہ کیا معنی ہے میں نہیں جانتا تھا۔ صرف یہ کہا گیا تھا کہ ہمارے دھرم کی پرچار نہیں ہوتی ہے۔ وہاں جاکر اپنی عبادت کرنا اسی کو میں ستیاگرہ سمجھا ہوں۔ مجھے معاف فرمایئے اور جیل سے آزادی دی جائے۔ آئندہ کبھی ایسی کسی تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ فقط۔

اظہار سنا برابر ہے شرح دستخط ۲۶ خورداد ۱۳۴۸ف

(۸۹) بیان گوپی ناتھ ولد کونڈی با قوم زرگر عمر ۲۲ سال پیشہ زرگری ساکن پربھنی۔ مظہر ہوں کہ میں ذاتی پیشہ سناری کا کرتا ہوں۔ پربھنی میں آریہ سماج کا ایک لیڈر تھا وہ کہا کہ ہندو دھرم پر سختی ہو رہی ہے تم لوگ کیوں خاموش بیٹھے ہو میرے ساتھ ستیاگرہا کو چلو۔ میں اور دوسرے بارہ آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ مجھ کو یہ نہیں معلوم ستیاگرہا کس کو کہتے ہیں مجھے صرف اتنا معلوم کہ دھرم کی پرچار یعنے پوجا پاٹ ہون کنڈ وکندھیا کرنے کو کہتے ہیں لیکن مجھے جیل میں جانا پڑیگا اور بلا کسی تحقیق کے اس طرح مصیبت میں رہنا ہوگا معلوم نہ تھا جیل میں آنے کے بعد سندھیا اور ہون کنڈ روزانہ کرتے ہوئے میں دیکھتا ہوں۔ اور میں خود اس میں شریک ہوا ہوں اس لحاظ سے باہر دھرم کی آزادی نہ ہونا سراسر جھوٹ ہے۔ مجھے دوسرے ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں دھرم کی بابت حملہ اور میں امن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ستیاگرہا کے مقاصد محض ہندو دھرم کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ کوئی دوسرے اغراض ہیں۔ اس وقت میں معافی چاہتا ہوں مجھے جیل سے آزاد کر دیا جائے۔ فقط ۲۶ خورداد

(۹۰) بیان (ہوناجی) موہن راو ولد (سنگیا) لچھمن راو قوم چھتری (اقصار) عمر ۲۱ سالہ پیشہ ذاتی (بیوپار) ساکن رائچور (حیدر آباد)۔ مظہر ہوں کہ مجھے شنکر یا شولاپور والا نے یہ کہا کہ بمبئی جائیں گے میں اس کے ساتھ شولاپور گیا۔ وہاں سے بمبئی جانہ سکا۔ بلکہ سماجی لوگوں نے یہ کہا کہ دھرم پرچار کرنے کی غرض سے تم کو جتھے میں شریک ہونا ہوگا میں ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔ اور گلبرگہ جیل میں داخل ہو گیا ستیاگرہا کیا معنی رکھتا ہے نہیں معلوم۔ اب میرے والد ملاقات کی غرض سے آئے ہیں اور ان کی حالت خراب ہے میں جانا چاہتا ہوں مجھے معاف فرما کر جیل سے آزاد فرما دیا جائے آئندہ کبھی ایسی کسی تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ در اصل میں اس کو سمجھا نہ تھا۔ فقط المرقوم ۲۶ خورداد ۱۳۴۸ف۔ اظہار سنا برابر ہے۔ شرح دستخط۔

الف ۱۳۴۸ ذرائع اظہار سنا برابر ہے

(۹۱) بیان سوامی اچھانند چیلہ گروشنکرانند قوم سادھو عمر ساٹھ سال پیشہ سنیاسی ساکن اجمیر شریف ۔ مظہر ہوں کہ اجمیر شریف میں کتھا وغیرہ کہا کرتا ہوں ۔ وہاں آریہ سماج کے لیڈروں نے تقریر دیے کہ نظام علاقہ پر سختی کی جارہی ہے بنا ور پر جھنڈا چڑہانا اور اس کی رسمت کرنا یا ہون کنڈ وغیرہ کی اجازت نہیں ملتی ۔ یہ سن کر میں اور میرے ساتھ بائیس آدمی لیڈروں کے ساتھ ہوگئے اور اسپشل ٹرین سے شولاپور آگئے شولاپور میں بھی ہم کو وہی تقریر سنایا گیا غرضکہ اسٹیشن گلبرگہ پر ہمارا جتھا اترا اور جھنڈے لیے اور کہ کے نعرے لگاتے ہوے آبادی کی طرف چلے ۔ پولیس نے روکا اور کہا کہ اجازت لے کر جاسکتے ہیں ۔ بلا اجازت جلوس کی اجازت نہیں دی جاسکتی لیکن جتھا نہ مانا یہ دستور نعرے لگاے اور جھنڈے لیے جانے کی کوشش کی ۔ پولیس نے چالان کر دیا اور ریمانڈ کر دیے گئے لیکن جب میں یہاں آیا تو جملہ آریہ سماج کے قیدیوں کو ہون کنڈ اور سندھیا وغیرہ کرتے ہوے دیکھا جس میں میں خود آٹھ دس روز سے شریک ہوں ۔ اس لیے میں صحیح خیال نہیں کر سکتا کہ آبادی میں دھرم کی پابندیاں کی جاتی ہوں ۔ لہذا اب مجھے اطمینان ہو چکا ہے اور اب مکان واپس جانا چاہتا ہوں اپنے مکان جا کر جملہ حالات اور حقیقت حال سے اجمیر شریف میں اس کی تشہیر کروں گا کہ نظام علاقہ میں ہر طرح سے دھرم کی آزادی ہے ۔ ممکن ہے کہ اس ستیاگرہ میں کچھ اغراض وابستہ ہوں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور نہ مجھے اس سے واسطہ ہے لہذا مجھ کو جیل سے آزاد فرما دیا جاے آیندہ کبھی ایسی تحریک میں شریک نہ ہوں گا ۔ فقط ۲۶ ر خورداد ۱۳۴۸ ف اظہار سنا درست ہے شرح دستخط

(۹۲) بیان سردار بچو سنگھ ولد راجہ سنگھ قیدی ستیاگرہ ساکن فتحپور عمر ۳۲ سال پیشہ ٹیلر ماسٹر قوم سکھ مقیدہ صدر محبس گلبرگہ واقع ۲۵ ر خورداد ۱۳۴۸ ف شاستری صاحب کا جتھا ۔

مظہر ہے کہ میں فتحپور میں درزی کا کام کرتا تھا ۔ میرے پتا زندہ نہیں ہیں

فتح پور سے کئی لوگ شولاپور آسے میں بھی ان کے ساتھ شولاپور آیا۔ فتح پور سے شولاپور تک کا ریل کا کرایہ سماج والوں نے ادا کیا میں شاستری صاحب کے جھتے میں آیا شولاپور میں ایک سبھا ہوئی جس میں دھرم پرچار کو جایں گے چلو کہنے سے میں بھی ان کے ساتھ آگیا گلبرگہ میں نے پرپولیس نے گرفتار کر لیا اور جیل میں داخل کر دیے ستیاگرہ کرنے میں نہیں آیا جیل میں تو ہمارے پرچار دیکھنے ہون، پوجا پاٹ، تو ہوتا ہے۔ جب جیل میں اس قسم کی عبادت کی اجازت ہے تو ضرور باہر بھی ہوتا ہوگا۔ مجھے اس کا موہبا ہے ہیں۔ نے غلطی کی کہ ان کے کہنے پر یہاں آگیا۔ مجھ کو معاف فرما کر چھوڑ دیا جائے فقط بیان سنا، صحت تسلیم کیا بالمشافہہ شرح دستخط ۲۵ خورداد سنہ ۱۳۴۸ ف

(۹۳) بیان مارو سنگھ ولد بابو رام پرشاد قیدی ستیاگرہا سکنہ فتح پور عمر ۲۶ سال پیشہ درزی قوم آریہ عقیدہ صدر محبس گلبرگہ واقع ۲۵ خورداد سنہ ۱۳۴۸ ف۔ ظاہر ہے میں فتحپور میں درزی کا کام کرتا تھا۔ میرے بہا کی درزی کی دکان ہے۔ مجھ کو دوسرے دوستوں نے فتحپور سے شولاپور لایا۔ کرایہ ریل میں نے خود ادا کیا۔ البتہ شولاپور سے گلبرگہ تک کا کرایہ سماج نے دی ہے۔ میں بھی سب کے ساتھ دھرم کی پرچار کے لیے آیا۔ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ جیل میں جانا پڑتا ہے تو ہرگز نہ آتا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جیل کے اندر بھی ہون وغیرہ کیا جاتا ہے۔ یا تو ہر بات کا آرام ہندوؤں کو ہوگا۔ میں شاستری صاحب کے جھتے میں آیا۔ مجھ کو انھوں نے دھوکہ دیا کہ یہاں دھرم پر اتیاچار ہوتا ہے جو بالکل غلط ہے۔ میرے سے غلطی ہوئی کہ میں ان کے ساتھ آگیا۔ مجھ کو معاف فرما کر چھوڑ دیا جاسے۔ فقط ۲۵ خورداد سنہ ۱۳۴۸ ف۔ بیان سنا صحت تسلیم کیا بالمشافہہ شرح دستخط

ترجمہ صدارت نامہ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم حکومت پنجاب

جو بمبئی صوبہ وار مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ شولاپور میں ۶ مئی ۱۹۳۹ء

کو پڑھا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ (صورت واقعات) مجھے مملکت حیدرآباد کے خلاف موجودہ شورش انگیزی تک پہونچا دیتی ہے۔ مجھے اس حقیقت کو بالکل واضح کرنے دیجیے کہ ہم کامل مکمنہ آزادی معاملات مذہبی کے لیے کھڑے ہوئے ہیں جس میں دوسروں کے جائز احساسات کو ملحوظ رکھا گیا ہو اگر غیر مسلمین حیدرآباد اپنی جائز شکایات کے لیے اگر کچھ ہوں دستوری طریقہ پر اپنی حکومت کے روبرو پہونچیں تو ان کے ساتھ ہماری کامل القلب ہمدردی ہوگی۔ مستزاد یہ کہ حیدرآباد کے عظیم المرتبت فرمانرواؤں کی روایتی رواداری و کریم النفسی اور حکومت حیدرآباد کی روشن خیال عاقبت اندیشی میرے خیال میں اس کی یقینی ضمانت ہے کہ رعایائے حیدرآباد کی کوئی اصلی شکایت بشرطیکہ وہ ایک آئینی طریقہ پر نظم و نسق کی اطلاع میں لائی جائے بلا تلافی نہیں رہ سکتی۔ لیکن وہ طریقہ جس کے ذریعہ سے ہندوستان کی اس عظیم ترین ریاست کے خلاف جو اسلامی اور ہندوستانی کلچر کی بعض بہترین خصوصیات کی حامل ہے۔ ایک منظم بغاوتی تحریک آگے بڑھائی جا رہی ہے اور برطانوی ہند سے اس کی رہنمائی کی جا رہی ہے کسی شخص کو اس اشتباہ میں ڈالتا ہے کہ یہ ایک ایسی تحریک ہو گئی ہے جو اس بالکل مخالفانہ پالیسی کا مظاہرہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف اکائیوں کو جماعت اکثریہ کا پائیدار بنا دیا جائے یہ معنی خیز ہے کہ ریاست حیدرآباد کے خلاف شورش انگیزی کانگریس اور مہاسبھا کی توام تنظیموں کے ایک غیر مقدس اتحاد کے ذریعہ سے برپا کی گئی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعد کو کانگریس نے فرقہ واری کے الزام سے بچنے کے لیے اعلان کیا کہ وہ میدان سے باہر نکل آئی ہے اور مہاسبھا پر شورش انگیزی چھوڑ دی ہے۔ مگر یہ ایک سازش معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ کانگریس ایک تنظیم کی حیثیت سے اپنے آپ کو علانیہ اس شورش انگیزی سے الگ کر لیا ہے پھر بھی کانگریسی لوگ اپنی انفرادی حیثیت سے اس کے ساتھ روادارانہ اشتراک عمل رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی مقام حیرت نہیں کہ کانگریس پر یہ شبہہ

کیا جائے کہ وہ در پردہ اس شورش کو مدد دے رہی ہے۔ مزید براں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ حیدرآباد کو تنگ حال کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ دیگر ہندوستانی ریاستوں کی اخلاقیات کو برباد کیا جائے اور ہندوستان میں اسلامی کلچر پر ایک خاص ضرب

مخالف حیدرآباد مجاہرہ سے متعلق دوسرا نقطہ نظر جس کو آزادانہ بیان کیا گیا یہ ہے کہ اس قابل لحاظ تاثر کو پیدا کرکے ریاستوں اور اقلیتوں کو غیر مطمئن کر دیا جائے کہ ریاستیں اپنے معاہداتی واجبات اور ضمانتوں کو پورا کرانے میں اقتدار اعلیٰ پر بھروسہ نہیں کر سکتیں لیکن یہ قیاسات مدلل اور محکم ہیں یا نہیں۔ اور یہ پیش قیاسی نہیں کی جا سکتی کہ صورت حال خطرہ سے مملو ہے اور متعلقین کے حق میں بھی بہتر ہوگا کہ ان کا جلد تر تدارک کر دیا جائے۔ اس موضوع کو بیان کرنا میرے لیے دوگونہ نوعیت کا حامل ہے۔ اولاً دستوری نقطہ نظر سے یہ کہ ایک جداگانہ وحدت کے اندرونی معاملات میں آزادی مداخلت سے انتہائی بدقسمت اور خطرناک نظر پیدا ہو جاتی ہے اور ثانیاً سب سے بڑی مسلم ریاست کے خلاف اقدامی حملہ سے ملک کے طول و عرض اور بالخصوص اس صوبہ کی رائے عامہ میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے جس سے شدید فرقہ وارانہ منافقات کو راہ پانے کا خدشہ ہو رہا ہے۔ میں کمزور دھمکیاں دینے پر مائل نہیں ہوں البتہ ایک ہندوستانی اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کو متوجہ کروں جو موجودہ صورت حال کی نزاکت اور اہمیت پر نظر رکھتے ہیں اور قبل اس کے کہ تاخیر ہو جائے اس مجاہرہ کو بند کرنے کا مطالبہ کروں۔ (صحیفہ ۷ مئی سنہ ۱۹۳۹ء)

چھوٹے لال ستیاگرہی قیدی کی موت کے واقعات

چھوٹے لال نامی ستیاگرہی قیدی کی موت سے متعلق جو ۳ مئی سنہ ۱۹۳۹ء کو گلبرگہ میں واقع ہوئی تھی شولاپور سے یہ اطلاعیں جاری ہوئی ہیں کہ اس کی لاش

پر چوٹوں کے نشان تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دھورندر شاستری اور دیولکنڈا نے جو چھوٹے لال کے ساتھ قید ہوے تھے اس کی لاش کا معاینہ کر کے یہ تحریری بیان دیا تھا کہ وہ لاش کا پوسٹ مارٹم امتحان کرانا نہیں چاہتے اس لیے کہ اس کی موت سے متعلق شبہہ کرنے کی کوی بات نہیں تھی۔ گلبرگہ کے سیول سرجن صاحب نے بھی یہ تصدیق کی ہے کہ انھوں نے لاش پر چوٹوں کے نشان نہیں دیکھے ایسی حالت میں اس کے خلاف جو باتیں بیان کی جا رہی ہیں وہ اسی پروپگنڈے سے تعلق رکھتی ہیں جس کی طرف حکومت اس سے پہلے توجہ دلا چکی ہے۔ (معلومات عامہ) (صحیفہ ۷ مئی ۱۹۳۹ء)

چند ستیاگرہی قیدیوں کی موت

حکومت کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اخبارات کے بعض طبقے ریاست کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لیے چند ستیاگرہی قیدیوں کی موت سے فایدہ اٹھا رہے ہیں اور جو الزام دریردہ یا علانیہ لگایا جاتا ہے وہ حسب معمول یہ ہے کہ متوفین کے جسم پر چوٹوں کے نشان پاے گئے اور یہ کہ ان کی موت جیل خانہ میں برے سلوک کی وجہ سے واقع ہوی۔

پرمانند (برہمانند) کی موت یکم اپریل ۱۹۳۹ء کو شفاخانہ امراض دماغی نے یہ تصدیق کی ہے کہ وہ طبعی موت مرا انھوں نے یہ بھی تصدیق کی ہے کہ اس کے جسم پر چوٹوں کے کوی نشان نہیں تھے حال ہی میں ایک اخبار میں ایک تصویر اس بیان کے ساتھ شایع ہوی جو اسے تلجاپور میں لگیں۔ واقعہ یہ ہے کہ پرمانند تلجاپور میں تھا ہی نہیں اور جب تلجاپور کا واقعہ ہوا ہے تو پرمانند کو مرے ہوے ایک ہفتہ سے زاید مدت گزر چکی تھی مزید براں اس واقعہ میں کسی ستیاگرہی کو سواے معمولی چوٹوں کے کوی

شدید ضرر نہیں پہونچا۔

ونکٹ راؤ ۸ ؍ اپریل کو نظام آباد جیل میں قدرتی اسباب کی بنا پر فوت ہوا۔ اور آریہ سماجی قیدیوں نے اس کی لاش کو مناسب مذہبی رسوم کے ساتھ نذر آتش کر دیا۔ یہ غلط خبر عام طور پر پھیلائی گئی کہ میت کو جلانے کی بجائے دفن کیا گیا۔

سوامی ستیانند کو جو پیچیا بخار میں مبتلا تھا۔ ۱۳ ؍ اپریل ۱۹۳۹ء کو حیدرآباد جیل کے شفاخانہ میں داخل کیا گیا۔ یہاں سے بتاریخ ۱۶ ؍ اپریل اس کو شفاخانہ عثمانیہ میں منتقل کیا گیا۔ جہاں دوسرے دن سہ پہر میں وہ دل کی حرکت بند ہو جانے سے فوت ہوا۔ اسی روز صبح کو شفاخانہ کے سکنڈ سرجن صاحب نے جو ایم آر سی پی کی ڈگری رکھتے ہیں اس کا معاینہ کیا تھا وہ تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے اس کے جسم پر چوٹوں کا کوئی نشان نہیں پایا۔ دوسرے دن سوامی ستیانند کی لاش سکریٹری آریہ سماج کے ایک نمایندے کے حوالہ کر دی گئی۔ جنھوں نے اس امر کی ایک رسید لکھ دی کہ وہ لاش کو اچھی حالت میں لے گئے اور حکومت کے آگے کسی قسم کی شکایت کے بغیر لاش نذر آتش کر دی گئی۔

وشنو بھگونت کو جو پیٹ کے درد میں مبتلا تھا بتاریخ ۲۴ ؍ اپریل ۱۹۳۹ء حیدرآباد جیل کے شفاخانہ میں داخل کیا گیا تھا۔ ۳۰ ؍ اپریل کی شام کو اسے شفاخانہ عثمانیہ میں منتقل کیا گیا جہاں یکم مئی کی رات کو وہ دل کی حرکت بند ہونے کے باعث فوت ہوا۔ شفاخانہ عثمانیہ کے سکنڈ سرجن صاحب نے جو ایف آر سی ایس ایم ایچ کی ڈگری رکھتے ہیں یکم مئی کی صبح کو وشنو بھگونت کا معاینہ کیا اور یہ تصدیق کی کہ انھوں نے متوفی کے جسم پر چوٹوں کے کوئی نشان نہیں دیکھے اس کی لاش بھی بتاریخ ۲ ؍ مئی شام کے ساڑھے پانچ بجے آریہ سماج کے سکریٹری کے اسی نمایندے کے حوالہ کر دی گئی جنھیں اس سے پہلے سوامی ستیانند کی لاش دی

گئی تھی انھوں نے اس مرتبہ بھی یہ رسید لکھدی کہ لاش اچھی حالت میں تھی لیکن شام کے سات بجے بعض لوگوں نے معتمد صاحب عدالت و کوتوالی و امور عامہ کو اطلاع دی کہ متوفی کے سر کے پچھلے حصہ میں ایک چھوٹا سا زخم ہے۔ نیز یہ کہ ایک خانگی ڈاکٹر جسے لاش دکھلائی گئی تھی موت کے سبب سے متعلق کوئی مستقل رائے نہیں دے سکا۔ معتمد صاحب نے ان سے کہا کہ دوسرے روز صبح کو وہ اس بارے میں تحریری رپورٹ پیش کریں لیکن ۴ مے کی شام تک یہ رپورٹ وصول نہیں ہوئی اور جو شخص لاش کو شفاخانہ سے لے گیا اس کا بیان یہ ہے کہ اس نے رسید دینے کے بعد لاش کا ایک زخم شفاخانہ کے داروغہ کو دکھایا جس نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دے لیکن وہ بغیر کوئی ایسی اطلاع دیئے کے لاش کو لے کر چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جب لاش شفاخانہ سے باہر چلی گئی تو پھر اس کی حالت کے متعلق سرکاری عہدہ داروں پر کوئی ذمہ داری نہیں رہتی (معلومات عامہ) (صحیفہ ۶ مے ۱۹۳۹ء)

ڈاکٹر مونجے اور حیدرآباد کا مجلس

ڈاکٹر بی ایس مونجے بیان کرتے ہیں کہ رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری کے نام ان کے خط کا ایک حصہ کسی طرح سے اخبار میں شایع ہو گیا جس سے غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے یہ جان لینا چاہیے کہ جو کچھ انھوں نے اورنگ آباد کے مجلس کے بارے میں کہا اس کا اطلاق تمام مجالس پر نہیں ہوتا اسی لیے وہ چاہتے ہیں کہ اپنے اصلی خط کو شایع کر دیں اس خط کا حسب ذیل حصہ بر محل ہے۔

ڈیر سر اکبر حیدری۔ مہربانی فرما کر میری احسانمندانہ شکر گزاری قبول فرمایئے جو آپ نے میرے قدیم دوست ڈاکٹر ایل وی پارنجپے سے اورنگ آباد

کے محبس میں جہاں ستیاگرہ کے سلسلہ میں سزائے قید بھگت رہے ہیں ملاقات کی سہولتیں بہم پہونچائیں۔ میں ۷ ارمارچ کی صبح کو اورنگ آباد میں پہونچا اور اسی شام میں ناسک واپس ہو گیا۔

اورنگ آباد کے قیام کے دوران میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ اسٹیشن سے دھرم شالہ کو جہاں میرا قیام تھا جاتے ہوئے ایک آدمی جو بظاہر غنڈا معلوم ہو رہا تھا میرے قریب آیا اور درشتی سے نام، پتہ، اور مقصد سفر دریافت کیا میں نے اسے جھڑک دیا اور کہا کہ اگر کوئی سرکاری ملازم دھرم شالہ میں مجھ سے ملنے کے لیے آئے تو میں انھیں اپنا نام اور پتہ بتلاؤں گا میں آپ کو یہ بتلانے میں مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ میرے دوست ڈاکٹر پارنچپے اورنگ آباد کے محبس کے دوسرے قیدی مسرور ہیں اور انھیں کوئی شکایت نہیں۔ سوائے اس کے کہ جو غذا انھیں عام طور پر دی جاتی ہے ادنیٰ قسم کی ہوتی ہے جس کے وہ عادی نہیں۔ معلوم ہو جائے کہ یہ میں برنبائے شکایت نہیں بیان کر رہا ہوں کیونکہ وہ بہرحال محبس میں قیدی ہیں۔

صدر محبس اورنگ آباد کے نایب مہتمم مسٹر ابوالخیر مہاجر شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں اور محبس کے قواعد اور شدید نگرانی کے قواعد کو چلانے میں انسانیت کے برتاؤ سے پیش آتے ہیں اور وہ خود نہایت منتظم واقع ہوئے ہیں۔ قیدی ان سے مطمئن ہیں اور کوئی شکایت نہیں محبس کی حالت صاف ستھری اور نہایت باقاعدہ ہے (ٹائمز آف انڈیا) (صحیفہ ۷ رمئی ۱۹۳۹ء)

صدر محبس گلبرگہ کے بعض ستیاگرہی قیدیوں کے بیانات

(۹۴) بیان کلپا ولد سنہاجی ذات مرہٹہ عمر ۲۲ سال پیشہ کیتی زراعت سکنہ لاتور

جتھا شنکر راو۔ سزایاب۔ مظہر ہے کہ میرا نام ہنمیا ولد نارائن ہے۔ شولاپور میں نام بدلنے کے لیے کہا گیا اس وجہ سے یہاں نام بدل کر بتلایا ہوں سب لوگوں نے مجھے کہا کہ گلبرگہ میں مجمع ہو رہا ہے دیکھنے چلو تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ تلسی رام ایک لڑکا ہم کو روپیہ خرچ کرکے شولاپور لایا تھا ۔ ۔ یہ لڑکا اس مجلس میں محبوس ہے۔ میں یہاں اس کے مجمع کو تو نہیں دیکھا بلکہ جیل خانہ دیکھا میں اپنی والدہ عورت اور بھائیوں کو چھوڑ کر آیا ہوں ان کو میرے یہاں آنے کا علم نہیں ہے اس وجہ سے واپس جانا چاہتا ہوں معاف کرکے رہا کر دیا جائے۔ بیان استاصحت تسلیم کیا۔ علامت ابہام ۔ ۲۶؍ خورداد سنہ ۱۳۴۸ف ۔

(۹۵) بیان ترسو ولد واجی با مرہٹہ آریہ عمر ۲۵ سال پیشہ زراعت ساکنہ تلجاپور جتھا شنکر راو سزایاب۔

مظہر ہے کہ شنکر راو نے مجھے کہا کہ ستیاگرہ دیکھنے چلو تو میں اس کے ساتھ اس کے مصارف پر آگیا۔ گلبرگہ آتے ہی صرف مجھ کو جیل خانہ تیلا دیا گیا۔ میرے والدین اور بھائیاں مکان میں ہیں میرے والدین کو یہاں آنے کا علم نہیں ہے۔ مجھے دھوکہ ہوا معاف کرکے چھوڑ دیا جائے۔ میں پھر کبھی نہیں آوں گا۔ فقط مرقوم ۲۶؍ خورداد سنہ ۱۳۴۸ف بیان بصاصحت تسلیم کیا۔ علامت ابہام۔

(۹۶) بیان نارائن ولد گنگارام ذات چھتری عمر ۱۹ سال پیشہ بیوپار ساکنہ ملگاوں جتھا شاستری سزایاب۔

مظہر ہے کہ میری دکان کمیشن ایجنسی کی جامون واڑی میں موجود ہے۔ وہاں کام پر گیا تھا میں ایک شاستری صاحب کا لکچر سننے گیا تھا۔ وہاں شاستری صاحب کہہ رہے تھے کہ حیدرآباد میں ہندوؤں پر ظلم ہو رہا ہے۔ مندروں کو توڑ کر مساجد بنوائے جا رہے ہیں۔ اور دھرم پرچار کرنے نہیں دیا جاتا اس لیے میں جوش میں آکے

جتھے میں شریک ہوگیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے مکان میں میرا بھتیجا علیل ہے۔ ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں۔ مجھے معاف کر کے چھوڑ دیا جائے میں آئندہ میں تحریک میں شریک ہوں گا۔ فقط ۲۶ ر خورداد ۱۳۴۸ ف۔ بیان سن کر صحت تسلیم کیا۔ شرح دستخط

(۹۷) بیان مکندراو ولد مہادیو ذات مرہٹہ آریہ عمر ۲۰ سال پیشہ زراعت ساکنہ گنگا کھیڑ ضلع جتھا تاتری پرشاد سزایاب۔ نمبر (۸ او ۱۱)

مظہر ہے کہ میرے گاؤں کے لوگ ستیاگرہا کرنے شولاپور کو آرہے تھے میں اس میں شریک ہوگیا۔ ماسٹر نارائن روپیے کرایہ لاتا تھا۔ اس نے ہم تمام کو کرایہ دیا تھا۔ ستیاگرہا کیا چیز ہے مجھ کو معلوم نہیں میرے گھر میں کوئی انتظام نہیں ہے اس لیے واپس جانا چاہتا ہوں معاف کیا جائے پھر نہیں آؤں گا۔ فقط ۲۶ ر خورداد ۱۳۴۸ ف

بیان سنا صحت تسلیم کیا۔

(۹۸) بیان آنندراو ولد سنبھانا ذات مرہٹہ عمر ۱۳ سال پیشہ زراعت ساکنہ شرگور جاگیر کلیانی جتھا شنکرراو سزایاب۔

مظہر ہے کہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اس وجہ سے آیا کہ وہ کہے کہ ستیاگرہا کرنے چلو۔ آگیا خرچہ شولاپور تک کیوں دیے اس کا مجھ کو علم نہیں ہے۔ میں اپنے والدین کے علم کے بغیر آگیا ہوں۔ اس وجہ سے جا رہا ہوں۔ وہ میری تلاش میں ہوں گے مجھ کو دھوکہ ہوا۔ آئندہ کبھی نہیں آؤں گا مجھ کو معاف کیا جائے۔ ۲۶ ر خورداد ۱۳۴۸ ف

میرا صحیح نام تو آنندراو ہے لیکن باپ کا نام بکارام ہے۔ باپ کا نام غلط بتلایا گیا تھا۔ بیان سنا صحت تسلیم کیا۔

(۹۹) بیان جوگل کشور ولد رامسی چند ذات آریہ عمر ۱۸ سال پیشہ طالب علم موضع آباد جتھا شیش راو وکیل سزایاب نمبر ۱۱۲۵

مظہر ہے کہ میں سنوتن وردیالہ مدرسہ مومن آباد میں ہشتم میں تعلیم پا رہا ہوں میں اخبارات پڑھا کرتا ہوں اور شولا پور دیکھنے آیا تھا میرے والد کروڑ اہیل کمپنی کے ایجنٹ ہیں میں اپنے دل سے یہاں آیا تھا شولا پور میں تقاریر بھی سنا اور متاثر ہو کر یہاں آیا تھا۔ مجھے محبس کے تکالیف برداشت نہیں ہو رہے ہیں اس وجہ سے واپس جانا چاہتا ہوں میں آیندہ ستیاگرہا تحریک میں شریک نہ ہوں گا۔ معاف کیا جاے فقط ۲۶ رخورداد ۱۳۴۸؁ف بیان سنا صحت تسلیم کیا۔

(۱۰۰) بیان پرشوتم ولد لکشمن ذات سنار۔ آریہ عمر ۱۵ سال پیشہ سنار ساکنہ مومن آباد دھنا شیش راو وکیل سزایاب نمبر ۱۱۸۹۔

مظہر ہے کہ میں مومن آباد سے پنڈھر پور جانے کے لیے شولا پور آیا تھا۔ شیش راو نے پرچہ وغیرہ تقسیم کیا۔ اور مجھے کہا گیا کہ ستیاگرہا کرنے چلو۔ جو کچھ سزا ہو اس کو بھگتو اور معافی نامہ داخل نہ کرو۔ میں بلا سوچے سمجھے اس کے ساتھ آگیا۔ میرے بھائی بہن اور ماں وغیرہ ہیں۔ ان کو میں چھوڑ کر جیل خانہ میں نہیں رہ سکتا معاف کیا جاے میں آیندہ اس تحریک میں شریک نہ ہوں گا اور رہا کر دیا جاے۔ منی لال شولا پور میں ہے اس نے مجھ کو پھنسا دیا۔ ورنہ میں ان کے جال میں نہ پھنستا۔ فقط۔
۲۶ رخورداد ۱۳۴۸؁ف۔ بیان سنا صحت تسلیم کیا۔ شرح و تحفظ۔

(۱۰۱) بیان سیو پرشاد ولد رام بھدر قوم مصر برہمن عمر ۲۲ سال پیشہ زرگر اصلی سکونت یوپی راے بریلی ساکن بمبئی حال۔

مظہر ہوں کہ میں بمبئی میں سونے کے زیورات بناتا ہوں اور اس کی اجرت سے اپنی زندگی بسر کرتا ہوں بمبئی کے چوپاٹی پر ایک جلسہ سماج کا مقرر ہوا تھا وہاں تقریر ہوی کہ نظام علاقہ میں ہندو دھرم پر ظلم ہو رہا ہے تم لوگ چلو۔ اس لیے میں اور ۲۶ آدمی بھی دھرم کے جوش میں اس جتھے میں شریک ہو گئے۔ شولا پور میں بھی ہی

ہم کو سنایا گیا۔ گلبرگہ تک سماج کے اخراجات کرایہ ریل و خوراک کے رہے گلبرگہ
جیل میں ہون کنڈ اور سندھیا برابر ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہاں دھرم کی کوئی
پابندی نہیں سمجھتا۔ باہر بیرون جیل بھی ممکن ہے ایسی ہی آزادی ہو۔ میں اب گھر کو
جانا چاہتا ہوں مجھے جیل سے آزاد کر دیا جائے۔ آئندہ ہرگز ایسی تحریک میں
شریک نہ ہوں گا فقط ۲۶ ہر خورداد ۱۳۴۸ ف۔ اظہار سنا برابر ہے۔ شرح دستخط

(۱۰۲) نکارام لکشمن ساکن دادر واقع بمبئی نے مہتمم صاحب صدر محبس گلبرگہ
سے اپنے معافی نامہ میں کہا کہ وہ بمبئی میں کپڑے کی تجارت کرتا تھا پھرتے پھرتے
وہ ایک روز آریہ سماج وارڈ میں گیا تھا۔ وہاں کے لوگ اس کو گلبرگہ لائے ستیا گرہ
کیا چیز ہے اس کو معلوم نہیں اس کو سماج نے ۸ر کھانے کو دیے وہ جیل میں برابر
پوجا پاٹ کرتے رہے۔ اس کو معاف کر دیا جائے وہ کبھی ایسی تحریک میں شریک نہ ہوگا

(۱۰۳) رام چند رساکن کراچی نے اول تعلقدار صاحب گلبرگہ کے سامنے
معافی نامہ داخل کرتے ہوئے کہا کہ کراچی میں اس کی واشنگ کمپنی کی دکان ہے اس
کو دھوکہ دیکر شولاپور لایا گیا اس کے بعد وہ گلبرگہ میں گرفتار ہو گیا۔ اس کو کہا گیا کہ
نظام راج میں ہندوؤں پر ظلم و زیادتی ہو رہی ہے لیکن یہاں آنے پر دیکھا گیا کہ
کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہو رہی ہے۔ افسوس ہے کہ وہ دھوکہ میں آگیا اور ستیا گرہ میں
حصہ لیا اس کو معاف کر کے چھوڑ دیا جائے۔

(۱۰۴) روشن پرشاد طالب علم ضلع پٹنہ صوبہ بہار نے گلبرگہ میں معافی نامہ
داخل کرتے ہوئے کہا کہ وہ چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا وہاں ایک سماج ہے جس میں
کہا جاتا ہے کہ حیدرآباد میں ہندوؤں پر ظلم ہو رہا ہے اور دھرم کا کام کرنے نہیں
دیا جاتا۔ مجھ کو دھوکہ دے کر یہاں لایا گیا مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جائے۔

(۱۰۵) رادھا کشن راو نے صدر محبس گلبرگہ میں معافی نامہ داخل کرتے

کہا کہ میں بیجا اڑہ کا باشندہ ہوں اپنے بھائی کی سرپرستی میں ہوں۔ پنڈھرپور سے بمبئی جا رہا تھا شولاپور آ گیا۔ آریہ سماجیوں کے ساتھ گلبرگہ آ گیا۔ گرفتار ہو گیا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ ہندوؤں کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اس سے مجھے سخت افسوس ہوا۔ اس لیے میں معافی چاہتا ہوں مجھ کو چھوڑ دیا جائے۔

(۱۰۶) گلبرگہ میں نکٹ راؤ ساکن لاتور نے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ شولاپور میں درزی کا کام کرتے گیا تھا۔ ایک ان سماج میں اس سے کہا گیا کہ حیدرآباد میں ظلم ہو رہا ہے ستیاگرہ کرنے چلو میں ان کے ساتھ آ گیا میں نے دیکھا کہ یہاں ہر مذہب کرنے کی اجازت ہے۔ میں بیمار ہوں مجھ کو معاف کر کے چھوڑ دیا جائے میں اپنے گاؤں کو جانا نہیں چاہتا۔ میرے یہاں پر دوست ہیں میں یہیں رہوں گا (صحیفہ ۹ مئی ۳۹ء)

پچاس ستیاگرہیوں نے معافی چاہ لی

حیدرآباد ۸ مئی۔ گلبرگہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ پانچ سو اٹھائیس میں سے پچاس ستیاگرہی قیدیوں جن کو پنڈت دھور ندر ناتھ شاستری کی قیادت میں ستیاگرہ کرنے پر گرفتار کیا گیا تھا اور سزا دی گئی تھی معافی نامے داخل کرنے پر رہا کر دیا گیا۔ چھبیس ستیاگرہیوں نے عدالت میں اور باقی نے سزا کے بعد معافی چاہی۔ (صحیفہ ۱۰ مئی ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہیوں کے تکلیف دہ گیت

مسٹر باجی کرشنا راؤ بی اے۔ بی۔ ایل وکیل سکندرآباد نے مسٹر ودیارتھی معتمد ستیاگرہ شولاپور کو بذریعہ تار برقی اطلاع دی ہے کہ ان کا پیام تمام ستیاگرہیوں کو پہونچا دیا جائے کہ حضرت بندگانعالی کے خلاف گیت نہ گایا جائے۔ یہ گیت ان

ہندوؤں کے لیے بڑا تکلیف دہ ہے جن کو حضرت بندگانعالی کے ساتھ عقیدت ہے۔ (نامہ نگار) (صحیفہ ۱۵ مئی ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہیوں سے بدسلوکی کی تردید

بعض اخباروں میں شولاپور سے نکلی ہوئی یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ لالہ گیان چند اور پنڈت وید رتھ ودیرتی کے ساتھ اس بنا پر بدسلوکی کی گئی کہ انھوں نے ستیاگرہیوں پر لاٹھیوں سے اندھا دھند حملے کرنے کے خلاف احتجاج کیا تھا۔

یہ خبر سراسر غلط ہے۔ ان قیدیوں سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کسی بدسلوکی یا لاٹھی حملے کے متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ یہ صحیح ہے کہ تھوڑے سے وقفہ کے لیے اور قانونی وجوہ کی بنا پر لالہ گیان چند کو ایک علٰحدہ کھلی ہوئی کوٹھڑی یا کمرے میں رکھا گیا تھا لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا ہے وہ بے ہوش نہیں ہوئے اور جونہی انھوں نے یہ شکایت کی کہ انھیں چکر سا محسوس ہوتا ہے تو انھیں فوری طبی امداد پہونچائی گئی (معلومات عامہ) (صحیفہ ۱۷ مئی ۱۹۳۹ء)

جوار کے عوض گیہوں کی روٹی

اورنگ آباد کی ایک اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ بعض ستیاگرہیوں کو جوار کی روٹی موافق نہیں آتی تھی۔ اول تعلقدار صاحب نے ایسے اشخاص کو گیہوں کی روٹی دینے کے لیے حکم دیا۔

دھرم ماتا جی کے مندر کی مرمت کی کارروائی کچھ عرصہ سے زیر تصفیہ تھی اس کی بھی اجازت دے دی گئی۔

محبس اورنگ آباد میں ملزمین کی دیکھ بھال اچھی طرح کی جاتی ہے حفظان صحت

کا اچھا انتظام ہے۔ عہدہ داران صفائی کی کافی نگرانی ہے (نامہ نگار) (صحیفہ ۱۰ مئی)

ستیاگرہی قیدیوں کی موت کی حقیقت

حکومت سرکار عالی کی توجہ اس اپیل کی طرف منعطف کرائی گئی ہے جو آریہ سماج مستقر واقع شولاپور سے "یوم شہیدان حیدرآباد" منانے کے لیے جاری کی گئی ہے اس اپیل کی تائید میں پانچسو ستیاگرہی قیدیوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جو یکم اپریل اور ۳۰ مے کے درمیان فوت ہوئے ہیں۔ اس غرض کے لیے جو دن منتخب کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو انڈین نیشنل کانگریس نے "سیاسی قیدیوں کا دن" منانے کے لیے پہلے سے مقرر کر دیا تھا۔ حکومت نے ۱۵ اور ۱۶ مے کو دو کمیونکے جاری کر کے ان واقعات کی تفصیلی کیفیت پہلے ہی شایع کر دی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یاد ہوگا کہ چند روز پہلے یہ اتہام بھی لگایا گیا تھا کہ پنڈت نارائن سوامی کو بیڑیاں پہنائی گئیں۔ اور ان کے ساتھ دوسری طرح سے بھی بدسلوکی کی گئی لیکن جب پنڈت نارائن سوامی سے بذریعہ تحریر پوچھا گیا تو انھوں نے یہ تحریری بیان دیا کہ یہ اتہام بے بنیاد ہیں اور بعد کے ایک بیان میں پنڈت موصوف نے کہا کہ میں نے یہ شکایت کبھی نہیں سنی کہ اس (یعنے گلبرگہ کے) جیل کے حکام نے ستیاگرہیوں کو پیٹا یا ان کے ساتھ بدسلوکی کی۔ ایسی افواہیں سراسر بے بنیاد ہیں۔

اسی طرح جب مسٹر راو اور مسٹر نداپورکر سے جو اسٹیٹ کانگریس کے سلسلہ میں قید تھے پوچھا گیا تو انھوں نے بیان دیا کہ یہ افواہیں کہ اس جیل میں ستیاگرہیوں کو پیٹا جا رہا ہے اور ملازمین جیل ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں۔ بالکل غلط ہے (معلومات عامہ) (صحیفہ ۲۰ مے ۱۹۳۹ء)

صحافت کو سر سکندر حیات کی تنبیہ

لاہور ۲۲ مے۔ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے شملہ کو روانہ ہونے سے قبل ارباب صحافت کی ملاقات پر اپنے نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا کہ حیدرآباد کے ستیاگرہا سے متعلق خبروں کی ناعاقبت اندیش اشاعت سے پنجاب کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تعلقات کشیدہ ہوتے جارہے ہیں۔

حکومت یقین کرتی ہے کہ ستیاگرہا کے تائیدی اور مخالفانہ پروپگنڈہ کے نتیجہ کے طور پر جو جرائد میں کیا جارہا ہے صوبہ میں کم از کم ایک فرقہ وارانہ مناقشہ پیدا ہوگیا ہے۔ وزیر اعظم اور مختلف جرائد کے مدیروں اور مالکان جرائد کے درمیان بے لاگ گفتگو ہوئی موخر الذکر نے وزیر اعظم کی گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ ۲۷ مے کو تمام جرائد کے نام ایک قسم کا ناصحانہ بیان جاری کریں گے جس میں ان سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ حیدرآباد سے متعلق خبریں احتیاط سے شایع کریں۔ (اے پ) (صحیفہ ۲۳ مے ۱۹۳۹ء)

حیدرآبادی ستیاگرہا سے شولاپور، شعلہ پور

شولاپور ۲۲ مے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فرقہ وارانہ مناقشہ میں ایک شخص ہلاک اور ۲۰ افراد زخمی ہوئے جو آدھے درجن رضاکاروں پر حملہ کا نتیجہ ہے۔ رضاکاروں نے مسجد کے پاس سے گزرتے ہوئے نعرے لگانے کو موقوف کرنے سے انکار کردیا۔ مسجد کے قریب کے حادثہ کے بعد ہی سارے گاؤں میں ہندو مسلم فسادات کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی دکانیں جلدی سے بند کردی گئیں اور لوگ گھروں میں جا چھپے عہدہ داران کوتوالی مشتعل لوگوں کو سارے شہر میں پھیر کر مطمئن کرنے کی کوشش کی تھوڑی دیر تک سکون اور سکوت طاری رہا جونہی شہر کی شمالی جانب سے فرقہ وارانہ

حملوں کی اطلاعیں آنے لگیں تو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی سرکردگی میں فوراً کوتوالی کے دستے متاثرہ رقبہ کی جانب روانہ ہو گئے اب صورت حال قابو میں ہے لیکن کوتوالی غافل نہیں ہے۔ (ٹائمز آف انڈیا)

شولاپوری ستیاگرہی ۱۲ گھنٹے میں چلے جائیں شولاپور ۲۲ مے شولاپور میں فرقہ واری فساد پھوٹ پڑنے سے ناظم فوجداری ضلع نے آریہ لیڈروں پر احکام جاری کیے ہیں کہ جو رضاکار یا ستیاگرہی اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ نظام کی قلمرو میں جا کر ستیاگرہ کریں۔ وہ بارہ گھنٹے کے اندر تیز ترین راستہ سے ضلع شولاپور کے حدود خالی کر دیں۔

یہ حکم جو بمبئی پریسیڈنسی ایکٹ کے تحت جاری کیا گیا ہے مظہر ہے کہ شولاپور میں موجودہ فرقہ واری کشیدگی جو حالیہ حد تک وسیع ہوئی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ آریہ سماج کے متبعین نے ہز اگزالٹڈ ہائی نس ہی نظام کی مملکت میں شورش پیدا کی حکم میں یہ بتایا گیا ہے ازاں جا کہ اس ضلع میں ستیاگرہیوں یا جتھوں کے آکر قیام کرنے اور حرکت میں آنے سے جو اس ضلع کے حدود کے باہر سے اس غرض سے آتے ہیں کہ قلمرو نظام میں شورش پیدا کریں خطرہ اور وحشت پیدا ہو گئی ہے۔ میں اس حکم کے ذریعہ سے ایسے تمام جتھوں کے ارکان اور ایسے تمام رضاکاروں اور ستیاگرہیوں کو ہدایت دیتا ہوں کہ اس حکم کے اعلان سے بارہ گھنٹے کے اندر تیز ترین راستوں سے اپنے اپنے گھروں کی طرف اس ضلع کے حدود سے باہر چلے جائیں۔ جو کوئی بھی شخص اس کی خلاف ورزی کریگا اس کا چالان کیا جائیگا۔

(صبح دکن ۲۴ مئی ۱۹۳۹ء)

شولاپور میں منتشر حملے شولاپور ۲۳ مے۔ معلوم ہوا ہے کہ شہر کی فرقہ واری کشیدگی کے مد نظر حکومت نے پونہ کے فوجی عہدہ داروں سے خواہش کی ہے کہ فوج کو تلم نا گہانی واقعات کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ایک لمحہ کی نوٹس پر روانہ ہونے

کے لیے تیار رکھا جائے۔

آج صبح منتشر حملے پھر شروع ہوئے اور اب تک تازہ حملوں کے پندرہ واقعات کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو اشخاص شدید زخمی ہوئے اور تقریباً فی الفور مر گئے جب یہ خبر شہر میں پھیلی تو لوگ جوش میں آگئے دکانداروں نے اپنی دکانیں بند کر دیں۔ مقامی اخبارات کو نوٹسیں دی گئی ہیں جن میں ان سے خواہش کی گئی ہے کہ فسادی صورت حال کی نسبت اپنے تبصرے اور ایسی خبریں شایع نہ کریں جن کا انجام موجودہ کشیدگی کے اضافہ پر ہو معلوم ہوا ہے کہ ایک تیس اشخاص کو حراست میں لے لیا گیا ہے (ایسوشی ایٹڈ پریس) (صحیفہ ۲۴ مئی ۱۹۳۹ء)

شولاپور میں دو فوجی کمپنیاں شولاپور ۲۴ مے۔ فوج کی دو کمپنیاں جو پونہ سے طلب کی گئی تھیں آج رات یہاں وارد ہوئیں۔ آج صبح شہر میں گشت لگائی۔ جتینیہ کو فساد کا جو آغاز ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک پانچ اشخاص ہلاک اور چھیالیس زخمی ہوئے۔ کرفیو آرڈر شب گزشتہ نافذ کیا گیا اور دس دن تک نافذ رہے گا۔ (ایسوشی ایٹڈ پریس) (صحیفہ ۲ مے ۱۹۳۹ء)

دس فیصدی آمدنی حیدرآباد کے خلاف

۱۶ اپریل۔ دہلی کی اطلاع ہے کہ منیجنگ کمیٹی آریہ سماج دہلی نے اس قسم کی تحریک منظور کی ہے کہ سماج کا ہر ایک رکن اپنی آمدنی کا دس فیصد حصہ ماہانہ اس وقت تک سماج کو دے جب تک کہ حیدرآباد میں ستیاگرہا جاری ہے۔ (نامہ نگار)

ستیاگرہا کے لیے بھرتی صوبہ متحدہ میں حیدرآباد کی ستیاگرہا کے لیے ایک سو رضاکار بھرتی کیے گئے۔

ستیاگرہا کے لیے چندہ پونہ کی ایک اطلاع ہے کہ حیدرآباد میں ستیاگرہا

کرنے کے لیے گیارہ ہزار نو سو ستائیس روپیے اواخر اپریل تک جمع ہوئے
(صحیفہ ۲۶ رمے ۱۹۳۹ء)

خوش حال چند کے بھاگ کھلے

گلبرگہ ۲۳ رمے ۔ مسٹر سید محی الدین احمد رضوی اول تعلقدار گلبرگہ کی سفارش پر مسٹر نارائن سوامی اور مسٹر خوش حال چند اور دوسرے قیدیوں کو ایک علیحدہ بنگلہ میں منتقل کر دیا گیا ہے ۔ جہاں انھیں غذا، لباس اور مطالعہ سے متعلق خصوصی سہولتیں بہم پہونچائی گئی ہیں ۔ (ٹائمز آف انڈیا) (صحیفہ ۲۶ رمے ۱۹۳۹ء)

حیدرآبادی ستیاگرہا سے پٹیالہ میں ہنگامے

پٹیالہ ۲۵ رمے ۔ کل شام ایک ہندو مسلم تصادم ہوا ۔ جب شیوا منڈر جتھے کو جو جلوس کی شکل میں حرکت کر رہا تھا لاٹھیوں سے مسلح مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے روکا کوتوالی نے لاٹھیوں سے حملہ کر کے مجمع کو منتشر کر دیا جس سے ایک درجن اشخاص زخمی ہوئے اس سے قبل ایک اور تصادم ہوا جب مسلمانوں نے اس جتھے کی جانب سے حیدرآباد کے خلاف نعرے لگائے جانے کی مخالفت کی ۔ بہر حال امن قایم ہو گیا ۔ کوتوالی اور فوج کے پہروں کو اہم مقامات پر متعین کیا گیا دفعہ ۱۴۴ کے تحت ایک اور حکم جاری کیا گیا جس میں پانچ سے زیادہ اشخاص کے جمع ہونے اور ہتیار اور لاٹھیاں رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے ۔

مہاراجہ نے دونوں جماعتوں کے نمایندوں کی کانفرنس کو مخاطب کیا جو قصر میں منعقد ہوی تھی ۔ (ایسوشی ایٹڈ پریس) (صحیفہ ۲۶ رمے ۱۹۳۹ء)

حیدرآبادی ستیاگرہا سے پنجاب غیر محفوظ

لاہور ۲۷ مئی۔ ایک صحافتی اعلامیہ میں جو حکومت پنجاب کی جانب سے جاری کیا گیا ہے پنجاب کی صحافت سے اپیل کی گئی ہے کہ حیدرآباد کے ستیاگرہ سے متعلق خبروں کی اشاعت میں رضامندانہ احتیاط برتی جائے

اعلامیہ میں لکھا ہے۔ "ریاست حیدرآباد میں آریہ سماج ستیاگرہ کے مخالفین اور مویدین کے مابین پنجاب کی صحافتی چشمک سے اس صوبہ کے بین الفرقات احساسات پر نہایت بدبختانہ اثر مرتب ہو رہا ہے اس تحریک سے موافق اور مخالف پروپگنڈا سے جذبات میں جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس کا انجام ملک کے مختلف حصوں میں نقص امن پر ہوا۔ پنجاب اس نوع کے بدبختانہ حوادث سے مامون نہیں رہا۔ اس بات کا خوف ہے کہ اگر پروپگنڈے کی سرگرمی کا سدباب نہ کیا گیا تو پنجاب کی صورت حال میں مزید انحطاط پیدا ہو جائے گا۔ اور حکومت پنجاب کو تمام اسی قسم کی اور دوسری سرگرمیوں کے خلاف قانونی چارہ کار اختیار کرنا لابد ہوگا۔ پروپگنڈا اس نوع کا ہے کہ دوسری مقامی حکومتوں نے قانونی کارروائی اختیار کرنا ضروری سمجھا۔ (اسیوشی ایٹڈ پریس) (صحیفہ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہی قیدی پانڈورنگ کی موت

۲۷ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو صبح ۸ بجے گلبرگہ جیل کا ایک آریہ سماجی ستیاگرہی قیدی مسمی پانڈورنگ ساکن عثمان آباد جس کی عمر ۲۲ سال کی تھی ایک مختصر علالت کے بعد فوت ہو گیا۔ پہلے اس کا علاج محبس کے شفاخانہ میں کیا گیا۔ بعد ازاں ۲۵ مئی سنہ ۱۹۳۹ء کو اسے صدر شفاخانہ گلبرگہ میں منتقل کیا گیا جس سیول سرجن نے اس کا علاج کیا اس نے یہ تصدیق کی کہ موت انفلوئنزہ کی وجہ سے واقع

ہوی اور یہ کہ لاش کا پوسٹ مارٹم امتحان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بنابریں لاش کو جلانے کی اجازت دی گئی اور جیسی ستیاگرہی قیدیوں کی اس درخواست پر کہ انھیں بھی متوفی کو آخری مرتبہ دیکھ لینے کا موقع دیا جاے۔ لاش پہلے صدر محبس لائی گئی۔ اور اس کو مسان پہونچایا گیا۔ کوی چار سو ہندو جنازہ میں شریک تھے مسٹر خوشحال چند اور مہاتما نارائن سوامی نے بھی اس میں شرکت کی اور اول الذکر نے مہاتما نارائن سوامی کی طرف سے سرکاری عہدہ داروں کا ان سہولتوں کی بنا پر جو اس بارے میں مہیا کی گئیں شکریہ ادا کیا۔ (معلومات عامہ سرکار عالی

مادھوراو اور ناتھو مادھوراو نامی ایک ستیاگرہی قیدی جس کی عمر بیس سال کی تھی اور جو لاتور ضلع عثمان آباد کا باشندہ تھا گرمی کے اثر سے ۲۶ مے سنہ ۱۹۳۹ء کو گلبرگہ سیول ہسپٹل میں پانچ روز کی علالت کے بعد فوت ہوا۔ سیول سرجن صاحب نے تصدیق کی کہ پوسٹ مارٹم امتحان کی ضرورت نہیں ہے۔ جیس ستیاگرہیوں نے آخری مراسم ادا کیے جس کے بعد لاش جلا دی گئی۔ پنڈت نارائن سوامی اور خوشحال چند صاحب بھی مراسم میں شریک تھے۔

ناتھو نامی ایک ستیاگرہی قیدی جس کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور جو امراوتی (علاقہ برار) کا باشندہ تھا تین روز کی علالت کے بعد ۲۹ مے سنہ ۱۹۳۹ء کو صدر شفاخانہ عثمانیہ میں فوت ہوا۔ شفا خانہ کے سکنڈ فزیشن صاحب نے تصدیق کی کہ متوفی لوبر نمونیا میں مبتلا تھا۔ گیارہ ستیاگرہیوں نے جن میں متوفی کا منھ بولا بیٹا بھی تھا میت کو جلایا (معلومات عامہ براے صحیفہ) (صحیفہ ۳۱ مے ۱۹۳۹ء)

ریاست گوالیار کی حیدرآباد سے ہمدردی

لشکر ۳۱ مئی ۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ گوالیار کی رعایا کے بعض طبقات کی جانب سے ان جتھوں کو جو حیدر آباد جانا چاہتے ہیں امداد دی جارہی ہے گوالیار کی مجلس انتظامی (اگزیکٹو کونسل) نے اسٹیٹ گزٹ (جریدۂ سرکاری) میں ایک تصریح شایع کی ہے تا کہ خلائق کو ہدایت حاصل ہو۔

تصریح میں بیان کیا گیا ہے کہ پچھلے تھوڑے زمانہ سے رعایائے نظام کے ایک طبقہ کی جانب سے ایک شورش پیدا کی گئی ہے اور یہ کہ برطانوی صوبجات سے اس کے ہمدردوں کی جانب سے مدد یا رہی ہے۔ یہ امر اطلاع میں آچکا ہے بعض جتھے حیدر آباد جاتے ہوئے ریاست گوالیار کی سرحد میں اتر پڑے اور یہاں بھی اس مقصد سے گڑبڑ پیدا کی کہ اس تحریک کے لیے تائید حاصل کریں۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ اس ریاست کے بعض گمراہ اشخاص ہز ہائینس کی قلمرو کے اندر سے اس تحریک کی مدد روپیوں اور آدمیوں سے کر رہے ہیں ہز ہائی نس کی گورنمنٹ اور ہز اگزالٹڈ ہائی نس دی نظام گورنمنٹ کے درمیان تعلقات زمانۂ ماضی میں بھی اور زمانۂ حال میں بھی نہایت مخلصانہ رہتے آئے ہیں۔ اندریں حالات اگر ہز ہائی نس کے حدود میں کوئی ایسی چیز کی جائے۔ جو ان تعلقات پر برا اثر ڈالے تو ایسی صورت میں ہز ہائی نس کی گورنمنٹ کا یہ فرض ہوگا کہ اس کے اختیار میں جو کچھ بھی کارروائی ہو اسے اختیار کرے اور ایسی سرگرمیوں کو مسدود کر دے۔ ہز ہائی نس کی حکومت کو گوالیار کی رعایا کی ذمہ داری کی روح پر اور عمدہ جذبہ پر ہر قسم کا اعتماد حاصل ہے۔ اس بنا پر یہ امید کی جاتی ہے کہ اگر یہ واقعات رعایا کی اطلاع میں لائے جائیں تو وہ کسی ایسے کام کے کرنے سے باز رہے گی جو روایتی نیک تعلقات گوالیار و حیدر آباد کو خطرہ میں ڈالنے والا ہو (ٹائمز آف انڈیا)

(صحیفہ ۳ رجون سنہ ۱۹۳۹ء)

آریہ ستیاگرہیوں کو میوہ کا شربت لیمن اسکاش گلوکوس

حیدرآباد ۵ جون۔ اس اطلاع کی نسبت جو گشت کرائی گئی ہے کہ محبس ورنگل میں تمام آریہ ستیاگرہی قیدی کچھ عرصہ سے بھوک ہڑتال کر رہے ہیں سرکاری حلقوں میں دریافت کیا گیا تو اس کی مطلق تردید کی گئی۔

بہر حال بیان کیا جاتا ہے کہ پندرہ دن پہلے دو قیدیوں نے ایک دو دن کے لیے غذا کے استعمال سے انکار کر دیا۔ اور یہ اپنی نوعیت کی پہلی مثالیں ہیں جن کی محبس ورنگل سے اطلاع ملی۔

اس خبر کی نسبت کہ محبس ایچورمیں ایک آریہ ستیاگرہی قیدی گزشتہ تین ہفتوں سے بھوک ہڑتال کر رہا ہے یہ معلوم ہوا کہ اس میں بھی کوئی صداقت نہیں۔ اصل واقعات یہ ہیں کہ لالہ رام سرن داس قیدی کو جو جریدہ نگار بتلایا جاتا ہے۔ آریہ ستیاگرہا کے سلسلے میں کچھ عرصہ قبل فرد جرم لگائی گئی تھی لیکن بعد میں معافی مانگنے پر رہا کر دیا گیا تھا اس موقع پر اس نے ارباب متعلقہ سے اپنے وطن شمالی ہند کو واپس ہونے کے لیے مالی امداد مانگی تھی حکام نے اس غرض کی بنا پر اس کو اڑتالیس روپیے دیے اور وہ ممالک محروسہ کے حدود سے باہر چلا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پھر رام سرن داس ستیاگرہیوں کے ایک جتھے کے ساتھ دوبارہ آیا اور سزایاب ہوا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً تین ہفتہ قبل رام سرن داس بیمار ہو گیا اور بعد میں سیول ہسپتال میں معالجہ کے لیے منتقل کیا گیا۔ جہاں وہ اب تک ہے اس کو علالت کے مدنظر میوہ کا شربت لیمن اسکاش اور گلوکوس دیا جاتا ہے (الیوننگ ایڈیشن) (صحیفہ ۹ جون ۱۹۳۹ء)

ریاست بھوپال کی ہمدردی

بھوپال ۵ ہر جون۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھوپال نے امن کے منقطع ہونے کا اندیشہ کرتے ہوئے بھوپال اسٹیٹ میں ان جتھوں کے داخلہ کی ممانعت کر دی جو ستیا گرہا کرنے کے لیے حیدرآباد جا رہے ہیں۔

شمالی ہندوستان اور دوسرے حصوں کے متعدد جتھے حیدرآباد کو بھوپال ہوتے ہوئے گزرے بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے چند بھوپال میں ٹھہر گئے اور گلیوں میں ایسے نعرے لگاتے ہوئے گشت لگائی جو فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنے والے تھے۔

مجسٹریٹ کا حکم نافذ ہوا جو بھوپال کی دفعہ جرم ۱۴۴ کے تحت ہے اور جو برطانوی ہند کی دفعہ جرم کے مطابق ہے۔

یہ معلوم ہوا کہ آج گیارہ رضاکار پنجاب میل سے حیدرآباد میں ستیاگرہ کے لیے ہو سے روانہ ہوئے جو بھوپال سے ۲۵ میل پر ہے (ٹائمز آف انڈیا) صفحہ ۹ مورخہ ۱۰ جون ۳۹ء

جوابی ستیا گرہا

لاہور ۵ ہر جون۔ ایک مسلم جلسہ میں جو کل رات منعقد کیا گیا تھا مولانا ظفر علی خاں نے کہا کہ اتحاد ملت جوابی ستیا گرہا کی تحریک شروع کر دیگی۔ اگر موجودہ آریہ ستیا گرہا جس کا تعلق حیدرآباد سے ہے یکم جولائی تک نہ روک دی گئی۔ ملک عنایت اللہ نے صدارت کی۔ مولانا نے کہا کہ آریہ سماجی ستیاگرہا حیدرآباد کے مسلم فرمانروا کے خلاف کھڑی گئی ہے۔ اور صوبہ جاتی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس ستیا گرہا کو روکنے کے لیے حفاظت والیان ریاست کے ایکٹ کو نافذ کرے۔

(ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۱۲ جون ۳۹ء صفحہ ۱۱)

سناتنی سادھو آریہ سماجیوں کی تائید میں

۶ جون - راولپنڈی جب سے کہ آریہ سماجیوں نے حیدر آباد میں ستیاگرہ شروع کی ہے یہ پہلی مرتبہ ہے کہ پندرہ سناتن سادھوں کا ایک جتھا یہاں سے آج صبح حیدر آباد کے لیے لاہور روانہ ہوا۔ ان کو روانگی سے قبل جلوس کی شکل میں نکالا گیا۔ ٹائمز آف انڈیا (صحیفہ ۷ جون ۱۹۳۹ء)

حیدر آباد کے قیدخانوں کی تصویر

گھاسی رام آریہ حال مقیم لاہور یہاں کے ایک ستیاگرہی مہاشے منہراج جی آج کل اورنگ آباد سنٹرل جیل میں ایک سال کی قید بھگت رہے ہیں انھوں نے جیل سے ایک خط اپنے بھائی لالہ موہن لال جی کو ارسال کیا ہے اس پر ۲ ہمے کی تاریخ درج ہے۔ ذیل میں یہ خط پورا درج کیا جاتا ہے گویا جیل کے اندر کا فوٹو ہے" (ملاپ)

جا کھل یکم جون ۱۹۳۹ء - اورنگ آباد ایک لحاظ سے حیدر آباد کا کشمیر ہے۔ یعنے سرد علاقہ ہے۔ پسینہ نہیں آتا لو نہیں چلتی پیاس نہیں ستاتی۔ دوپہر کو قدرے گرمی ہوتی ہے۔ مگر ہم باہر نہیں نکلتے۔ صبح چار پانچ بجے ضرورت سے فارغ ہو کر اشنان اور سندھیا آدی کرتے ہیں ساڑھے سات بجے ایڈیشن ہوتا ہے۔ نو بجے بھوجن پاکر آرام پاکر پھر سوادھیائے (مطالعہ) میں لگ جاتے ہیں۔ شام کو پانچ بجے پھر سندھیا ہون و بھجن میں مصروف ہوجاتے ہیں پھر گنتی کرا کر سو جاتے ہیں بعض تو ایسے سریلے اور آزادی سے بھجن گاتے ہیں کہ جہاں ہمیں آنند ہوتا ہے۔ وہاں منتظمان جیل بھی پورا حظ اٹھاتے ہیں ہفتہ

میں ۵ یوم جوار کی روٹی اور دو روز گندم کی روٹی ملتی ہے۔ جوار اپنے ہاں کی جوار سے بہت بہتر ہوتی ہے اور دال بھی اچھی ہوتی ہے۔ اب خوراک پہلے سے بہتر ہوگئی ہے، جیل میں دودھ، گھی اور میٹھے کے سوا سب اچھا ہے (ملاپ مورخہ ۴ جون ۱۹۳۹ء از صبح دکن) (صحیفہ ۱۰ جون ۱۹۳۹ء)

ستیاگرہی قیدی کی موت پر سرکاری بیان

سوہن آرا نامی ایک پنجابی جس کی عمر تقریباً پچیس سال کی تھی ۵ جون کو اس جتھے کے ساتھ آیا تھا جس کی رہبری مہاشے کرشن نے کی تھی گرفتاری کے بعد ہی وہ بخار میں مبتلا پایا گیا۔ چنانچہ اس کو براہ راست سیول ہسپتال میں داخل کردیا گیا۔ سیول سرجن صاحب کی یہ رپورٹ ہے کہ اس کی بغل میں ایک پھوڑا تھا نیز یہ کہ وہ ۸ جون کو خون میں زہر پیدا ہو جانے سے فوت ہوا۔ لاش تمام مناسب رسوم کے ساتھ مہاشے کرشن اور دوسرے ستیاگرہیوں کی موجودگی میں جلادی گئی۔ (معلومات عامہ برائے صحیفہ) (صحیفہ ۱۱ جون ۱۹۳۹ء)

علی گڑھ میں ایک اہم جلسہ

نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ کی تحویل کانفرنس کی تحریک و دعوت پر ۱۹ فروری ۱۹۳۹ء کو بوقت چار بجے شام صدر دفتر کانفرنس میں عام مسلمانوں اور کانفرنس کے ممبروں اور اساتذہ مسلم یونیورسٹی کا ایک جلسہ اس غرض سے منعقد ہوا کہ حکومت حیدرآباد کے خلاف آریہ سماج اور ہندو مہاسبھا نے جو خطرناک تحریک شروع کی ہے اس کے متعلق اظہار رائے کیا جائے۔ نواب صدر یار جنگ بہادر کی تحریک اور پروفیسر عبدالمجید

آنریری جائنیٹ سکریٹری کانفرنس اور خان بہادر مولوی حاجی محمد حبیب اللہ خاں صاحب کی تائید سے پروفیسر اے بی اے حلیم پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی جلسہ کے صدر قرار پائے۔

اس کے بعد نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکریٹری کانفرنس نے جو بارہ سال تک دولت آصفیہ کے "صدر الصدور امور مذہبی" رہ چکے ہیں اور اس بنا پر جناب ممدوح کو حیدرآباد کے متعلق صحیح واقفیت اور معتبر معلومات حاصل ہیں حسب ذیل رزولیوشن پیش فرمایا:-

رزولیوشن آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبروں اور عام مسلمانوں کا یہ جلسہ اس فرقہ وارانہ اور فتنہ انگیز تحریک کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس سے اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہے جو آریہ سماج اور ہندو مہاسبھا نے حکومت حیدرآباد کے خلاف ایک منظم صورت میں اختیار کی ہے۔

اس جلسہ کی یہ رائے ہے کہ اس تحریک سے حیدرآباد کے ہندو مسلمانوں میں جو اب تک باہم برادرانہ رواداری سے زندگی بسر کرتے تھے نیز برطانوی ہند کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات میں سخت کشیدگی پیدا ہوگی جس کے نتائج بہت خطرناک ہوں گے اس لیے یہ جلسہ حکومت ہند سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ سابق معاہدات اور قانون تحفظ والیان ریاست کے تحت اپنی حلیف حکومت کی حمایت کرے اور برطانوی ہند میں شورشی فرقہ پروروں کو اس تحریک کے جاری رکھنے کی اجازت نہ دے۔

تقریر نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکریٹری کانفرنس نواب صاحب نے اس رزولیوشن کو پیش کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

آپ نے فرمایا کہ اس رزولیوشن کے متعلق میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر کچھ

عرض کرنا چاہتا ہوں اس وقت حیدرآباد کے متعلق جو تحریک ملک میں شروع کی گئی ہے جب میں اس کے حالات پڑھتا ہوں تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر غلط بیانی سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حیدرآباد پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہاں ہندوؤں کو مذہب اور کلچر کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تک افترا پردازی کی گئی ہے کہ حیدرآباد میں ہندوؤں کو گھوڑے پر چڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

میں بارہ برس تک حیدرآباد میں حاضر رہا اور اپنے حسب قابلیت تھوڑی بہت خدمت جو ممکن ہوئی وہ انجام دی۔ میرا تعلق محکمۂ امور مذہبی اور عثمانیہ یونیورسٹی سے رہا اس کی وجہ سے جو واقفیت اور علم مجھ کو ہے اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ حیدرآباد میں مختلف فرقوں اور مذہبوں کو اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے بلکہ اس حد تک کہ حکومت ان کے معابد اور مذہبی آزادی کی محافظ ہے اسی طرح ہر طبقہ رعایائے آصفیہ کو اپنے کلچر میں آزادی ہے۔

صدر الصدور کا عہدہ جس پر میں مامور تھا اس کا تعلق ریاست کے جملہ مذاہب سے ہے۔ یعنے مسلمان، ہندو، سکھ، پارسی، عیسائی سب کے مذہبی معاملات اور آزادی کی حفاظت اس کے فرائض میں داخل ہے اور ایک صدر المہام کے زیر نگرانی یہ تمام کام انجام دیے جاتے ہیں اس ذاتی واقفیت کی بنا پر میں آپ کے سامنے یہ عرض کر سکتا ہوں کہ وہاں ہندوؤں کو اتنی ہی مذہبی آزادی حاصل ہے جتنی مسلمانوں کو اور اگر ان کے لیے رکاوٹ ہے تو اسی قدر مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور یہ ایسے موقع پر ہے جہاں امن عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو۔ صدر الصدوری کا محکمہ اسی لیے قائم کیا گیا تھا کہ وہ ان سب معاملات کا لحاظ رکھے اور نگرانی کرتا رہے اس محکمہ کی اہمیت اور فائدہ اسی سے ظاہر ہے کہ ایک دفعہ ہندوستان کے صوبہ کے گورنر نے جب مجھ سے میرے محکمہ کے فرائض دریافت کیے اور اس کے عمل کی تفصیل سنی تو یہ کہا کہ کاش ایسا محکمہ برٹش انڈیا

چونکہ مذہبی محکمہ سب فرقوں کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے اور انھیں تصادم سے روکتا ہے اس لیے کبھی فتنہ وفساد کی نوبت نہیں آتی چنانچہ میرے بارہ برس کے زمانۂ خدمت میں صرف ایک جھگڑے کی نوبت آئی محکمۂ امور مذہبی کا اعتماد اور اطمینان مختلف مذاہب میں کس قدر تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوگا۔ ایک موقع پر ایک دیول کی پوجا کی بابت دو ہندو فرقوں میں نزاع تھا۔ محکمہ نے موقع کی نزاکت کا خیال کرکے مقامی سربرآوردہ ہندوؤں کی کمیٹی مقرر کی جس نے ایک سربرآوردہ ہندو کو نامزد کیا کہ وہ فیصلہ کردیں۔ اس وقت دونوں فریق نے ان کی سرپنچی قبول کی لیکن بعد کو ایک فریق نے اصرار کیا کہ محکمہ امور مذہبی فیصلہ کرے۔ سرپنچ مذکور کا فیصلہ منظور نہ ہوگا اور ان سے انصاف کی امید نہیں چنانچہ محکمہ نے پنچایتی فیصلہ کیا اور اس کو فریقین نے تسلیم کیا غرض جہاں مختلف فرقوں میں جھگڑے کا احتمال ہوتا ہے۔ وہاں حکومت سب فرقوں کے ساتھ بلا امتیاز یکساں سلوک کرتی ہے۔

اسی طرح حکومت مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی کی حمایت یا مخالفت نہیں کرتی نہ ان کے باہم کوئی امتیاز روا رکھتی ہے چنانچہ حیدرآباد میں کسی خاص فرقہ کے لیے اہل حدیث یا حنفی وغیرہ کی علیحدہ مسجدیں نہیں ہیں ہر مسجد میں ہر فرقہ کے مسلمان نماز پڑھ سکتے ہیں اور اسی پر عمل درآمد ہے جب کسی فرقہ نے اپنی مخصوص مسجد بنانے کی اجازت چاہی تو حکم ہوا کہ خدا کی مسجد بناؤ جس میں ہر فرقہ کے مسلمان نماز پڑھ سکیں غرض حیدرآباد میں ہر مسجد میں شیعہ سنی وغیرہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی فرقہ کی عیدگاہ علیحدہ نہیں ہے۔

دارالشفا میں ایک مسجد ہے اس کے متعلق حضور نظام میر محبوب علی خاں مرحوم کے زمانہ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ شیعوں کی مسجد ہے اور اس پر ہنگامہ ہوا فیصلہ یہ ہوا کہ مسجد سب کی ہے اور ہر فرقہ اس میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ وہاں سکھوں کا پہرہ رہتا تھا تاکہ کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو۔ نماز کے اوقات مقرر تھے شیعہ سنی سب اپنے اپنے وقت پر آکر

نماز پڑھتے تھے اور ان کے باہم کبھی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ پارسی اور عیسائی بھی جن کی حیدرآباد میں خاصی تعداد ہے اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے میں آزاد ہیں اور ان فرقوں کے مذہبی پیشوا اپنے سب رسوم آزادی سے انجام دیتے ہیں۔ گرجے بھی حکومت کی حفاظت اور نگرانی میں ہیں اور ان کے لیے بھی وہی قواعد ہیں جو دوسرے فرقوں کے معابد کے لیے ہیں۔

اخیر زمانہ میں جب میں حیدرآباد چھوڑنے والا تھا ایک اعلیٰ انگریز عہدہ دار نے حیرت کے ساتھ مجھ سے کہا کہ محکمۂ امور مذہبی مختلف مذاہب کے معاملات طے کرنے میں کیسے کامیاب ہوتا ہے تو میں نے کہا کہ ہر معاملہ اس کی روئداد پر طے کیا جاتا ہے کبھی کسی قسم کی جانب داری یا تعصب سے کام نہیں لیا جاتا اس پر انھوں نے کہا کہ اسی لیے تم کامیاب رہتے ہو۔

شہروں کے علاوہ مجھ کو دورے کے سلسلہ میں قصبات اور دیہات میں جانے اور وہاں کے معاملات کے دیکھنے اور تصفیہ کرنے کا موقع ملا اور محکمۂ سرکاری کا یکساں اعتماد ہر جگہ قائم دیکھا ہے۔ ہر جگہ یہ دیکھا کہ وہ لوگ بلا امتیاز مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ:۔ "نظام ہمارا بادشاہ" ہے۔ وہ کون ہے مسلمان یا ہندو؟ اس سے انھیں کچھ بحث نہیں وہ کوئی بھی ہو ان کا بادشاہ ہے اور اپنی سب رعایا کو یکساں سمجھتا ہے۔ وہ کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ کسی غیر مذہب بادشاہ کی رعایا ہیں۔

اس ہردلعزیزی کی ایک اور مثال سنیے کہ مکہ مسجد کی ایک سمت میں خاندان آصفیہ کے مقبرے ہیں ان میں حضور نظام میر محبوب علی خاں مرحوم کی بھی قبر ہے۔ جہاں مختلف مذاہب وملت کے لوگوں کو عقیدت کے ساتھ آتے اور پھول چڑھاتے برسوں میں نے دیکھا۔ اس میں ہندو، پارسی، سکھ، مسلمان سب ہی شامل تھے۔ غور کرو کہ اعلحضرت میر محبوب علیخاں مرحوم کے وہ کونسے اوصاف تھے جن کی وجہ سے رعایا کے سب فرقوں کو عزیز تھے؟ اور بعد وفات بھی ہیں۔ حیدرآباد میں کسی جگہ بھی مذہب کی بنا پر امتیاز نہیں کیا جاتا۔ ہمیشہ

دیکھا کہ اعلیٰ حضرت کے شاہی ڈنر میں ہندو، پارسی عیسائی سب ایک ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اور اظہار عقیدت کر رہے ہیں۔

مذہب کی طرح ہر فرقہ کا کلچر بھی محفوظ ہے۔ کسی فرقہ کی تہذیب یا زبان کو مٹانے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس کا اندازہ جامعہ عثمانیہ سے بھی ہو سکتا ہے یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ جب وہ قائم ہوئی تو اس کا پہلا وائس چانسلر میں تھا اور مجھے اس کی تھوڑی سی خدمت کرنے کا موقع حاصل ہوا اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں دوسرے فرقوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے، وہاں سنسکرت کے علاوہ مرہٹی وغیر ملکی زبانوں کی بھی تعلیم ہے۔

سنسکرت کے استاد اس زمانہ میں ایک قابل و شریف پنڈت تھے جو اتفاق سے اسی علیگڑھ کے باشندے تھے اسی طرح کبھی حیدرآباد کی گورنمنٹ نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ دوسرے فرقوں کے تمدن اور زبان کو مٹائے خود ان فرقوں کو بھی پوری آزادی ہے کہ وہ اپنی زبان کی ترقی و اشاعت کے لیے جو جیسی کریں۔ چنانچہ تلنگی اور مرہٹی وغیرہ ملکی کلچر دولت آصفیہ کے زیر سایہ برابر ترقی کر رہے ہیں۔ ان کے باقاعدہ پبلک کتاب خانے قائم ہیں جن میں ان زبانوں کی کتابوں کا ذخیرہ ہے۔

حیدرآباد کی ریاست تین حصوں پر منقسم ہے۔ تلنگانہ، مرہٹواڑی، اور کرناٹک ان علاقوں میں تلنگی، مرہٹی، اور کنڑی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ نیز اردو جو عام ملکی زبان ہے، حکومت ان سب ملکی زبانوں کی سرپرستی کرتی ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ کبھی حکومت نے ان زبانوں یا ان فرقوں کی ترقی میں روڑا اٹکایا، البتہ اگر کبھی ان فرقوں کی ترقی میں کسی نے روڑا اٹکایا ہے تو خود انھیں فرقوں نے۔

مجھے خود بارہا اپنے دورہ میں اس تجربہ کا موقع ملا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی فرقہ نے محض اس بنا پر کوئی بے رخی کی ہو کہ میں مسلمان ہوں بلکہ سب نے مذہبی

محکمہ کا افسر سمجھ کر ادب اور عقیدت کا برتاو رکھا جس کا میں ممنون رہا۔ وہاں کی رعایا میں اس قسم کا کوئی فرقہ وارانہ احساس نہیں اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات ہمیشہ سے برادرانہ ہیں اور وہ باہمی رواداری سے زندگی بسر کرتے ہیں اس لیے یہ کہنا کہ وہاں ہندوؤں کو مذہب اور کلچر کی آزادی نہیں ہے کس قدر خلاف واقعہ اور ناحق شناسی ہے۔

نواب صدر یار جنگ بہادر کی تقریر کے بعد پروفیسر عبدالمجید قریشی صاحب ایم اے آنریری جائنٹ سکریٹری کانفرنس نے رزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ نواب صاحب بہادر کی جامع تقریر کے بعد جو ذاتی واقفیت کی بنا پر ہے غالباً اس کی ضرورت نہیں تھی کہ میں کچھ عرض کروں لیکن ایک خیال آتا ہے کہ فصل خزاں تلک تو میں ایسا نہ تھا ضرا بے گرد۔ مجھ کو جنون ہو گیا موسم گل میں کیا ہوا

ہندوستان میں گزشتہ دو چار سال سے جو حالت پیدا ہو گئی ہے وہ نہایت افسوسناک ہے اب ہم یہ کہہ کر نہیں ٹال سکتے کہ یہ غیر ملکی حکومت کی پالیسی کا نتیجہ ہے ہم میں سے ہر شخص کا یہ گمان تھا کہ جب تھوڑی بہت حکومت ہمارے ہات میں آگئی تو ہمارے آپس میں زیادہ اتفاق پیدا ہو گا یہ ایسی چیز تھی جو سب کے پیش نظر تھی لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو تعلقات صدیوں سے قائم تھے اب ان میں بھی کمی آگئی جس کا صدمہ ان سب لوگوں کو ہے جو اپنے دل میں کوئی جذبہ حریت و آزادی رکھتے ہیں۔

حکومت حیدرآباد کے خلاف جہاں ہندوؤں کو نہ صرف جملہ حقوق دیے گئے ہیں بلکہ ان کے ساتھ خاص مراعات کی جاتی ہیں۔ برادران وطن کا یہ رویہ نہایت قابل افسوس ہے نواب صاحب کی جامع تقریر کے بعد کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں اس لیے میں اس رزولیوشن کی تائید کرتا ہوں۔

پروفیسر قریشی صاحب کے بعد محمد عابد خاں صاحب ایم ایل سی رئیس بھکم پور نے تائید مزید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رزولیوشن کی تحریک وتائید میں جو مفصل تقریریں ہو چکی ہیں اس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہیں لیکن بطور تائید مزید میں بھی کچھ عرض کرتا ہوں۔

حیدرآباد میں اگر بالفرض ہندوؤں کو کچھ شکایتیں ہیں تو وہ اب حال میں نہیں پیدا ہوئیں بلکہ پہلے سے ہوں گی لیکن اب تک حیدرآباد کے ہندوؤں نے کبھی یہ شکایتیں نہیں پیش کیں، البتہ اب کچھ روز سے بیرونی لوگوں نے یہ شورش شروع کی ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس تحریک میں کوئی واقعیت اور حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد کچھ اور ہے!

حقیقت یہ ہے کہ کشمیر، الور کی ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا تھا اس نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے ان ریاستوں کے خلاف جدوجہد کریں چنانچہ جو کچھ ان سے اپنی حفاظت کے لیے ہو سکتا تھا وہ انھوں نے پرامن طریقہ سے کیا۔ اس چیز نے ہندوؤں میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ اور اس کے جواب میں حیدرآباد کے خلاف شورش شروع کر دی اب یہ ہو رہا ہے کہ مظالم کی فرضی اور غلط داستانیں بیان کر کے لوگوں کو حیدرآباد کے خلاف برانگیختہ کیا جا رہا ہے۔ یعنے اس تحریک سے کسی واقعی ظلم کا سدباب منظور نہیں بلکہ کشمیر وغیرہ کے خلاف جو بنی برحقیقت تحریک تھی یہ اس کا جواب یا ردِ عمل ہے۔

حیدرآباد میں ہندوؤں کے ساتھ جو رواداری برتی جاتی ہے اور جو سلوک کیا جاتا ہے وہ اس قدر مشہور و معروف ہے کہ مجھ جیسا شخص بھی جو زیادہ باخبر نہیں ہے اس رواداری کی بہت سی مثالیں پیش کر سکتا ہے آخر یہ حیدرآباد ہی تو ہے جس نے راجہ چندو لال اور مہاراجہ سرکشن پرشاد کو بڑے مرتبہ پر پہونچایا۔ کیا ہندو ریاستوں میں

بھی حیدر آباد کی برابر رواداری کی مثالیں ملتی ہیں؟
کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ریاست حیدر آباد کے خلاف ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو نمایاں کر کے زور شور سے اس کا پروپگنڈا کیا جاتا ہے تاکہ ہندوؤں میں خواہ مخواہ ایک...

مجھے صاف کہنے دیجیے کہ مغلیہ حکومت کے بعد صرف اعلیٰ حضرت نظام ہی کی ایک حکومت ہے جو اس زمانہ کی ایک آخری یادگار ہے جس کا باقی رہنا حریفوں کو ناگوار ہے یہی حکومت بہت سے غریبوں اور بیکسوں کا سہارا ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ اس سہارے کو ختم کر دیں۔

"جے پور" اور "راج کوٹ" وغیرہ کے خلاف برادران وطن نے جو تحریک شروع کی ہے اس کے اسباب دوسرے ہیں یہ "فیڈریشن" کے خوف کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ کھٹکا نہ ہوتا تو وہ ہرگز اس طرف قدم نہ اٹھاتے۔

حکومت ہند کو اس خطرناک تحریک کی طرف خاص طور سے متوجہ ہونا چاہیے جو حیدر آباد کے خلاف شروع کی گئی ہے کیونکہ یہ ایک واقعہ ہے جس کا اعتراف بعض جلیل القدر انگریزوں نے بھی کیا ہے اگر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں حیدر آباد وفادار نہ رہتا تو ہندوستان انگریزوں کے ہات سے نکل جاتا اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ہندوستان میں برٹش حکومت کا جھنڈا حضور نظام نے گاڑا ہے ورنہ آج حالت کچھ اور ہوتی۔

میرا خیال ہے کہ ہمیں حضور نظام کے ساتھ صرف زبانی ہمدردی نہیں کرنا چاہیے بلکہ اگر ضرورت پیش آئے تو آگے قدم بڑھانا چاہیے۔ اس کے بعد مسٹر سعید رضوی (علیگ) نے بطور تائید مزید تقریر کرتے ہوئے اس پر اظہار افسوس کیا کہ بہت سے کانگریسی بھی اس خطرناک تحریک کی عملاً تائید کر رہے ہیں اسی سلسلہ میں آپ نے گاندھی جی کے ایک تازہ مضمون کا ایک فقرہ سنایا جس میں اس تحریک کے مقصد سے انھوں نے اتفاق ظاہر کیا تھا۔ مندرجہ بالا تقریروں کے بعد رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔ اس کے بعد جناب

دوسرا رزولیوشن پیش کیا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

رزولیوشن نمبر ۲۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبروں اور عام مسلمانوں کا یہ جلسہ تمام اسلامی اور اردو اسلامی پریس اور دوسرے انصاف پسند لوگوں سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ اس خطرناک و فتنہ انگیز تحریک سے بیزاری ظاہر کرکے اپنا اخلاقی

اس رزولیوشن کو پیش کرتے ہوئے جناب صدر نے فرمایا کہ جناب نواب صدر یار جنگ بہادر نے جو تقریر کی ہے وہ نہایت جامع ہے نواب صاحب اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کی بنا پر اس کا حق رکھتے ہیں کہ حیدرآباد کے معاملات کے متعلق اظہار خیال کریں حیدرآباد کی مذہبی رواداری ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا یہ تحریک جو مذہب کے نام پر شروع کی گئی مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے اور اس کا مقصد تعمیری نہیں بلکہ تخریبی ہے"

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کی طرف سے اس کے خلاف اظہار بیزاری کروں۔

حیدرآباد اس معنی میں بے شک اسلامی ریاست کہی جاسکتی ہے کہ اس کا فرمانروا مسلمان ہے ورنہ درحقیقت وہ ایک ہندوستانی ریاست ہے کیونکہ وہاں سب ہندوستانیوں کو خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں مساوی حقوق حاصل ہیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلم یونیورسٹی کے بہت سے طلباء اور دوسرے انصاف پسند ہندو جو اس تحریک کی حقیقت سے واقف ہیں اس معاملہ میں مسلمانوں کے ہم خیال ہیں۔

جناب صدر کی اس تقریر کے بعد رزولیوشن بالاتفاق منظور ہوا اور جلسہ برخاست ہوا (صحیفہ ۱۹ / ۲۰ جون ۱۹۳۹ء)

حیدرآباد کا ذکر لندن میں

لندن ۲۰ جون۔ مسٹر نیرن سانڈرسن نے دارالعوام میں کرنل میورہیڈ (نائب وزیر ہند)

سے دریافت کیا کہ ان صوبوں کے گورنروں نے جو تعلق رکھتے ہیں ان اشخاص کے منظم جتھوں کو روکنے کے لیے کیا کارروائی اختیار کی جو ہندوستانی ریاستوں میں مجاہرہ کرنے کے لیے اختیار کر رہے ہیں اور آیا ریاستوں کی جانب ان کی روانگی

کرنل میور ہیڈ نے جواب دیا کہ قطع نظر بمبئی کے جہاں داخلی اسباب کی خاطر صوبہ وار حکومت نے افراد کی ایک بڑی جماعت کے اجتماع کی ایک قطع کو ممنوعت کرنے کا تصفیہ کیا تھا کسی اور صوبہ وار حکومت نے جہاں تک وہ واقف ہیں اس نوع کی کارروائی اختیار کرنا ضروری نہیں خیال کیا۔ ذیلی سوالات کا جواب دیتے ہوئے کرنل میور ہیڈ نے کہا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بیان کرنا درست ہے کہ ہندوستانی ریاستوں میں گھس پڑنا ایک حد تک جاری تھا لیکن یہ ایسا نہیں تھا کہ کسی صوبہ وار حکومت نے کارروائی اختیار کرنا ضروری سمجھا ہو۔

کرنل ویجوڈ نے پوچھا کہ آیا مسٹر میور ہیڈ اعداد بتا سکتے ہیں جن سے ان اشخاص کی تعداد کا پتہ چلے جو ریاست حیدرآباد میں شہری اور مذہبی آزادی کی جدوجہد میں گزشتہ چھ ماہ سے قید میں گئے ہیں اور آیا ان قیدیوں کی تعداد اور ان سے برتاؤ کے طریقہ کی نسبت معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

کرنل میور ہیڈ نے کہا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ سول تحریک ستیا گرہ سے تعلق رکھتا ہے تازہ ترین اطلاع کے بموجب جو ان کے علم میں آئی ختم ماہ ... تک قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ قیدیوں سے ... سلوک تنقید کے لیے کھلا ہوا ہے۔

کرنل ویجوڈ۔ چونکہ یہ قیدی راست ہماری نگرانی میں نہیں ہیں کیا یہ ممکن ہوگا کہ جو قیدی محبس میں ہیں ان کے حالات کی ایک خصوصی تحقیقات بوقت موجودہ کرائی جائے؟

میور ہیڈ نے جواب دیا کہ لارڈ زٹلینڈ (وزیر ہند) محسوس کرتے ہیں کہ اب تک کوئی ایسی بات

نہیں توقع میں آئی جو ایک خصوصی تحقیقات کے لیے ایک مقدمہ بنائی جائے لیکن
رزیڈنٹ فی الحقیقت حکومت حیدرآباد سے قریبی ربط قائم کیے ہوئے ہیں (رائیٹر)

تین ہزار مہاسبھائی اٹھاون ہزار روپیے

ہندو مہاسبھا کی شاخ بمبئی کے سکریٹری کہتے ہیں کہ شورش آفرینی حیدرآباد
میں اس وقت تک تین ہزار سیول متصادم (قانون شکن) حصہ لے چکے ہیں۔ اور
۵۸ ہزار روپیہ صرف کیا جا چکا ہے۔ (ٹائمز آف انڈیا ۲۲ جون) (صحیفہ ۲۲ جون ۱۹۳۹ء)

یوم حیدرآباد اور زرد قمیصے

لاہور کے مسلمانوں نے ایک جلسہ منعقد کر کے جمعہ کو "یوم حیدرآباد" منایا۔
مجاہرہ کے سلسلہ میں مسٹر گاندھی کی جانب دارانہ روش پر تنقید کی گئی۔ ایک قرارداد
منظور کی گئی کہ اگر یکم جولائی تک حیدرآباد میں ستیاگرہا نہ رک جائے تو زرد قمیصے
مخالف ستیاگرہا شروع کر دیں گے۔ (صحیفہ ۲۷ جون ۱۹۳۹ء)

ایک آواز حق

اخبار "چھتری میرٹھ" ہفتہ وار جلد ۳۲ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۳۹ عیسوی
ایڈیٹر۔ ماسٹر شادی رام شاد۔ منیجر اوم پرکاش ورما۔

حیدرآباد میں آریہ سماجی سیلاب۔ کیا یہ محض آریہ سماجی سیلاب ہے یا سیر سپاٹے کا جنجال
جبکہ ہندو مہاسبھا، سکھ سبھا، اور جگت گرو اپنے جتھے پیش کر رہے بتلائے جاتے ہیں
مہرشی سوامی دیانند کے سدانتوں کے عامل پنج مہا گیوں کے روزانہ عادی ایک جاتی مہاشے کے لیے فرض ہے
کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ـ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

کیا یہ ستیا گرہا کا ہتھیار مہرشی سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی کسی پستک میں حیدرآبادی جیسے حالات میں استعمال کرنا آریہ سماجی پرچارکوں کو تبلایا ہے یا کہ یہ ریاستوں میں نمائندہ حکومتوں کی آسامیاں گھیرنے اور فیڈریشن پر قبضہ کرنے کا سامان مہاتماجی کے ہتھیار ستیا گرہا کا عمل نقل ہو رہا ہے ؟

مہرشی سوامی دیانند سرسوتی مٹھ دھاری گروئم کا سخت مخالف ہی نہیں بلکہ اس اصول کی بیخ کنی اور سناتن دھرم کی لغویات کا قلع قمع کرنے کو تیرہ گھنٹے کی سمادھی ترک کر کے کنبھ ہردوار کے میلہ میں سرب متھ کھنڈن کا جھنڈا بلند کیا تھا! تو کیا اب یہ سمجھ لیا جائے کہ مٹھ دھاری گرو، اور سناتن دھرم ہندو مہاسبھا سکھ سبھا ان سب اپنے مخالف آریہ سماج سے باہم اصولی موافقت اعتقادات میں ایسے ہوگئے ہیں کہ آریہ سماج کو حیدرآباد میں کامیاب بنانے کو ہر ایک مخالف جماعت پیچھے پیش کر رہی ہے۔

کیا مہاتماجی خود اس اندولن میں دلچسپی خاص نہیں لے رہے ہیں جبکہ لالہ نراین دت نے ایک جلسہ عام میں بمقام سہتھ صاف الفاظ میں پبلک کو یقین دلایا ہے کہ مہاتماجی آریہ سماجی ستیا گرہا اندولن میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں۔ لوگوں کا مہاتماجی کو الزام لگانا کہ وہ اس معاملہ میں اداسین کیوں ہیں بالکل فضول ہے۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ اس تحریک کا عروج آئندہ ثابت کریگا کہ مہاتماجی درحقیقت اس اندولن کے حامی ہیں۔ اس حالت میں یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ محض آریہ سماجی مذہبی حقوق کے اتلاف کے سبب آریہ سماجی ستیا گرہا تحریک نہیں چل رہی ہے بلکہ سیاسی جنگ ہے جس کو خالص کانگریسی ستیا گرہا اگر کہا جائے تو مذکورہ بالا حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بیجا نہ ہوگا کیونکہ آریہ سماج کا قیام حیدرآباد میں آج سے نہیں بلکہ عرصہ سے قائم ہے البتہ کانگریسی حکومتوں کے قیام کے ساتھ اس کی توقعات زیادہ بڑھ گئی ہیں جس سے بیرون ریاست برٹش انڈیا کے شہروں خصوصاً پنجاب کے آریہ سماجوں کی پیشقدمی سے آل انڈیا ہندو مسلم مسئلہ بن گیا ہے درحقیقت

سب سے بڑا ناجائز فائدہ اس قسم کے خیالات و تحریکات سے یہ اٹھایا جا رہا ہے کہ وفاقی حکومت کی کامیابی اس وقت تک ناممکن تصور ہے جب تک ریاستوں میں بھی ذمہ دارانہ حکومتیں قائم نہ ہو جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت جمہوریت کا دور ہے اب وہی ریاست نیک نام رہ سکتی ہے جہاں ذمہ دار حکومت پائی جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ذمہ دار حکومت سے کیا مراد ہے اگر ذمہ دار حکومتوں کا نمونہ برٹش انڈیا کے صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کو سمجھ لیا جائے تو خدا حافظ خصوصاً صوبہ یوپی میں جب کہ ہر فرقہ کی شکایت چاروں طرف موجود ہے جن کے عہد میں روز بروز مضر صحت انسانی خوردنی اشیا میں آمیزش کر کے سر بازار فروختگی ہو رہی ہے مونگ پھلی کے تیل کو دانہ دار گھی کی شکل میں بیگم آباد جیسی مشینوں میں بنا کر اور اس میں جرمنی کی ایجاد کردہ گھی کی خوشبو لا کر دیہات کے آدمی کرایہ پر بلا ان کے سر پر مونگ پھلی کا تیل کا بنا ہوا گھی جو روپیہ کا ڈھائی سیر پڑتا ہے رکھوا کر گنگی سے دو نہ محصول لے کر جھٹ لالہ جی کی دکان پر جا اتروا تے ہیں اور ۱۵ چھٹانک بیچ دیتے ہیں۔ اسی طرح گلی گلی میں شہروں کے مکھن نکلا ہوا دودھ ملا تیہ بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ نیز آٹے میں ملاوٹ، دال میں ملاوٹ، مٹھائی مضر صحت غرض کہ سنہ ۱۹۲۱ء میں گندم کا بھاؤ پانچ سیر ہو گیا تو آٹا بیچنے والے ساہوکار پرچونیوں نے جوار کا آٹا ملا ملا کر آٹا چار سیر بیچا اسی طرح بورہ وغیرہ میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ مگر غنیمت ہے کہ ریاستوں میں یہ بلا ابھی نہیں آئی۔

پھر ان ذمہ دار حکومتوں میں شہروں اور قصبوں کی میونسپلٹیاں جس بری طرح سے فیل ہو رہی ہیں کہ کہنے والا برا کہ کھلم کھلا غبن کے معاملات بگڑے گئے واویلا مچی مگر کسی کا کچھ نہیں ہوا۔ میرٹھ میں کانگریسی غبن کا معاملہ سطح پر آیا مگر سرمایہ دار و کانگریسی حکومت کا دور ہونے سے سب رفع دفع ہو گیا۔ ورنہ اور کسی کا سوال ہوتا تو کبھی کا جیل خانہ گیا ہوتا۔ نیز بنکوں کے ڈائرکٹر کھلے بندوں امانت داروں کے روپیہ کو اپنے یا رشتہ داروں کو غیر ضمانتی دستاویزوں پر دے کر روپیہ خورد برد کر کے بنکوں کے دیوالے نکال رہے ہیں۔ اور یتیم

بیوا اور پبلک ادارے جن کی روح پونجی جمع بینکوں میں تھی وہ بلبلا رہے ہیں۔ مگر کوئی
پرسان حال نہیں۔ غرض یہ سب وہی است ہے جو ادھر ادھر ریاستوں میں ذمہ دار حکومت
کی آڑ لے اپنا اتو سیدھا کرنا چاہتے ہیں اور آریہ سماجی و کانگریسی خول میں دنیا کو غریب
کسان، مزدور، اچھار کی ہانک لگا کر اپنے ذاتی اغراض پورے کر رہے ہیں۔

حیدرآباد میں چونکہ وہاں کی ہندو رعایا ۸۰ فیصدی ہر طرح خوشحال اور امن سے زندگی بسر کر رہی ہے
اس لیے وہاں اس ایجی ٹیشن کا اثر اڑو پر سنیدی کی نسبت بھی نہیں ہے۔ یہ شور و غوغا پا رگوں
نے زبانی پکاری میں برٹش انڈیا میں ہی مچا رکھا ہے۔ چنانچہ قدرتی قاعدہ ہے کہ ایسے
کسی بیرونی ایجی ٹیشن کا کسی حکومت میں اس وقت تک اثر نہیں ہوتا جب تک وہاں کی
رعایا اپنی فلاح و بہبود نہ سمجھ لے اور جب اس کو کوئی شکایت ہی نہیں پھر اگر زہر ملی

علاوہ ازیں آزمودہ را آزمودن جہل است کے

مصداق جو لوگ اپنے اخبارات میں دھرم کے نام پر جوشیلے مضامین لکھ کر ہندو طبقہ کے
بہت سے ایسے معصوم اور عملی آریہ سماجیوں کو ابھار کر مالی امداد حاصل کرتے ہے اور ناواقف
لوگوں کو خصوصاً دیہات کے ہندو زراعت پیشہ جاٹ، گوجر، اہیر، روسے، راجپوت، مالی
وغیرہ کو ایسے مورچوں کے لیے قربانی کا بکرا سمجھ کر بھیڑوں کے گلہ کی طرح سے ہانک رہے
ہیں۔ ان کی بابت یہ پتہ لگانا چاہیے کہ انھوں نے پچھلے اندولنوں میں ہندو پبلک کو دھارمک
سماجک یا سیاسی مفاد مسلمانوں کے مقابلہ میں کیا کیا پہونچایا ہے۔ یا کہ اپنے اپنے اخبارات
و پریس ایسی تحریکوں سے قایم کرکے سرمایہ دار بن گئے اور بقول بھیک کی بھیک اور مائیں
کے ویدار کے مصداق اس تحریک ستیاگرہ میں پبلک سے روپیہ کھینچا جا رہا ہے۔ وہاں

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ریاست آریہ سماج
کو کھلے میدان میں پرچار کی اجازت نہیں دیتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ریاست کا خزانہ مسلمان وزرا
و افسران و محکمہ جات کے ملازمین مسلم اداروں کو امداد دینے میں صرف ہوتا ہو یہ انسانی

خاصہ ہے کہ اقتدار اور حکومت کا مالک جو بھی انسانی طبقہ ہو جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی ذات کی امداد پہلے کریگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریز انگریز کو، بنیہ بنیے کو، کالیتھ کالیتھ کو، برہمن برہمن کو، کھتری کھتری کو ہر قسم کی امداد اپنے عہد میں پہونچائے گا۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں۔ یوپی اور پنجاب کا نمونہ اس ہندوؤں کی فرقہ وارانہ ذہنیت کا نمایاں موجود ہے۔

آپکے پنجاب میں تمام سرکاری محکمے مال و دیوانی نیچے سے اوپر تک بنیہ و کالیتھ کھتری وغیرہ ہندوؤں سے پر ہیں۔ اور کماتے جاٹ گوجر اہیر روے راجپوت وغیرہ دیہات میں آباد زمیندار اور مزارعین اور کھاتے مزے اڑاتے ہیں۔ یہ ہندو چلتے پرزے شہری حضرات اور مذکورہ بالا دیہاتی طبقوں کے ہنگجو افراد کو صرف ایسے مورچوں کے لیے آلۂ کار بنا رکھا ہے۔

اگر چھوٹو رام ان کے حقوق قایم کراتا ہے اور قانون بناتا ہے نیز ملازمتوں میں تناسب قایم مقرر کراتا ہے تو مسلمان نوازی کا نشانہ بنتا ہے۔ اسی بنا پر ہندوؤں کے جملہ فرقوں کی قوت حیدرآباد کی آڑ لے کر یکجا کر کے ہمارے پرانے دوست خورشید کرشن پنجاب میں زمیندار نواز قوانین کے خلاف سیول نافرمانی ان دیہاتیوں کی عقل پر پردہ ڈال کر جن کے حق میں جدید قوانین پنجاب نافذ ہوئے ہیں اور یوپی میں ان دیہاتی قوموں کا کوئی تناسب ہی ملازمتوں اور محکموں میں نہیں سب شہری بنیہ کالیتھ کھتری وغیرہ بھرے ہوئے ہیں جو کٹر آریہ سماجی بھی اور ستیا گرہ کے حامی بھی بنتے ہیں۔ غرض کہ اپنے اقتدار کو ہر طبقہ اپنی امت

اگر حیدرآباد میں ایسا ہو رہا ہے تو دنیا کے رواج کی بنا پر اس کا انسداد بھی طریقہ سے کیا جا سکتا ہے تا کہ دو جماعتوں میں معاندانہ جذبات ابھار کر سہولت پیدا کی جائے۔ چنانچہ مذہبی تعصب کی غلاظت سے بری اور آریہ سماجی سدھانتوں کے پرچارک جنھوں نے وہاں کے حالات اور رعایا کی خوشحالی ہندو دھرم کے اداروں مندروں اور دیوستھانوں کے متعلق حقیقت معلوم کی ہے ان سے معلوم ہوا ہے کہ ریاست حیدرآباد میں اکتیس ہزار ۸ سو بیالیس دیو مندر ہیں جن میں سے ۱۱۲۵۵

کو حکومت نظام کی طرف سے مستقل اور دوامی امداد آج سے نہیں بلکہ موجودہ حکمراں کے بزرگوں کے وقت سے مقرر ہے اس طرح جو امداد مندروں کو ملتی آرہی ہے اس کی تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار آٹھ سو ستر ہے۔ گویا یہ نقدی کی شکل میں نظام حکومت کے سررشتہ امورات مذہبی کی وساطت سے دی جاتی ہے باقی دیگر ذرایع آمدنی اراضیات و معافیات الگ رہیں جن کی تعداد سالانہ تین لاکھ روپیہ ہے معلوم ہوا ہے یہ عطیات مندروں کی دیکھ بھال نگہداشت کے لیے ہیں بہت سے مندر ایسے ہیں جن کو جاگیرات ملی ہوئی ہیں جن کی آمدنی تین لاکھ کے قریب ہے۔ شہروں میں جو مشہور و معروف منادر ہیں ان کو الگ امداد ہے

(۱) دیول سیتارام باغ جس کی آمدنی پچاس ہزار روپیہ ہے۔ دیول کے معنے ہندی محاورہ میں شاید دیوالیہ کے ہیں یعنے دیو استھان (۲) دیول کشن باغ کی سالانہ آمدنی پندرہ ہزار روپیہ (۳) دیول جھام سنگھ (۴) دیول کھیم داس کی آمدنی دس ہزار روپیہ سالانہ اسپیکر (۵) دیول گوکل ناتھ مندر سری بالاجی (۶) دیول نندگر باغ (۷) ہرکا دیول (۸) اور گولی گوڑہ مندران کو کئی کئی ہزار روپیہ سالانہ آمدنی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں گزشتہ ایسٹر کے شکٹ سے حیدرآباد پہونچا جب کہ خوب جشنے جا رہے تھے وہاں میں نے تمام ریاست کے دیو مندر وغیرہ اور دیگر مقامات کو اپنی تحقیقاتی نظروں سے دیکھا اور حالات معلوم کیے چنانچہ ان اضلاع میں جو دیو مندر ہیں ان میں دیول سکھ واقع لاسور کی آمدنی سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ ہے۔ دیول جاڑی دیو مندر واقع کریم نگر کی آمدنی سالانہ پچاس ہزار روپیہ ہے۔ دیول انجانا واقع پٹن اس کی آمدنی چوبیس ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ یہیں تک نہیں بلکہ نظام حکومت کی فیاضی کی شعاعیں بیرون ریاست کے ہندوؤں کے مذہبی و تعلیمی اداروں تک پر نہایت وسعت کے ساتھ پڑ رہی ہیں۔ ان میں سب سے مشہور بھدرا چلم کا دیول ہے جس کو سالانہ انیس ہزار روپیہ کی امداد ملتی ہے۔ نیز مندر دیول کے پجاریوں کو مذہبی تعلیم دینے اور روزانہ بندو و حرم کے ارکان کو عملی طور سے

ہندو مسلم اتحاد کا ایک ثبوت

ادا کرنے کی تلقین پر خاص طور پر تنخواہ دار مقرر کیا ہوا ہے۔ نیز سیکڑوں بھجنا نندی پنڈت لوگوں کو محض صرف مندروں میں بیٹھے بھجن کرنے کی تنخواہ حکومت نظام کے محکمہ امورات مذہبی کے توسط سے ملتی ہے اور جن کو ہم لوگ یہاں پر برٹش انڈیا میں جگت گرو کا خطاب دیتے ہیں وہ ریاست حیدر آباد سے مستقل وظیفہ پاتے ہیں اور نذرانے مقرر ہیں۔

حیدر آباد میں ہندو آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ ہے جس کا زیادہ تر دیہات میں آباد کاشتکاری کا پیشہ ہے کئی سال ہوئے غالباً سنہ ۱۹۳۰ عیسوی کے کسی پرچہ میں اخبار جیتری میں ہم نے دیکھا تھا جس کا تذکرہ جیتری کی گزشتہ اشاعت میں لکھا ہوا تھا کہ حکمران حیدر آباد نے مالی تباہی کی ابتدا محسوس کرتے ہی اور سود خواروں کی شائلاکانہ دست درازی کو روکنے کے لیے اپنی زراعت کار ہندو رعایا کے تحفظ کو فوراً فرمان جاری کر دیے کہ سودی قرضوں میں کسی زراعت کار کی زمین نہ قرق نہ دیگر ذرائع قانونی سے برباد نہ کر سکے گا۔ چنانچہ بالکل ایسی روک لگا دی ہے کہ وہاں کے سود خوروں کے مظالم
چنانچہ اس وقت سے نظام سرکار اپنی ہندو رعایا زراعت کار کو مالی تباہی کے نرغہ سے بچانے میں اس قدر منہمک ہے کہ اس کی نمایاں عملی مثال حیدر آباد کے ایک مخصوص وسیع خشک علاقہ کو سیراب کرنے کو نظام ساگر وسیع تالاب بارہ کروڑ کی لاگت سے تیار کرایا ہے جس کا ثانی ہندوستان بھر میں کوئی فیض بخش ذریعہ آب پاشی نہیں اسی طرح آب پاشی کی دیگر اسکیمیں ایک کروڑ کے مصارف سے جاری کی گئی ہیں۔ نیز انجمن ہائے امداد باہمی کا دور سرگرمی سے محض دیہاتی زراعت کاروں کے مفاد کو چل رہا ہے جس میں ۸۵ فیصدی ہندو ہیں۔ پھر حالات کا موازنہ کر کے اور اپنے معتمد الیہ افسران سے تحقیق کرا کے مالگزاری کی معافی دی جاتی ہے جس کی تعداد اوسطاً سالانہ پچاس لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔ ابھی کل پرسوں میں چالیس لاکھ روپیہ کا

دیہات میں انتظامی مشنری کے پرزے بڑے افسراں
سے لے کر پٹواری تک ہندو ہیں اور ریاست میں جس اوسط آبادی سے ہندو ہیں
وہی زمیندار بکثرت مالکان اراضی ہیں یعنے زراعتی کاروبار میں ہندو رعایا ۷۰ فیصدی
صنعت و حرفت میں ۹۲ فیصدی تجارت میں ۹۰ فیصدی آزاد پیشوں میں ۸۰ فیصدی
کے مالک ہیں البتہ ایسی لوٹ گھسوٹ زمیندار و کاشتکار کی یہاں ریاست حیدرآباد میں
نہیں ہے جیسی کہ برٹش انڈیا کے صوبے یوپی و پنجاب میں ان برادران شایلاک کے ہاتھ
ہر طرح کیا سود کیا منڈی اور گنجوں میں جنس کی کٹائی کیا وکالت کے ذریعہ

حیدرآباد میں وہی اسلامی دستور العمل قرضہ جات کے
لین دین کا ہے جو کہ پہلے شاہان سلف کے زمانہ میں تھا کہ سود خور رعایا کو ذبح نہیں کر سکتا
تھا اس لیے لوگوں کو ذرا سوچ سمجھ کر ان بھان متی کا کھیل کھیلنے والے سیاسی و مذہبی
بازی گروں کی بہک میں نہ آکر عملی قدم بڑھانا چاہیے۔ نیز ہم نے یہ بھی تحقیق کیا اور دیکھا
کہ ان آریہ سماجی ستیا گرہیوں نے مذہب اسلام کے متعلق حیدرآباد کے بیٹ میں بیٹھ کر
جو جو اشتعال انگیز تقریریں اور مضامین اپنے اخبارات میں اسلام کے بانیوں کی بابت نکالے
ہیں یہ حیدرآباد ہی جیسا اسلامی حکمراں ہے جس نے نہایت سنجیدگی سے برداشت
کرتے ہوئے ریاست میں امن قائم رکھ چھوڑا ہے ورنہ اگر ان کو دہرایا جائے تو ساری
اسلامی دنیا میں ہندوؤں کے خلاف کہرام مچ جائے اور شاید اخبار جس میں ایسے الفاظ
دہرائے جائیں تو فرقہ وارانہ قانونی شکنجہ کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے ہم نے بھی
وہ الفاظ اپنے مضمون سے الگ نکال دیے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اڈیٹر:۔ یہ اشتعال انگیز تقاریر اور مضامین ہماری نظر سے بھی گزرے ہیں مگر
چونکہ ہم کانگریسی حکومت کے پیٹ میں بیٹھے ہیں کہ جس کا حکم ہے کہ ایسے اشتعال انگیز
مضامین سے اخبارات قطعی علحدہ رہیں ورنہ قانونی شکنجہ تیار ہے خاص کر چھتری

کے لیے اول تو ہمارا رویہ وضع ہی تدریجاً ایسا ہے کہ خلاف قانون مضامین کی اشاعت
سے برابر پرہیز رکھا ہے (صحیفہ:- اس صاف گوئی وحق بیانی کے لیے ایڈیٹر اخبار جمہوری
میرٹھ کا بہت بہت شکریہ۔ ۱۲) (صحیفہ ۲ رجون ۱۹۳۹ء)

حیدرآباد ستیا گرہ سے ایک انگریز کی دلچسپی

لندن ۲۶ رجون۔ دارالعوام میں مسٹر ویجوڈ بن نے اس تشویش کے بارے میں تقریر کی جو پانچ ہزار اشخاص کے متعلقین کو لاحق ہے جو دکن میں مقید ہیں۔ اس کا کرنل میور ہیڈ (نایب وزیر ہند) نے جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے پاس سے موصولہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ قیدیوں کے بارے میں ارباب ریاست کا سلوک تنقید کے لیے کشادہ ہے۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے کرنل میور ہیڈ نے کہا کہ حیدرآباد کے محابس حکومت نظام کے زیر انتظام ہیں اور عمل درآمد کے خلاف ہوگا کہ اس حکومت کے ایسے معاملات کی تحقیقات کا مطالبہ کیا جائے جو داخلی نظم ونسق سے متعلق ہیں اس وقت تک جب تک یہ یقین کرنے کی وجہ نہ ہو کہ شدید بے عنوانیاں موجود ہیں۔

مسٹر ویجوڈ بن نے پوچھا آیا کوئی ایسا اقتدار نہیں ہے کہ حیدرآباد کے محابس کا معاینہ کیا جائے۔

کرنل میور ہیڈ نے کہا کوئی راست اقتدار تو ہے نہیں البتہ برطانوی نمایندہ خصوصی رپورٹیں طلب کرسکتا ہے لیکن نمایندہ کو اس بات کے احساس کی ضرورت ہوگی کہ اس قسم کی کارروائی اختیار کرنے کے لیے قطعی اسباب موجود ہیں۔

مسٹر ویجوڈ بن:- کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ قانون حکومت ہند کے نفاذ کے بعد ان خودمختار حکومت ہائے ہندوستان میں تشدد کو روکنے کے لیے ہم بے طاقت ہیں؟

کرنل میور ہیڈ نے فی الفور کہا:- "میں نہیں خیال کرتا کہ قانون حکومت ہند ایسے معاملہ پر جیسا کہ یہ ہے جو ریاست کی عملداری کے اندر ہے اثر انداز ہوگا" (د رہائیڈ) (صحیفہ ۲۰ جون)

ستیاگرہیوں کی ضبط شکنی پر حکومت کی تصریح

اورنگ آباد جیل میں ۳۰ تیر اور یکم امرداد ۱۳۴۸ف کو جو واقعات پیش آئے ان کو بعض اخبارات نے بڑی رنگ آمیزی اور بہت مبالغہ کے ساتھ شایع کیا ہے۔

یہ تفصیلات جو ۹ امرداد ۱۳۴۸ف کو شایع کی گئیں بظاہر ان اطلاعات پر مبنی معلوم ہوتی ہیں جو ۶ امرداد کو بعض رہا شدہ قیدیوں نے آریہ پبلسٹی بیورو کو فراہم کی ہیں۔ ان رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سو اشخاص زخمی ہوئے، بہت سوں کے جسم سے خون جاری رہا۔ چار سو کوتوالی کے جوانوں اور جیل کے چوکیداروں نے لاٹھی کے حملے کیے۔ مسٹر زرانا ڈسے اور بابٹ بھی مجروح ہوئے اور یہ کہ بعض کی جانیں خطرہ میں ہیں۔

واقعات یہ ہیں کہ مذکورہ بالا تین اشخاص کو کسی قسم کا زخم نہیں لگا اور فی الجملہ ۲۲ قیدیوں کو بہت خفیف ضرر پہونچا۔ ان میں سے ۲۰ کے ہاتھوں، پاووں اور کانوں پر خفیف کھرونچے لگے جن کا آیوڈین سے علاج کر دیا گیا اور باقیوں کی پیشانیوں پر خفیف گھاو لگا۔ انھیں بھی محض پٹی باندھنے کی سہولت کی خاطر چار دن جیل کے شفاخانہ میں رکھا گیا ورنہ ویسے تو وہ شفاخانہ سے چلا دیے جانے کے قابل تھے۔ پولیس جو جیل میں طلب کی گئی اس کی تعداد چوبیس نفوس سے کبھی نہیں بڑھی اور جیل کے چوکیداروں کی مجموعی تعداد جو ڈیوٹی انجام دینے کے لیے مل سکتی تھی وہ کبھی ساٹھ سے زیادہ نہیں ہوئی جیل کے اندر نہ لاٹھیاں لے جائی گئیں نہ بندوقیں۔

جو کوئی اصل واقعات دریافت کرنا چاہتا وہ انھیں اورنگ آباد کے صوبہ دار صاحب اور تعلقدار صاحب سے دریافت کر سکتا تھا۔ یہ واقعہ بجائے خود اتنا اہم نہیں سمجھا گیا کہ

اس کے متعلق کوئی سرکاری اعلان جاری کیا جائے لیکن جب مبالغہ آمیز اور غلط تفصیلات شایع ہونے لگیں تو اول تعلقدار صاحب نے ایک اخبار کے مقامی نامہ نگار کے ذریعے ان کی تردید کردی

۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کی رات کو تقریباً آٹھ سو قیدیوں کو اس جیل میں داخل کرنا تھا جس کی مہتمی پر حال ہی میں ایک ایسا شخص مقرر کیا گیا ہے جو برطانوی ہند کی ملازمت کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک ساتھ دو ہزار قیدیوں کے کھانے کی سربراہی کرنا قابل عمل نہیں ہے۔ اتنی بڑی تعداد کو باری باری سے ہی کھانا پہونچایا جاسکتا ہے جس میں یقیناً دیر ہوگی لیکن ایسا نہیں ہوا کہ کسی کو کھانا ملا ہی نہ ہو

۳۱ ستمبر کو اصل جیل میں ضابطہ شکنی کا مظاہرہ کیا گیا کہ ستیا گرہی ایک بے ہنگام مجمع کی شکل میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ اور حلق پھاڑ پھاڑ کر فرقہ دارانہ نعرے لگانے لگے۔ اول تعلقدار صاحب جیل پہونچے اور خود شکایات دور کرنے کی کوشش کی جن میں سے ایک شکایت یہ تھی کہ کھانا جو تیار ہوچکا ہے اسے قیدی محض اس غلط عذر کی بنا پر نہیں کھانا چاہتے کہ متصلہ جیل کیمپ میں ابھی تک کھانا نہیں دیا گیا تھا۔ تعلقدار صاحب نے خود ایک جیل کے ملازم کا معائنہ کیا جس کے ساتھ برا سلوک کیا گیا تھا اور جس کے کپڑے پھاڑ دیے گئے تھے۔

یکم امرداد کی صبح کو جیل کیمپ میں بھی ضابطہ شکنی کی گئی جب کہ جیل کے عملہ پر ریت اور پتھر پھینکے گئے اور شام کو اصل جیل میں بھی اسی قسم کے مظاہرے کیے گئے۔ یہ خبر سن کر کہ قیدیوں نے مددگار مہتمم پر حملہ کردیا ہے اور یہ کہ وہ مقررہ وقت گزر جانے پر بھی اپنے کمروں میں داخل ہونے سے انکار کر رہے ہیں اول تعلقدار صاحب اور مہتمم صاحب جیل کی موجودگی میں ضرورت کے لایق کم سے کم قوت کا استعمال کرتے ہوئے قیدیوں کو بارکوں میں ڈھکیل کر ان کے کمروں میں پہونچایا گیا۔ یہاں پہونچ کر یہ دیکھا گیا کہ چٹخنی کے سوراخ پتھر اور ریت سے بھر دیے گئے ہیں تاکہ انھیں بند

نہ کیا جاسکے۔ پولیس والوں کے ہاتھوں میں ساڑھے تین فیٹ تک کی لمبی پتلی بانس کی لکڑیاں تھیں ان کے پاس کوئی آہنی چیز نہ تھی جس کو لاٹھی کہا جا سکے اور نہ قیدیوں پر کوئی حملہ کیا گیا جیسا کہ زخموں کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے۔ دو یا تین بارکوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی اور اندھیرے میں اس عام بھگدڑ کے باعث سیکڑوں قیدیوں میں سے صرف بائیس کو چوٹیں آئیں جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے جیل کے ڈاکٹر نے فوراً تین اشخاص کا معائنہ کیا جنھوں نے کمر و نیچے لگنے کی شکایت کی تھی۔ لیکن امتحان کرنے پر کسی کے زخم سے خون بہتا ہوا کسی کو بے ہوش نہیں پایا گیا۔ دوسری صبح کو ضبط و انتظام حسب معمول قیام ہو گیا۔ اور اس وقت تک برابر قایم ہے (معلومات عامہ برائے صحیفہ) (صحیفہ ۲۹ر جون ۱۹۳۹ء)

فقیر چند کی موت پر اقصریح حکومت

فقیر چند فرزند بالارام عمر ۲۲ سال جو مہاشے کرشن کے جتھے کے ساتھ آیا تھا اورنگ آباد جیل میں ۲۰ امرداد ۱۳۴۸ف کو بیمار پڑ گیا جیل کے سرجن نے اس کا فوراً علاج کیا جس کے بعد سیول ہسپتال میں شریک کر دیا گیا مہاشے کرشن او جتھے دار کی رضا مندی سے ڈاکٹر طبابت سیول سرجن نے ۲۲ امرداد کی صبح کو آنتوں کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس پر کامیاب آپریشن کیا لیکن افسوس ہے کہ وہ ۲۴ امرداد کی صبح کو فوت ہو گیا۔ جتھے کے لیڈروں نے میت کے رسوم میں شرکت کی۔ (معلومات عامہ برائے صحیفہ) (صحیفہ ۲ جولائی ۱۹۳۹ء)

ریاست جودھپور کی ہمدردی

جودھپور ۳ جولائی۔ ریاست حیدرآباد میں آریہ سماجی ستیاگرہ کی وجہ سے جو مسلسل فرقہ واری کشیدگی یہاں طاری ہے اس کے مدنظر مقامی ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ مزید تین ماہ تک رہے گا۔ (اے پ) (صحیفہ ۴ جولائی ۱۹۳۹ء)

ملکھان کی موت پر تصریح حکومت

۲۵ / ۱۰ / ۱۳۴۸ف کو ایک ستیاگرہی قیدی ملکھان سنگھ بسن لال عمر ۳۵ سال کی تھی اور جو روڑکی کا باشندہ تھا شفاخانہ امراض متعدی واقع لنگم پلی میں جہاں اسے عثمانیہ ہسپتال سے منتقل کیا گیا تھا۔ بعارضہ خناق (گردن توڑ بخار) فوت ہوا۔ متوفی کا ایک رشتہ دار اور اس کے بھیجے والے ایک درجن دوسرے ستیاگرہیوں نے محبس کے مقررہ مرگھٹ میں تجہیز و تکفین کے ضروری مراسم ادا کیے۔ (معلومات عامہ برائے صحیفہ (صمیمہ جریدہ))

اچھوت کا اعتماد پر حیدرآباد

لکھنؤ ۹ جولائی۔ پراونشل یوپی آدنواسی (اچھوت) سبھا ممبر گورنمنٹ آف انڈیا کا ایک خاص جلسہ بصدارت مسٹر جگن ناتھ پرشاد دکشینک، بی اے۔ ال ال بی ایڈوکیٹ منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تجاویز اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔

۱۔ یہ جلسہ پنجاب ہندو سبھا کے پریسیڈنٹ راجہ نریندر ناتھ جی کے بیان سے جو پنجاب کے آریہ ہندو اخبارات میں شایع ہوا ہے کہ "حیدرآباد میں ستیاگرہ" اچھوتوں کو ہندو رکھنے۔ اور مسلمان بنانے سے روکنے کے لیے ہو رہا ہے۔" اس سے اچھوتوں کو معاف رکھا جائے۔ کیونکہ اچھوتوں کے لیڈر مسٹر ایم سی راجہ اور ڈاکٹر امبیڈکر نے کئی بار اعلان کر دیا ہے کہ اچھوت ہندو نہیں ہیں اور نہ ہندو بننا چاہتے ہیں کیونکہ ہندو اپنے رسم و رواج اور اپنی مذہبی کتابوں کے عقائد سے مجبور ہیں اچھوتوں کو شدھی کرنے کے بعد بھی ویسا ہی جیسا بلکہ اور زیادہ خراب سلوک کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ جلسہ عیسائی، مسلمان، ہندو، سکھ، اچھوت، سچھوت وغیرہ جو رعیان حیدرآباد ہیں ان سے اپیل کرتا ہے کہ مشترکہ ایک وفد بنا کر حیدرآباد کو روانہ کیا جائے جو نظام گورنمنٹ

کی پبلک کو یہ بتائے کہ کانگریسی صوبوں میں جہاں کہ آریہ ہندوؤں کا راج ہوگیا ہے جہاں کہ ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں روز بروز کس کس طرح ترقی کررہی ہیں اس سے وہ محفوظ ہیں۔

۳۔ یہ جلسہ نظام گورنمنٹ سے اپیل کرتا ہے کہ حیدرآباد میں اس وقت تک کوئی اصلاحات (ریفارم) نہ دی جائیں جب تک کہ وہاں کی ساٹھ فیصدی اچھوت (آدنواسی) قوم کی آبادی اپنے حقوق کی حفاظت کے قابل نہ ہوجائے کیونکہ ابھی تک کے اچھوتوں کی آبادی سے مکمل فایدہ نہ صرف آریہ ہندوؤں نے اٹھایا ہے اور اس وقت بھی ان کی یہ تمام کوششیں ستیاگرہ کی صورت میں اسی وجہ سے ہورہی ہیں۔ (سیوک رام راؤ بہادر جیٹھ بی اے)
(وحدت دہلی ۱۰ار جولائی سنہ ۱۹۳۹ء) (صحیفہ ۱۱ر جولائی سنہ ۱۹۳۹ء)

سوامی کلیانند کی موت حکومتی تصریح

سوامی کلیانند ساکن مظفرنگر معمر ۷۵ سال کا بعارضہ پیچش شفاخانہ کلبرگہ میں یکم شہریور ۱۳۴۸ف کو انتقال ہوگیا۔ لاش دوسرے ستیاگرہیوں کی موجودگی میں جن میں ان کے لیڈر بھی شامل تھے مناسب رسوم کے ساتھ سپرد آتش کردی گئی۔ (معلومات عامہ بر صحیفہ (صحیفہ ۱۱ر جولائی ۱۹۳۹ء)

دارالعوام میں آریہ سماجی تاروپود کی ادھیڑبن

لندن ۱۰ار جولائی۔ دارالعوام میں مسٹر گرنفل نے کرنل میور ہیڈ نائب وزیر ہند سے خواہش کی کہ ۱۷ر جون کو اورنگ آباد میں ہندو مجاہرین کی گرفتاری اور قیدکی بابت ایک بیان دیں اور بتائیں کہ انھیں نوابی کی روش کے بارے میں کیا بیانات موصول ہوئے۔ کرنل میور ہیڈ نے جواب دیا کہ "ان کارپوریٹیڈ ایسوسی ایشن لندن سے یہ بیان انھیں موصول ہوا اور انھوں نے ہندوستانی جرائد میں یہ بیان دیکھا کہ ۷ر ۱۸ر جون کو محبس اورنگ آباد کے

قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کی گئی، حکومت حیدرآباد کے حکام کی اس بارہ میں قطعی تردید بھی انھوں نے ہندوستانی جرائد میں دیکھی۔

مسٹر گرنفل :- "کیا کرنل میور ہیڈ کے پاس یہ ظاہر کرنے کے آزاد ذرایع نہیں ہیں کہ ان دونوں اطلاعات میں سے صحیح کونسی ہے کیا وہ فی الحقیقت تحقیقات کریں گے کہ آیا شکایتیں فی الحقیقت حق بجانب ہیں" ؟

کرنل میور ہیڈ :- میں نے حال ہی میں کرنل ویجوڈ کے سامنے توضیح کردی تھی کہ اس معاملہ میں ہمارا موقف کیا ہے۔ رزیڈنٹ نے فرمانروائے حیدرآباد سے اور وزیر ہند نے وائسرائے سے قریبی تعلق قائم رکھا ہے۔

مسٹر گرنفل :- کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ بیانات دیے گئے ہیں کہ ایک سو اشخاص کے ساتھ محبس میں بدسلوکی کی گئی بنا بریں کیا یہ کافی نہیں ہے کہ رزیڈنٹ کو خصوصی تحقیقات کا حکم دیا جائے۔

کرنل میور ہیڈ :- اس سلسلہ میں وزیر ہند نے تاج برطانیہ کے نمائندہ سے قریبی تعلق رکھا ہے اس لحظہ تک انھیں یہ اطمینان نہیں ہوا کہ تحقیقات کے لیے خصوصی مقدمہ تیار کیا گیا ہے۔

مسٹر گرنفل :- ہندو آبادی کے خلاف فرمانروائے حیدرآباد کے سلوک کے بارے میں حیدرآباد سے کیا شکایتیں موصول ہوئی ہیں آیا رزیڈنٹ نے ریاست میں ہندو اکثریت کی معاشی اور سماجی سرگرمیوں پر تحدیدات کی رپورٹ پیش کی ہے۔

کرنل میور ہیڈ نے کہا کہ انھوں نے اس قسم کے متعدد شکایات کی نقول دیکھی ہیں لیکن سب بیرون ریاست سے آئی ہیں۔ انھوں نے متذکرہ نوعیت کے بارے میں رزیڈنٹ کی کوئی رپورٹ نہیں دیکھی۔ (ریوٹر بنام صحیفہ) (صحیفہ ۱۲ ر جولائی ۱۹۳۹ء)

آریہ سماج کی سچائی یا جھوٹ

بنارس ۵ ر جولائی مسٹر ونائک راو بیرسٹر آریہ سماجی ستیا گرہا کے آٹھویں ڈکٹیٹر نے

جو حیدرآباد میں ۲۲ جولائی کو ستیاگرہ کرنے سے قبل شمالی ہند کا دورہ کر رہے ہیں آج شام میں لاون ہال کے ایک بڑے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے بیان کیا کہ آریہ سماجیوں کو اپنے جلسے منعقد کرنے یا جلوس نکالنے یا مدارس کھولنے کے لیے ریاست حیدرآباد کے حکام سے اجازت لینا پڑتا ہے اور ایسی اجازت عموماً انھیں حاصل نہیں ہوتی اور یہ کہ انھیں اپنے مذہبی مشاغل کو بجالانے کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ آریہ سماجی سبھاؤں کی جانب سے مسٹر وائیڈیا کو کیسہ ہائے زر دیے گئے۔ (اے پ) (صحیفہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۹ء)

کانگریسی حکومت سے ستیاگرہیوں کی چھیڑ چھاڑ

حکومت بمبئی کا ایک کمیونک مورخہ ۲۳ جون یہ ظاہر کرتا ہے کہ "آریہ سماجی لیڈروں کے وعدہ کے یقین دلانے پر کہ وہ حکومت سے تعاون کرکے شولاپور میں امن قایم رکھیں گے اور اپنی ستیاگرہ کو کسی شخص یا جماعت کو تکلیف پہونچائے بغیر جاری رکھیں گے حکومت نے آریہ سماجی رضاکاروں کے داخلہ کی مخالفت کو بہ استثناے اندرون حدود صنعاتی شولاپور اٹھا دینے کا فیصلہ کیا ہے ناظم عدالت سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے احکام مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۹ء میں حسبہ ترمیم کرلیں"۔

اس معاملہ میں حکومت بمبئی نے اپنی ذمہ داری کو جو ملحقہ ریاست سے وابستہ ہے محسوس کیے بغیر عمل کیا ہے۔ ستیاگرہ کا مقصد جیسا کہ ہر شخص واقف ہے صرف یہی ہے کہ حیدرآباد کی آئینی حکومت کی نافرمانی کی جائے۔ آریہ سماجی رضاکاروں پر سے جو حیدرآباد میں ستیاگرہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں ممانعت کا اٹھالیا جانا ہمارے خیال میں ان کی تخریبی کارروائیوں کی امداد کرنے کے مترادف ہے کہا جاتا ہے کہ وفد نے ضلع شولاپور میں حکومت کے ساتھ تعاون کرکے امن قایم کرنے کا جو اطمینان دلایا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حکومت ان کی امداد کے بغیر قیام امن کا معمولی کام بھی ضلع میں انجام

نہیں دے سکتی ہمیں معلوم نہ تھا کہ حالات اس نوبت پر پہونچ چکے ہیں۔ ریاست سرکارِ عالی میں جو ستیاگرہ کسی شخص یا جماعت کو تکلیف دیے بغیر جاری ہے۔ اس کے متعلق حکومت کو جاننا چاہیے کہ وہ نعرے لگانے اور تقریروں کے سوا کچھ نہیں ہے جو سابقہ کی طرح یقیناً آئندہ بھی امن شکن ثابت ہوں گے۔

۲۴ جون کو لیڈر نے یہ رپورٹ شائع کی ہے کہ الٰہ آباد میں مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جب تک ستیاگرہ کرنے والے حیدرآباد میں داخل ہونے سے رک نہیں جائیں گے اس وقت تک ہم اپنے رضاکاروں کو ان کے مقابلہ میں بغرض پروپگنڈا بھیجتے رہیں گے ہم نہیں سمجھتے کہ حکومت بمبئی مسلم جتھوں کے ساتھ وہی مدارات کرنے سے کیونکر انکار کر سکے گی جو وہ آریہ سماجیوں کے ساتھ کر رہی ہے۔ اگر جتھے حیدرآباد سے شولاپور میں داخل ہوں اور وہ اسی طرح ستیاگرہ کریں جس طرح آریہ حیدرآباد میں کر رہے ہیں تو کیا حکومت بمبئی اس وقت خاموش رہے گی یا پھر شولاپور میں قیام امن کے لیے آریہ سماجیوں سے امداد کی طالب ہوگی۔ حکومت کا فیصلہ حقیقت میں تنگ نظری پر مبنی ہے۔

مدراس اور پنجاب کی حکومتوں نے اپنے اپنے صوبوں میں حیدرآباد کی ستیاگرہ کے متعلق جو چل پہل رہی تھی اسے قانون تحفظ والیانِ ریاست کے تحت ممنوع قرار دیا ہے۔ اب حکومت بمبئی کا یہ صاف فریضہ ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرے لیکن بمبئی نے اچھی طرح جانتے ہوئے کہ آریہ سماج ستیاگرہ کا مقصد حیدرآباد میں داخل ہو کر محض قانون شکنی کرنا ہے انھیں اس کی اجازت دے دی ہے۔ آریاؤں کا ظاہراً مقصد چند مجبوریوں کو دور کرنا ہے یوں بھی ان کی شکایتوں کی حقیقت کو جانے بغیر شخص ثالث کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک جماعت جو ایک کروڑ بیس لاکھ میں سے مشکل پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہے اور جس کے ریاست میں ایک سو مراکز ہیں اپنے مذہبی پرچار میں آزاد ہے اور کوئی سخت پابندی اس پر عاید نہیں کی گئی ہے۔ اس کی تبلیغ سے حیدرآباد کے رہنے والے ظاہر ہے کہ متاثر نہیں ہوتے۔ (ترجمہ از

گوالیار کی حیدرآباد دوستی

اجین ۱۲ جولائی ۔ اجین کے آریہ سماجیوں میں سے چار رضا کار حیدرآباد ستیاگرہا کے لیے روانہ ہوئے۔

اس تحریک کا حوالہ دیتے ہوئے حکومت گوالیار کا ایک اعلامیہ بیان کرتا ہے کہ ہز ہائی نس کی حکومت کا یہ فرض ہوگا کہ اس قسم کی کارروائیوں کو ختم کرنے کے لیے ہر وہ اقدام کرے جو اس کے اختیار میں ہے اگر وہ (کارروائیاں) ریاستہائے گوالیار و حیدرآباد کے دوستانہ تعلقات پر مخالفانہ رنگ میں اثر انداز ہوں۔ اور عوام کو نصیحت کرتی ہے کہ وہ اپنی راہ عمل کو اس طرح تیار کریں کہ وہ ان دونوں ریاستوں میں موجودہ روایاتی اچھے تعلقات کو خطرہ میں نہ ڈال دے۔ (ٹائمز آف انڈیا) (صحیفہ ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء)

آریہ سماجیوں کی زبان سے آریہ سماجیوں کے بیانات

اس سے پیشتر بھی "نرلیش" کی متعدد اشاعتوں میں ریاست حیدرآباد کے خلاف آریہ سماجیوں کے ستیاگرہا کی قلعی کھولتے ہوئے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ بہت سے ذمہ دار آریہ سماجی اس تحریک سے بیزار ہیں اور نہیں چاہتے کہ اس ریاست کے خلاف یہ مہم جاری رکھی جائے چنانچہ اس سلسلہ میں ایک مشہور آریہ سماجی پنڈت منگلا پرشاد جی کا ایک بیان حال میں اخبارات میں شائع ہوا ہے۔

اپنے بیان کے دوران میں پنڈت جی فرماتے ہیں کہ آریہ سماجیوں کی پروپگنڈا سے متاثر ہو کر جب میں نے ستیاگرہا میں حصہ لیا اور میں ریاست کے جیل میں آ گیا تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ خود سرکاری جیل میں ہون کنڈ بنے ہوئے ہیں ہندو صبح شام پرارتھنا کرتے اور بھجن گاتے ہیں جب جیل کے اندر آزادی کی یہ حالت ہے تو باہر کیا ہوگا۔

آگے چل کر پنڈت جی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سوائے چند ایک شریفوں کے باقی سب کرایہ کے ٹٹو ہیں یا وہ جنہیں عجیب و غریب قسم کی لالچ دے کر ستیاگرہ کرنے پر ابھارا گیا۔

پنڈت جی نے کھلے اور واضح الفاظ میں اس تحریک ستیاگرہ کی مذمت کی ہے اور یہاں تک عزم کر لیا ہے کہ وہ ہندو بھائیوں کو قعر گمنامی میں گرنے سے بچانے کی خاطر اپنی تحریر و تقریر سے اس تحریک کے خلاف کام کریں گے۔

اسی طرح ایک اور آریہ سماجی پنڈت ہیرانند جی کا بیان ہے کہ جب میں گلبرگہ آیا تو دیکھا کہ جیل کے اندر آریہ اور ہندو ہون کر رہے ہیں۔ مجھ کو سخت حیرانی ہوئی میں نے اپنے ڈکٹیٹر دھرمیندر شاستری سے کہا کہ یہ کیا بات ہے اور آپ لوگوں نے مجھے ایسا سخت دھوکہ کیوں دیا تو وہ بولے مجھیں ہندوؤں کا ساتھ دینا چاہیے۔ میں نے کہا کہ میں ان جھوٹی باتوں میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا میں گھر جاؤں گا۔ انھوں نے بہت کوشش کی کہ میں اس ارادہ سے باز آؤں میں نے کہہ دیا کہ مجھے کافی تشفی ہو چکی ہے اب میں یہاں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ میرے خیال میں ان کی تحریک جھوٹی ہے۔ میں اپنے دیس کو واپس ہو کر یہ پرچار کروں گا اور دیس والوں کو اس چکر میں نہیں آنے دوں گا۔ (اخبار رئیس واقع مقام کوٹ رادھا کشن) (صحیفہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۹ء)

آریہ سماجی شکایات اور دستوری اصلاحات پر تصریح سرشتہ معلومات

دستوری اصلاحات کی نئی اسکیم کے اعلان کے مدنظر جو عنقریب کیا جائے گا حکومت سرکار عالی کی یہ خواہش ہے کہ اس موقع پر بعض ایسے امور کے متعلق اپنا پوزیشن واضح کر دے جن کے بارے میں اخبارات میں جو کچھ شائع ہو رہا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب بھی بہت کچھ غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔

ایک عام غلط فہمی جسے بار بار دہرایا جاتا ہے یہ ہے کہ ستیاگرہ کی موجودہ مہم

کے سلسلہ میں گرفتار ہونے والوں کی بڑی اکثریت جو عموماً اسی فیصد بتلائی جاتی ہے ریاست کی رعایا پر مشتمل ہے سرکاری یادداشتوں اور ان ستیا گرہیوں کی تعداد کی رو سے جو درحقیقت جیل میں ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ریاست کی رعایا اور مجموعی تعدادوں میں فیصدی یا ایک اور پانچ کا تناسب ہے ستیا گرہا کے آغاز سے ختم جون تک گزشتہ چھے مہینہ میں جتنے آدمی گرفتار کیے گئے ان کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار سے کچھ اوپر ہے ان میں سے اکثر آریہ سماجی تنظیم کی سرپرستی میں آئے تھے لیکن ان میں ہندو مہاسبھا کے رضاکاروں کی بھی جو ایک سیاسی ادارہ ہے کافی تعداد شامل ہے۔ ممالک محروسہ میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ سے اوپر ہندو ہیں لیکن ریاست کے جن لوگوں نے ستیا گرہا میں حصہ لیا ان کی تعداد سولہ سو ہے۔

عام ستیا گرہا کی اس مہم نے آل انڈیا آرین کانگریس کے اجلاس میں جو دسمبر ۱۹۳۸ء میں مقام شولاپور منعقد ہوا تھا۔ نیز آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے جلسے میں جو اسی زمانہ میں ناگپور میں ہوا تھا جنم لیا۔ اس ستیا گرہا کی تنظیم کرنے والوں کے علم میں یہ بات تھی کہ سپٹمبر ۱۹۳۷ء میں یعنی ستیا گرہا کے آغاز سے کچھ اوپر ایک سال پہلے حضرت اقدس و اعلیٰ کے فرمان مبارک کی متابعت میں ایک کمیٹی کا تقرر یہ دریافت کرنے کے لیے عمل میں آیا تھا کہ دستوری ترقی کی کونسی شکل اختیار کی جائے۔ یہ کام نہ صرف ممالک محروسہ کے گوناگوں مفادات کے باعث بہت پیچیدہ تھا بلکہ یہاں کے دو بڑے فرقوں کے جداگانہ موقف کے لحاظ سے خاص طور پر نازک بھی تھا۔ اس کمیٹی کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ "ملک کے مختلف اغراض اور حکومت کے مابین زیادہ موثر اشتراک عمل کے ایسے متبادل طریقوں کی تحقیق کرے جن سے حکومت رعایا کی ضروریات اور جذبات سے ہمیشہ واقف رہ سکے"۔ اس کمیٹی میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے ارکان شامل تھے اور اکثریت غیر سرکاری ارکان کی تھی جن میں کمیٹی کے صدر بھی جو ریاست کے ایک ممتاز ہندو وکیل ہیں شامل تھے۔ تمام مفادات کو اپنے سامنے اظہار خیالات کا موقع دینے کے بعد کمیٹی اصلاحات نے سپٹمبر ۱۹۳۸ء میں ایک بہت مفصل رپورٹ

پیش کی جو اس نئے دستور کے ساتھ جسے حضرت اقدس و اعلیٰ کی منظوری کا شرف حاصل ہو چکا ہے عنقریب شایع کی جائے گی۔

لیکن اس جدید نظام کا انتظار کیے بغیر جو خاص طور پر اس غرض سے تجویز کیا جا رہا تھا کہ اس کے تحت ہر فرقہ کو حکومت کے آگے اپنی ضروریات کے اظہار کا ایک نیا طریقہ حاصل ہو۔ ان دونوں اداروں نے ایک ایسی مہم کا آغاز کیا جس کے بارے میں شروع ہی سے یہ ظاہر تھا کہ اس سے لازمی طور پر ہندوستان کے مختلف حصوں میں شدید فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہوں گے۔ چنانچہ گزشتہ چند مہینوں کے واقعات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

اس مہم میں جو طریقے اختیار کیے گئے ہیں مثلاً نابالغ لڑکوں کو آلہ کار بنانا "ہندو مت خطرے میں ہے" کا شور مچانا اشتعال پیدا کرنے والے نعرے لگانا نیز بڑے بڑے جھوٹ کا اسپیشل ریل گاڑیوں "حبیبی کونسل" اور "ڈکٹیٹروں" جیسے تشدد آمیز لوازمات اختیار کرنا ان تمام امور کا فیصلہ حکومت سرکار عالی باخبر رائے عامہ پر چھوڑتی ہے۔ جن علاقوں میں شدت کے ساتھ پروپگنڈا جاری ہے وہاں بھولے بھالے لوگوں کو یہ عجیب و غریب کہانیاں سنائی جاتی ہیں کہ یہاں ہندو عورتوں کی عصمت محفوظ نہیں ہے۔ جبری تبدیل مذہب کا طریقہ جاری ہے حکومت تبلیغ پر لاکھوں روپیہ صرف کر رہی ہے۔ مندر تباہ و برباد کیے جا رہے ہیں۔ اور ہندو عام طور پر ابتدائی مذہبی حقوق سے تک محروم ہیں۔

ایک حالیہ شکایت میں اس قسم کے سنسنی خیز الزاموں سے دامن بچاتے ہوئے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک خاص پالیسی کے تحت جس کی رہنمائی شر رشتہ امور مذہبی کے ہاتھ میں ہے۔ مذہبی رسوم کی مناسب ادائی میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے اور ہندوؤں کی دیولوں اور آریہ سماجی مندروں کی نیز نئے آریہ سماج کھولنے کی اجازت نہیں دی جاتی یہاں تک کہ اوم کا جھنڈا یا ہندوؤں کے دوسرے فرقہ واری جھنڈے بلند نہیں کیے جا سکتے۔ اس بیان میں اس قدر بیجا عمومیت سے کام لیا گیا ہے کہ اس کو پڑھ کر حیدرآباد کے حالات کی ایک سراسر غلط تصویر پیش نظر ہوتی

ہے اگر اس کی کوئی تردید کارگر ہو تو وہ ریاست بھر میں لاکھوں ہندوؤں کی روزانہ زندگی اور عبادت کو دیکھ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔

ریاست کی عام پالیسی ہندوستان کے دوسرے حصوں کی پالیسی سے کسی طرح مختلف نہیں ہے یعنے مذہبی اعتقادات اور عمل کی پوری آزادی بلا تفریق سب کو حاصل ہے۔ البتہ وہ صرف امن عامہ کی اہم ضروریات کے تابع ہے جن کا وجود خود اس آزادی سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے اس اصول پر عمل کرنے کے لیے حیدرآباد میں جو قواعد ہیں وہ بنیادی مذہبی حقوق پر پابندی عاید کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف امن عامہ کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے وضع کیے گئے ہیں یہی اصول ہندوستان کے باہر بھی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں آرچ بشپ آف یارک نے مع چند مذہبی پیشواؤں کے ایک سچی تہذیب کے لوازمات میں اس بات کو شمار کیا ہے "مذہبی اعتقاد کی آزادی اور اس آزادی کے مطابق عمل کی آزادی بشرطیکہ اس سے امن عامہ کو خطرہ نہ ہو"۔ حیدرآباد نے ان مشوروں کے موجب جو دونوں بڑے فرقوں کے ممتاز اراکین سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوتے رہے سالہا سال سے اپنے لیے ایک لائحہ عمل تیار کر لیا ہے جو اس یقین پر مبنی ہے کہ پہلے بیماری کو روک دینا بعد میں اس کا علاج کرنے سے بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ طریقۂ کار برطانوی ہند کے مروجہ طریقہ سے مختلف ہو۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ یہاں اس کی بدولت فرقوں کے باہمی تعلقات نمایاں طور پر خوشگوار رہے یہاں تک کہ گزشتہ چند سال سے یہ خوشگوار صورت حال بیرونی اثرات سے درہم برہم ہوگئی۔ پرانے ضابطے کے تحت اس طرح دے اس بات کے اصول پر عمل ہوا کرتا تھا۔ مثلاً ایک کمیٹی کی سفارش سے جس کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی ۱۳۱۵ھ میں چند قواعد منظور ہوئے جن کی رو سے بعض ایسی ہندو تقاریب پر جو سالہا سال کے وقفے کے بعد مسلمانوں کے ایام عزا کے ساتھ ساتھ آتی ہیں کسی حد تک پابندی عاید ہوتی ہے۔ لیکن دوسری طرف حیدرآباد میں بقرعید کے موقع پر گاؤکشی کی ممانعت کے احکام بھی موجود ہیں

جو فرمانروا کے صادر کیے ہوئے ہیں اور جن کی نظیر برطانوی ہند میں نہیں ملتی۔ مذہبی معاملات کو کس حد تک قواعد کا پابند کیا جائے اور ان قواعد کا کس طور پر اطلاق ہو یہ ایسے سوال ہیں جن میں رعایا کی ضروریات کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً ردّ و بدل کیا جاتا ہے۔

جہاں تک مذہبی رسوم اور تقاریب کی ادائی کا تعلق ہے ان سے حکومت کو مطلق کوئی سروکار نہیں ہے البتہ ایک استثنائی شکل اس وقت پیش آتی ہے جب کہ جماعتی تقاریب میں ایسی حرکتیں کی جائیں جن سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو دیولوں کی تعمیر یا نئے مندروں کو کھولنے پر جو نگرانی رکھی جاتی ہے اس کا تعلق جماعتی عبادت گاہوں کے غیر موزوں محل و توع سے ہے اس سے زیادہ کوئی دوسری چیز سوسائٹی کی ہم آہنگی میں خلل نہیں ڈالتی اور نہ ناخوشگوار فرقہ وارانہ حادثات کا باعث ہوتی ہے۔ کسی فرقہ سے یہ مطالبہ کرنا تو کوئی زیادتی نہیں ہے کہ وہ اپنی جماعتی عبادت گاہ کے لیے جگہ کا انتخاب کرتے وقت دوسروں کے احساسات کا خیال رکھے کیونکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ مذہبی حقوق کے استعمال میں دوسرے فرقوں کے احساسات کا بھی مناسب لحاظ رکھنا چاہیے سنہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی بموجب ریاست حیدرآباد میں ۳۱ ہزار ۳ سو ۲۷ مندر ۵ ہزار ایک سو ۹ مسجدیں اور ایک سو دس گرجے تھے۔ دفتری کاغذات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ دس سال کی مدت میں ریاست کے اندر ہندوؤں کے ڈیڑھ سو سے زاید مندر تعمیر ہوئے اور حکومت کو ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جماعتی عبادت کے لیے کسی آریہ سماجی مندر کو کھولنے کی درخواست کو کبھی نامنظور کیا گیا ہے اس بیان کے برخلاف کہ اوم کا جھنڈا یا ہندوؤں کے دوسرے فرقہ واری جھنڈے نصب کرنا منع ہے۔ ریاست کے ہر حصہ میں ایسے جھنڈے ہر روز اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک الزام جو اکثر دہرایا جاتا ہے یہ ہے کہ آریہ پرچارکوں کو ریاست میں داخل ہونے کی آزادی نہیں ہے سنہ ۱۹۳۵ء سے پہلے ریاست میں کسی فرقہ کے مبلغوں کے داخلہ پر کوئی پابندی نہیں تھی اس سال چند خاص اسباب کی بنا پر صرف مسلمانوں پر اجازت حاصل کرنے کی شرط لگائی

گئی تھی۔ بلدہ حیدرآباد کے فرقہ واری فساد کے بعد جو اپریل ۱۹۳۸ء میں ہوا تھا یہ ضروری معلوم ہوا کہ یہ تحدید (یعنے اجازت لے کر ہی داخل ہونا) عارضی طور پر ایک سال کے لیے بلا تفریق تمام فرقوں کے داخلوں پر لگادی جائے۔ جب اپریل ۱۹۳۹ء میں اس تحدید کی مدت ختم ہوئی تو امن عامہ کی خاطر نصاف صاف ہوئے تک اس عارضی تحدید میں ناگزیر توسیع کرنی پڑی یہ اس لیے کہ اس وقت آریہ سماجی ستیاگرہ کی مہم زوروں پر تھی۔ ۱۹۳۸ء سے پہلے ہندوستان کے تمام حصوں سے آریہ سماجی مبلغ آزادی کے ساتھ حیدرآباد میں آیا کرتے تھے اور اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ ان میں سے متعدد لوگوں نے ایسی باتیں کہیں جو دوسرے فرقوں کے لیے توہین آمیز تھیں باوجود اس کے صرف چار مقدمات ایسے دستیاب ہوسکے ہیں جن میں (موجودہ مہم سے پہلے) ریاست سے اخراج یا داخلہ کی ممانعت کے احکام صادر ہوئے اور ان میں بھی آخری مقدمہ کو واقع ہوئے کوئی پانچ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔

ایک اور الزام یہ ہے کہ خانگی مدارس کو مسلمہ حیثیت نہیں دی جاتی کیونکہ نگران کار عہدہ دار مسلمان ہیں نیز یہ کہ غیر مسلمہ مدرسے جاری رکھنے کی بنا پر بانیان مدرسہ پر "مقدمہ چلایا جاتا ہے" حتیٰ کہ یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ گزشتہ دس سال میں دو ہزار خانگی مدرسے اس پالیسی کے باعث بند کر دیئے گئے ہیں۔ یہ الزامات صحیح نہیں ہیں۔ ایسی کوئی تحریر دستیاب نہیں ہوتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ مبینہ امتیازی پالیسی کی وجہ سے کسی مدرسہ کو تسلیم نہ کرنے کی بابت حکومت سے کوئی شکایت کی گئی ہو۔ یا کوئی غیر مسلمہ مدرسہ جاری رکھنے کی بنا پر کسی پر مقدمہ چلایا گیا ہو۔ بند شدہ مدرسوں کی مبینہ تعداد اعداد و شمار کو غلط طور پر سمجھنے کا نتیجہ ہے کیونکہ جس بنیاد پر اعداد و شمار مرتب کیے جاتے ہیں وہ ۱۹۲۶ء سے بدل گئی ہے۔ سابق میں تمام خانگی مدرسے خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے ہوں تحتو میں شامل کیے جاتے تھے لیکن ۱۹۲۶ء کے بعد سے صرف ایسے مدرسے اعداد و شمار میں شامل کیے جانے لگے ہیں جن میں پندرہ سے زائد طالب علم پڑھتے ہوں اور جو تعلیمات کے عہدہ داروں کے رجسٹر میں شریک کیے گئے ہوں۔ حالیہ تحقیقوں کے بموجب کوئی نوسو خانگی رجسٹر شدہ مدارس

موجود ہیں۔ (اس تعداد میں نو سو اڑتیس امدادی اور تین سو اکتالیس غیر امدادی لیکن مسلمہ مدرسے جو خانگی انتظام کے تحت چلتے ہیں شامل نہیں ہیں) اور ایسا کوئی مدرسہ گزشتہ دس سال کے اندر کسی جاری احکام کی بنا پر بند نہیں کیا گیا۔

کہا یہ جاتا ہے کہ بعض بنیادی حقوق حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مثلاً ویدک مذہب اور ثقافت کی تبلیغ اور ان پر عمل کرنے کی ایسی آزادی جس میں دوسرے فرقوں کے احساسات کا مناسب لحاظ رکھا جائے۔ عبادت گاہوں کے قیام اور ان کی تعمیر کی مکمل آزادی اور جلوس نکالنے کی آزادی اس امر کے متعلق پہلے ہی سے بہت کچھ کہا جا چکا ہے کہ ریاست میں ان امور سے متعلق جو صورت حال ہے اس کے بارے میں بہت کچھ غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور بہت کچھ غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔ اس ریاست کی کبھی یہ پالیسی نہیں رہی ہے کہ خواہ مخواہ مشکلات پیدا کی جائیں جس وقت تک امن و امان کی خاطر عارضی پابندیاں لگا رکھنا ضروری ہو اس سے آگے انھیں جاری رکھا جائے نئی عبادت گاہیں برابر تعمیر ہوتی جا رہی ہیں اور خانگی تعلیمی اداروں کی ہمت شکنی ہرگز ریاست ہذا کی پالیسی نہیں رہی ہے۔ خانگی مدارس قائم کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ خواہ وہ جو نصاب چاہیں پڑھائیں یا جس زبان میں چاہیں تعلیم دیں۔ بشرطیکہ ایسے مدرسوں کے لیے جہاں پندرہ یا اس سے زائد طالب علم تعلیم پاتے ہوں تو اعلاً کے سہل مطالبات کو پورا کر کے اجازت لے لی جائے جہاں تک پبلک جلسوں کا تعلق ہے حکومت کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ ہر ایسی سہولت بہم پہونچائی جائے جو امن عامہ کے اغراض کے مطابق ہو اور اگر الزام یہ ہے کہ بعض اوقات تو اعد و ضوابط کو بروئے کار لانے میں قابل شکایت طریقہ اختیار کیا گیا یا تفریق یا نا مناسب تعویق عمل میں لائی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکومت کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ کم سے کم تعویق ہو کارروائی کو سادہ بنایا جائے اور اس امر پر زور دیا جائے کہ علاوہ آمدنیاں رہے کسی خاص مقدمہ کے متعلق حکومت کے سامنے واقعات پیش کرنے کا چارہ کار پہلے بھی حاصل تھا اور ہمیشہ حاصل رہے گا۔

ہندوستان کے ہر ایک جداگانہ علاقہ میں کچھ نہ کچھ انتظامی مسائل موجود ہیں جو اس علاقہ

کے ساتھ مختص ہیں اور جو اس کی آبادی کی ترکیب اور مقامی تاریخ اور روایات کا نتیجہ ہیں۔
حیدرآباد میں خاندان آصفیہ کے فرمانرواؤں نے یکے بعد دیگرے اپنے فرامین سے بنیادی مذہبی حقوق کی سب کے لیے یکساں ضمانت دی ہے۔ مذہبی حقوق کے استعمال پر جو قواعد حاوی ہوتے ہیں وہ ہر ہر علاقہ کے لیے علیٰحدہ ہوتے ہیں اور ان میں وقتاً فوقتاً تبدیل ہونا ضروری ہے لیکن بدلتے ہوئے حالات سے ان قواعد کو ہم آہنگ بنانا خود اسی صوبہ یا ریاست کے لوگوں کا کام ہے اور یہ کام ان فرقوں کے مشورہ سے طے پانا چاہیے جن کی باہمی رضامندی پر دائمی ہم آہنگی کا بالاخر انحصار ہے ریاست حیدرآباد سے باہر رہنے والے خواہ وہ کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں نہ تو وہ معلومات رکھتے ہیں جو اس کام کے لیے ضروری ہیں اور نہ وہ کوئی ذمہ داری محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ انھیں تو یہاں اپنی زندگی گزارنا نہیں ہے۔ ہندوستان کے ہر حصہ کے لوگ اپنے مسائل کو اپنے طریقہ پر حل کرنے کی نہ صرف بہتر اہلیت بلکہ وہی اس کا حق بھی رکھتے ہیں نہ ہی کوئی علاقہ اپنے حدود سے باہر کی کسی تنظیم کے استبداد کا خواہ وہ کسی شکل میں ہو شکار ہو سکتا ہے۔

محکمۂ اصلاحات کی رپورٹ کی بنا پر حکومت کے زیر غور یہ تجویز تھی کہ ایک کمیشن کے آگے جو اپنی ہی رعایا کے افراد پر مشتمل ہو ان قواعد کو جانچ پڑتال کے لیے پیش کیا جائے جو سررشتہ امور مذہبی سے متعلق ہیں تاکہ وہ یہ مشورہ دے کہ اگر کوئی شکایت ثابت ہو جائے تو اس کو رفع کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے لیکن یہ تجویز اس بنا پر مسترد کر دی گئی کہ وہ صرف ایک عارضی چارہ کار رہتا اس کے برعکس حضرت اقدس و اعلیٰ کے حکم محکم کے بموجب جدید دستور کے تحت جس کا عنقریب اعلان کیا جائیگا ایسے ذرایع مہیا کیے گئے ہیں جن کے توسط سے حکومت کو ریاست کے مختلف مفادات کی ضروریات اور خواہشات کا مسلسل علم ہوتا رہے ان ذرایع میں سے ایک یہ ہے کہ نئی اسکیم کے تحت متعدد مشاورتی مجالس تالیہ جو حکومت کے مختلف سررشتوں کے ساتھ ملحق ہوں گی اور از روے قانون مہیا کی جائیں گی۔ دو

کمیٹیاں ایک ہندوؤں کی اور ایک مسلمانوں کی قائم کی جائیں گی۔ جو کمیٹی اصلاحات کی سفارش تھا
کے بموجب علی الترتیب ہندوؤں اور مسلمانوں کے اوقاف سے متعلق ہوں گی اور اس کے
علاوہ اس رپورٹ کے منشا کی تکمیل کے لیے یہ بھی تصفیہ کیا گیا ہے کہ ایک قانونی تکمیلی کمیٹی بھی
ہو جو ان درخواستوں کے بارے میں مشورہ دے، جن کے ذریعہ سے مذہبی عبادت یا رسوم
کی ادائی میں مبینہ رکاوٹیں یا دقتیں حکومت کے علم میں لائی جائیں۔ عام اس سے کہ یہ رکاوٹیں خود
قواعد کا نتیجہ ہوں یا ان پر عمل کرنے کے طریقہ کا بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ وہ پبلک کے نقطۂ نظر سے کافی
اہمیت رکھنے والی ہیں۔ یہ کمیٹی سرکاری اور غیر سرکاری اراکین کی ایک مساوی تعداد پر مشتمل ہوگی۔
اس میں مختلف فرقوں کی اتنی نمایندگی ہوگی جو پبلک کے اعتماد کے لیے کافی ہو اور اس میں دونوں
بڑے فرقوں کے نمایندے برابر تعداد میں ہوں گے۔

حکومت سرکار عالی کو یہ بھروسہ ہے کہ ریاست کے حالات کے مدنظر یہ دستوری ذریعہ
اس قسم کے مبینہ شکایات کے دفعیہ کا مناسب ترین علاج ہے اور یہ کہ اس پر اسی جذبہ کے ساتھ
عمل کیا جائے جس کے تحت اسے قائم کیا جا رہا ہے تو اس سے نہ صرف غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی
بلکہ تمام فرقوں کے لیے اپنی اپنی مشکلات کو جو انھیں وقتاً فوقتاً محسوس ہوں خوشگوار طریقہ پر حل کرنے
کی صورت مہیا ہو جائے گی اس طرح کی باہمی مشاورت سے مختلف فرقوں کے درمیان رواداری
کا وہ جذبہ بھی مستحکم ہو جائے گا جو عرصہ دراز سے دکن کی روایات میں سے ہے۔ (معتمد عام)

حیدرآباد جیل کے حالات رکن پارلیمنٹ کا مطالبہ تحقیقات

لندن ۱۹ جولائی۔ مسٹر گرین فیلڈ لیبر ممبر پارلیمنٹ نے آج "مانچسٹر گارڈین" میں ایک
خط شائع کرایا ہے جس میں نظم و نسق حیدرآباد کی فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں
کہ حیدرآباد جیل میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کے متعلق سوال کا ۱۰ جولائی کو کرنل میور ہیڈ نے
جواب دیا اور انڈر سکریٹری نے جو بیان دیا کہ اس قسم کی تحقیقات کے لیے کوئی صورت پیدا

نہیں ہوئی ہے اس سے ہم مطمئن نہیں ہیں۔

مسٹر گرین فیلڈ کو سکریٹری آریہ لیگ حیدرآباد کی طرف سے ایک تار وصول ہوا ہے جس میں قیدیوں کی شکایات کی تفصیل درج ہے ان کا خیال ہے کہ حیدرآباد میں ہندوؤں کو ابتدائی سیول آزادیاں بھی حاصل نہیں ہیں (شیر دکن) (صحیفہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۹ء)

پرشوتم کی موت

پرشوتم ولد پربھاکر نامی ستیاگرہی قیدی جو نیشنل سیڈ کیمپ میں مقیم تھا پندرہ روز تک سیول استپال آصف آباد میں زیر علاج رہ کر بتاریخ ۱۰ شہریور ۱۳۴۸ف وہیں فوت ہوگیا۔ دوسرے ستیاگرہیوں نے اس کے آخری مراسم ادا کیے (معلومات عامہ براے صحیفہ) (صحیفہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۹)

(۱۰۷) ایک ستیاگرہی کی معافی خواہی

رام سرولد مانک چند ساکن جلال آباد ضلع میرٹھ نے حسب ذیل بیان کے ذریعہ معافی چاہی میں جلال آباد ضلع میرٹھ کا رہنے والا ہوں مجھے چند آریہ سماجی لیڈروں نے یہ سمجھایا کہ حیدرآباد میں اتیاچار ہو رہا ہے اس وجہ سے میں ستیاگرہ میں شریک ہوگیا ہمارے ڈکٹیٹر بھیا نند تھے میں ہم سب مل کر پوسد سے ہوتے ہوئے حدگاؤں پہونچے پولیس نے گرفتار کرکے عدالت تنقیحی حدگاؤں سے ایک سال کی سزا دلائی مجھے ناندیڑ اور نظام آباد کے جیل میں رہنے کا اتفاق ہوا جیلوں میں صبح و شام دونوں مرتبہ اوم ویدوں کا پاٹ ہوتا رہتا ہے اس کی کوئی روک ٹوک نہیں ہے اس کے علاوہ میں نے حدگاؤں اور نظام آباد میں کوئی مندر ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا اور نہ کوئی ظلم و ستم ہندوؤں پر ہوتے دیکھا اور نہ سنا لہٰذا میں معافی چاہتا ہوں اب ستیاگرہ میں شریک نہ ہوں گا مجھے رہا فرما دیا جائے تو پر ورشی ہے۔ اس کی رہائی عمل میں آئی۔ (نامہ نگار) (صحیفہ ۲۴ جولائی ۱۹۳۹)

(۱۰۸) گوپال سنگھ ولد جسونت سنگھ قوم راجپوت عمر ۱۶ سال پیشہ بیکاری ساکن ناندیڑ نے ہنومان کی قسم کھا کر بیان کیا کہ میں آریہ ہوں۔ ہندوؤں کو نہیں مانتا لیکن گھر میں سب اس کو مانتے ہیں۔ آریہ [illegible] کی قسم کھا کر کہتے ہیں اور میں بھی اوم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کہوں گا سچ کہوں گا میرے ماں باپ [illegible] کی دکان کرتے ہیں مجھ کو بہکا کر لایا گیا اور شام لال نے مجھ کو لایا ایک ایک سال کی سزا ہوئی مجھ کو یہ محسوس ہوا کہ مجھ کو غلط باور کرایا گیا۔ اس لیے میں معافی چاہتا ہوں۔

یہ بیان ملزم نے اول تعلقدار صاحب کے سامنے دیا۔ اور رہا کر دیا گیا۔ (نامہ نگار)

(۱۰۹) رام سیوک ولد رام پرتاب قیدی ستیاگرہی ساکن جبلپور نے اول تعلقدار صاحب نظام آباد کے سامنے حسب ذیل [illegible] ساتھ ستیاگرہ کرنے آیا تھا مجھ کو معلوم نہیں کہ ستیاگرہ کس طرح کی جاتی ہے [illegible] صرف لوگوں کے کہنے پر چلا آیا ہمارے ساتھیوں نے [illegible] گاؤں میں بیان کیا کہ حیدرآباد میں ہندوؤں پر ظلم ہوتا ہے۔ پوجا پاٹ کرنے نہیں دیا جاتا اور جھنڈا اکھاڑ دیتے ہیں میں نے راستہ میں [illegible] پر جھنڈا اچھی دیکھا بلکہ جیل میں بھی پوجا پاٹ شروع کرتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ کوئی روک ٹوک نہیں ہے تو ایسا رہنا مناسب نہیں خیال کیا۔ میں معافی کا خواستگار ہوں مجھ کو رہا کر دیا جائے۔

(۱۱۰) مسمی سوناجی سنار ساکن ناندیڑ نے اول تعلقدار صاحب نظام آباد کے سامنے داخل کرتے ہوئے رہائی کی حسب ذیل استدعا کی ہے۔ میں ہنومان اور دیوی کا پوجا کرتا ہوں ان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آریہ ہو گیا ہوں مسجد کے سامنے باجا بجانے نہیں دیتے اس لیے میں نے ستیاگرہ کیا تھا اب میرا دل نہیں لگتا۔ اس لیے میں معافی نامہ دیتا ہوں میں شام لال ڈکٹیٹر کے ساتھ آیا تھا میرے ماں باپ دونوں مر گئے میری سنار کی دکان ہے میری شادی نہیں ہوئی۔ مجھے ناندیڑ میں سزا ہوئی میں نے کوئی مندر ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا مسلمان یا سرکاری لوگ پوجا پاٹ نہیں روکتے ناندیڑ میں تین ماہ رہا۔ روز پوجا پاٹ ہوتی ہے۔ ڈنڈا نان نکلتی ہے پھر بھی شام لال کہتا ہے کہ پوجا پاٹ بند ہے ناندیڑ میں بہت سے مندر ہیں کوئی مندر

وٹھا ہوا نہیں دیکھا۔ جلوس ڈونڈان و شادی برابر نکلتے ہیں اب میں آیندہ ایسی تحریکوں میں شریک نہیں ہوں گا۔ (نامہ نگار) (صحیفہ ۲۶ ر جولائی ۱۹۳۹ء)

(۱۱۱) میرا پشیمان کن تجربہ

مسٹر رام لال ریٹایرڈ چیف گڈس کلرک نے حسب ذیل بیان برائے اشاعت حیدرآباد پریس سروس کو روانہ کیا ہے :۔ میں ایک ۸۰ سال کا عمر رسیدہ ہوں میں نے دنیا کے کئی نشیب و فراز دیکھے ہیں میں اوایل عمر میں آریہ سماج میں کام کرتا رہا ہوں میں نے ۴۴ سال گورنمنٹ کی ملازمت کی ہے ان ایام میں بھی روزانہ آریہ سماج کی سیوا کرتا رہا ہوں ۱۹۱۹ء میں جب میں کراچی میں چیف گڈس کلرک تھا میں نے عملی کانگریس میں حصہ لینا شروع کیا اور متواتر کانگریس میں کام کرتا رہا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک میں نے نہایت زور و شور سے کام کیا جس میں ۱۹۳۲ء میں مجھے ایک سال کے لیے جیل یاترا کرنی پڑی وہاں سے خلاصی حاصل کرنے کے بعد میں تمام سبھاؤں اور سوسائیٹیوں سے دست بردار ہو گیا اور اپنے کاموں میں مشغول رہا میں اخبار "پرتاب" روزانہ کا خریدار رہا ہوں جب اس سے متواتر حیدرآباد دکن کے خلاف مضامین پڑھے کہ کس طرح آریوں اور ہندوؤں پر ظلم و اتیا چار ہو رہے ہیں نہ تو ان کے لیے مندر بنانے کی اجازت دی جاتی ہے بلکہ مرمت طلب مندروں کی مرمت نہیں کرنے دی جاتی۔ گھروں میں ہون کنڈ بنانے کی اجازت نہ ہون کرنے کی اجازت ہے بلکہ جو ایسا کرتا ہے اس کو سزا دی جاتی ہے جس کی چند مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں بھجن گانے کی اجازت نہیں اور نہ کتھا کیرتن کرنے کی اجازت ہے ان حالات کو پڑھ کر مجھ سے نہ رہا گیا اور اس سے متاثر ہو کر میں نے ستیا گرہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ جالندھر سے جتھے کے ہمراہ ۱۴ ر اپریل ۱۹۳۹ء روانہ ہوا اور جا بجا پرچار کرتا ہوا بتاریخ ۲۲ مئی ۱۹۳۹ء بوقت شب گلبرگہ پہونچا اور اسی وقت زیر حراست کر لیا گیا اور مع جتھے کے ۲۳ مئی کو جیل پہونچا دیا گیا۔ ۲۵ مئی کو مقدمہ عدالت میں پیش ہوا اور پچیس پچیس ماہ قید بامشقت

کی سزا ہوئی۔ جیل میں ہم کو سنیاس دھارن کرایا گیا۔ مگر میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے
اپنے آریہ بھائیوں کو بلا خوف و خطر یوں یگ کرتے اور کتھا کیرتن کرتے دیکھا۔ بلکہ بوقت شام
ستیاگرہی نوجوانوں کو کبڈی اور کشتی کرتے دیکھا۔ اس طرح تمام میرے شبہات اور وسوسے
دور ہوئے اور جان لیا کہ اخبارات میں بہت مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے۔ میرا دن بدن یقین
بڑھتا گیا اور یہی خواہش ہوئی کہ میں خود اس معاملہ کی ذاتی تحقیقات کروں اور ایشور نے
خود بخود موقع دیا کہ ناظم صاحب بہادر پولیس ۲۹ مئی کو جیل میں تشریف لائے اور مجھ سے
سوال کیا کہ میں کس لیے جیل میں آیا۔ میں نے تمام احوال بلا کم و کاست بیان کر دیا کہ کس طرح اخبارات
کے مضامین سے مشتعل ہوا [illegible] تاکہ شہر گلبرگہ میں جاکر تحقیقات
کروں۔ چنانچہ مجھے مع لالہ چھبیل داس کے ۳ جولائی کو رہا کر دیا گیا اور میں نے فوراً ذاتی
تحقیقات کرنی شروع کی۔ واضح رہے کہ یہ تحقیقات میں نے اپنی تسلی کے لیے کی ہے کسی
سبھا یا سوسائٹی کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کا اثر آریہ سماج پر پڑنا چاہیے۔ میں نے
یہ تحقیقات مع لالہ چھبیل داس کے جہاں تک مجھ سے ہو سکا شہر بھر میں پھر کر کی ہے اس سے
مجھے پوری تسلی ہو گئی ہے اور اس کا نتیجہ حسب ذیل ہے :-

(۱) مسجد اعراب جس کے پیش امام شیخ محبوب صاحب ہیں ان کو ۱۲ روپیے بطور تنخواہ
ملتے ہیں۔ (۲) ترتا ترت پل کی درگاہ کو کوئی امداد سرکار سے نہیں ملتی اور نہ کوئی تکلیف دی
جاتی ہے (۳) روشن مسجد عرف ملی مسجد امام عبدالکریم صاحب کو بھی کوئی امداد سرکار سے
نہیں ملتی اور نہ کوئی مذہبی رسوم میں مداخلت کی جاتی ہے (۴) مسجد سنگ تراش کی چھوٹی
مسجد جس کے پیش امام شیخ محبوب صاحب ہیں اس کو کوئی سرکاری امداد نہیں دی جاتی اور نہ مزاحمت
کی جاتی ہے۔ یہ مسجد دیول کا ملا نذر کے ساتھ ملحق ہے کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔
(۵) دھوشرن بسپا دیول، روڈ پہ متولی دیول گورو سر کے لنگ سوامی
اس کے ساتھ ایک بہت بڑا باغ ہے۔ موسم بہار ایام ہولی کے نزدیک ایک

بڑا بھاری میلہ ہوتا ہے اور پانچ روز تک جاری رہتا ہے۔ بے شمار لوگ مختلف جگہوں سے شامل ہوتے ہیں۔ اس دیول کا رقبہ قریباً ایک فرلانگ ہوگا۔ سرکار سے اس کو کوئی امداد نہیں دی جاتی۔ متولی کو شکایت ہے کہ اس کو مندر پر کلس لگانے نہیں دیا جاتا اور نہ کبھی دیول پر کلس تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ متولی نے کبھی اس بات کی درخواست بھی نہیں کی اگر درخواست کرے تو حکومت اس پر غور کرے گی (۲) دیول رام مندر پوجاری نارائن بھٹ سرکار اس کی کوئی امداد نہیں کرتی اور نہ اس کو کوئی تکلیف دی جاتی ہے ہنومان جی کا مندر جس کو ۹۰ روپیے کی امداد ملتی ہے پوجاری ہنونت بھٹ ہے۔ (۴) وٹھل مندر اسٹیشن بازار پوجاری پانڈورنگ لوا ہے نہ اس کو کوئی تکلیف دی جاتی ہے نہ امداد ملتی ہے (۵) نیتشیشر مندر پوجاری شانتے یہ مندر پرانا ہے مرمت کر کے نیا بنا دیا گیا ہے سرکار اس کو کوئی مدد نہیں دیتی اور نہ اس کو کوئی تکلیف پہونچائی جاتی ہے (۶) گرو بسیا مٹھ سوامی پون سدایا جی بازار میں ہوئی ہے اور معاملہ صاف ہے پانی کی تکلیف رہتی ہے (۷) گدگی مٹھ پوجاری سوامی سورتی نہ سرکار کوئی امداد دیتی ہے اور نہ تکلیف دیتی ہے۔ (۸) راجنا دیو پوجاری سیوا جیارگی سرکار کوئی امداد نہیں دیتی اور نہ کوئی تکلیف دیتی ہے (۹) دیوداس مٹھ پوجاری شوشنکر یہ سرکار کوئی امداد دیتی ہے نہ تکلیف (۱۰) ہنومان دیول مارواڑی (۱۱) بالاجی بھارلوح متولی لچھیا صاحب بابی (۱۲) وٹھل مندر پوجاری گوپال بھٹ (۱۳) شوسانند مندر پوجاری بلونت لکھمیت ان سب کو بھی سرکاری امداد نہیں ہے (۱۴) کالما مندر جو مسجد ننگ تراشی سے ملحق ہے کبھی کوئی جھگڑا فساد نہیں ہوا۔

مذکورہ بالا بیانات جو میں نے فرداً فرداً پجاریوں اور امام مساجد سے سنا صاف ظاہر ہے کہ عوام میں کوئی بے چینی نہیں صرف خود غرض لوگوں نے فساد مچا رکھا ہے اور ملک کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ میں نے آریہ سماج مندروں کو قفل لگا ہوا دیکھا مگر ان پر اوم کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ (نامہ نگار) (صحیفہ ۲۹ جولائی ۱۹۳۹ء)

مسٹر گاندھی کی حیدرآباد سے دلچسپی

نئی دہلی، ۲۸ جولائی۔ مسٹر جی ایس گپتا صدر نشین آرین لیگ، لالہ دیش بندھو گپتا، اور مسٹر ونایک راؤ نے تقریباً ۴۰ منٹ تک مسٹر گاندھی سے ریاست حیدرآباد کی آرین ستیاگرہ کے سلسلہ میں ملاقات کی یہ گفتگو جو ابھی ختم نہیں ہوئی ریل گاڑی میں جاری رہے گی جب کہ مسٹر گاندھی آج شام میں اپنی واردھا ہونے والے ہیں۔ (اے پی براسے صحیفہ) (صحیفہ ۲۹ جولائی)

مملکت آصفی کے سلسلہ کانگریسی وزارت بمبئی کا ترک موالات مسٹر گاندھی کی عنایات

لنڈن "ٹائمز" اپنے افتتاحیہ میں "تکلیف دہ جتھے" کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ یہ باور کرنے کی وجہ ہے کہ اگرچہ سر اکبر حیدری نے صوبہ جاتی حکومت کو اس کی مہم امتناع مسکرات بمبئی کے بارے میں اپنی امداد کا پیشکش دیا تھا لیکن اس وزارت نے حیدرآباد میں مجاہرہ کرنے کی غرض سے جتھوں کی بھرتی کو کچلنے کے لیے کوئی سنجیدہ اقدام نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں توجہ مسٹر گاندھی کے "ایک ضرورت" کے مضمون کی مبہم زبان کی جانب منعطف کرائی جاسکتی ہے جس میں انھوں نے بتلایا ہے کہ تمام ریاستوں کو برطانوی ہند کے ہمدوش ہونے کی ضمانت دینا چاہیے وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ریاستوں کے باہر کے ہندوستانیوں کو ریاستوں میں اس وقت تک اقلیت کی آزادی حاصل ہونی چاہیے جب تک ان کی سرگرمیوں کا رخ زیر بحث ریاستوں کی جانب ہو" عملی تباہی کی کمی کے باوجود خاصہ نقصان کیا جاسکتا ہے۔ برسبیل تذکرہ آریستانی جمہوری فوج نے برطانوی سلطنت کو تباہ کرنے کی کبھی خواہش نہیں کی جس سے یہ فرض کرنا پڑے کہ وہ عنقریب اب جب کہ متعدد ریاستیں علانیہ زمانہ کا ساتھ دے رہی ہیں اور انتخابات کو حریت پرور بنارہی ہیں جیسا کہ میسور بھوپال اور اس طرح دوسری چھوٹی ریاستیں اصلاحات نافذ کر رہی ہیں یہ قابل افسوس ہے کہ کانگریسی جماعت نے برطانوی ہند سے جتھوں کی چڑھائی کی حوصلہ شکنی کے لیے

بہت کم کام لیا ہے اور مسٹر گاندھی نے اقل ترین ضروریات کے لیے اس قدر خطرناک اور تحکید ار زبان استعمال کی ہے (ٹائمز آف انڈیا بمبئی صفحہ ۱۳ ، جولائی ۱۹۳۹ء)

حیدرآبادی ستیاگرہا کے لیے رضاکاروں کا انتظار

واردھا ۷ اگست حیدرآباد کی آرین ستیاگرہا کے مستقبل کی نوعیت کے بارے میں ایک فیصلہ پر پہونچنے سے قبل مسٹر گاندھی اور آریہ سماجی زعماء کے مابین آخری مشاورت آج ہوگی۔ شری گھنشیام شروناؤ راؤ سوامی سوانند، آنند اور پنڈت گیان چند یہاں آگئے ہیں۔ مسٹر ایم ایس اینے بھی یہاں آرہے ہیں۔ سمجھا جاتا ہے کہ متعدد رضاکار احمد نگر، ستارہ، کھنڈوا جھانسی اور دیگر مقامات کے کیمپوں میں ستیاگرہا کمیٹی کے احکام کے منتظر بیٹھے ہیں۔ (ٹائمز آف انڈیا بمبئی)

حیدرآبادی ستیاگرہا کا تذکرہ لندن میں

لندن ۳۱ جولائی۔ حیدرآباد کے معاملات کی نسبت مسٹر ویجووڈ بن کے استفسار کا جواب دیتے ہوئے کرنل ہیورہیڈ نے اپنے جوابات کا حوالہ دیا جو اس موضوع پر گزشتہ مرتبہ ۱۹ اور ۲۶ جون اور ۲۶ جولائی کو دیے گئے تھے اور یہ اضافہ کیا کہ اس وقت سے اب تک ان اشخاص کی تعداد جنھیں نظر بند کیا گیا ہے ۸ ہزار سے زاید ہے۔

حکومت حیدرآباد نے جو اعلامیے جاری کیے ہیں ان کی تائید آزاد گواہوں کے بیانات سے ہوتی ہے جن سے نظر بندوں کے ساتھ درشت برتاؤ کی تکذیب ہوتی ہے۔ ملک کے نمایندہ کو اس اعلامیہ کی صحت کی نسبت شبہہ کرنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس کو ان واقعات کی موجودگی میں یہ اطمینان ہے کہ اقتدار اعلیٰ کی جانب سے کسی خاص کارروائی کی ضرورت ہی نہیں ہے (ٹائمز آف انڈیا)

قیدیوں کی پشیمانی

مندرجہ ذیل ۶ نفر قیدی ستیاگرہی بتاریخ ۴ شہریور ۱۳۴۸ف اور دس نفر قیدی ستیاگرہی بتاریخ ۱۳ شہریور ۱۳۴۸ف بر بنا معافی نامہ جات رہا کیے گئے ان قیدیوں نے درخواست
رہائی میں یہ بتلایا ہے کہ وہ اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہیں کہ اکثر اشخاص نے جو حیدرآباد کے متعلق ان سے بیان کئے تھے غلط نکلے اور وہ اپنا وقت فضول باتوں کی وجہ سے ضائع نہیں (کذا)

بتاریخ ۴ شہریور ۱۳۴۸ف ـ بابو راؤ ولد گنگارام (۲) مریپا ولد بلاری (۳) مادھو راؤ ولد ابھیمان (۴) شانتپا (۵) گنپت ولد راجندر (۶) سری پت ولد راجندر گھاٹیا

بتاریخ ۱۳ شہریور ۱۳۴۸ف ـ (۱) بھوانی شنکر ولد تلورام ساکنہ گونا (۲) موتی لال ولد کل کشن سنگھ ساکنہ گونا (۳) نند لال ساکنہ گونا (۴) رگھوناتھ پرشاد ولد بابارام ساکنہ گونا (۵) مان سنگھ ساکنہ گونا (۶) بہاری سنگھ ولد کلیان سنگھ ساکنہ گونا (۷) بدری پرشاد ولد بہاری لعل ساکنہ باراں (۸) راوھا لبھ ولد چندن سنگھ ساکنہ باراں (۹) گوپال پرشاد ولد متھرا پرشاد ساکنہ باراں (۱۰) بیو کشن انجنی دسے بحال مقام راولپنڈی۔ (معلومات عامہ)

لکشمن راؤ کی موت

ایک ستیاگرہی قیدی مسمی لکشمن راؤ ولد بھاگورام ساکن ضلع بیدر کو بتاریخ ۱۷ شہریور ۱۳۴۸ف صدر محبس حیدرآباد سے شفاخانہ امراض متعدی میں منتقل کیا گیا جہاں وہ عارضہ منفجائٹیس یعنے گردن توڑ بخار ۲۴ شہریور ۱۳۴۸ف کو فوت ہوگیا بارہ ستیاگرہیوں نے تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کیے (معلومات سرکار عالی) (صحیفہ ۱۰ اگسٹ ۱۹۳۹ء)

معافی خواہی

معلوم ہوا کہ جو جو ستیاگرہی قیدی معافی مانگ رہے ہیں رہا کیے جارہے ہیں چنانچہ سولہ قیدیوں کو رہا کیا گیا اور شولاپور جانے کا خرچ دیا گیا۔ (صحیفہ ۹ اگسٹ ۱۹۳۹ء)

ریاست اندور کی حیدرآباد سے ہمدردی

اندور ۸ اگسٹ۔ راے بہادر کرنل ویناناتھ وزیر اعظم نے ایک اعلامیہ جاری کیا ہے جس میں شہریوں سے خواہش کی گئی ہے کہ ریاستہاے اندور و حیدرآباد کے باہمی خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے والی سرگرمیوں سے باز رہیں اور مطلع کیا ہے کہ حکومت کا منشا یہ ہے کہ ایسی مخالف حیدرآباد سرگرمیوں کو روکا جاے۔ (ا۔پ) (صحیفہ)

آریہ سماجیوں کی ساری پابندیاں کالعدم ستیاگرہ ختم

ناگپور ۸ اگسٹ۔ ایم ایس اینے رکن مجلس قانونی مرکزی نے انٹرنیشنل آرین لیگ کے اختتام پر جس میں انھوں نے خصوصی دعوت پر شرکت کی تھی۔ آج شام میں یونیٹی اسٹڈ پریس سے کہا کہ حضور نظام کی حکومت کی جانب سے ظاہر کردہ جذبۂ مفاہمت اور بالخصوص سر اکبر حیدری کے آریہ سماجیوں اور ہندوؤں کے مذہبی مطالبات کو طے کرنے پر مجھے اظہار تحسین کرنا چاہیے۔

انھوں نے مزید کہا کہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس دی نظام کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ نے اکثر نقاط کو سلجھا دیا ہے جس کے متعلق آریہ سماجیوں نے توضیح و تشریح چاہی اب یہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ عبادت کرنے مذہبی جلوس نکالنے عبادت گاہیں قائم کرنے خانگی مدارس کھولنے اور مذہبی وعظ بیانیوں کے حقوق پر کوئی پابندیاں نہیں ہوں گی آریہ مجلس کے وظائف کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور محکمہ امور عامہ (ہوم آفس) میں نہ کہ محکمہ امور مذہبی میں مجلس کے احکام کا مرافعہ کرنے کو بھی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہ وہ کامرانیاں ہیں جن پر آریہ سماجی بجا طور پر فخر و مباہات کر سکتے ہیں۔

انٹرنیشنل آرین لیگ نے اس اعلامیہ کی اشاعت پر اپنی ستیاگرہ کو منسوخ کر کے حکومت

کو اپنا مناسب جواب ادا کر دیا ہے ہم کو توقع کرتے ہیں کہ اعلامیہ ریاست میں دورِ جدید کا آغاز کرتا ہے اور یہ کہ ہم آیندہ مذہبی شکایات، فرقہ واری مناقشات اور طبقاتی بغض و عناد سے متعلق کوئی چیز نہیں سنیں گے۔

میں ان تمام ہندوؤں، آریاؤں اور سکھوں کو مبارکباد دیتے ہوئے اپنا بیان ختم کرتا ہوں جنھوں نے مذہب کے اعلیٰ مقصد کے لیے جرأت کے ساتھ مصیبتیں جھیلیں اور اس جد و جہد کو کامرانی اور باعزت سمجھوتہ کی تکمیل تک پہونچانے کی کوشش کی (ا۔ پ) (صحیفہ ۹ ؍ اگسٹ ۱۹۳۹ء)
(مولف: مسٹر اینے اب وزیر حکومت ہند بن چکے ہیں۔ ۱۲)

آرین لیگ کا دانشمندانہ فیصلہ

ٹائمز آف انڈیا نے حکومت حیدرآباد کے حالیہ اعلامیہ اور آرین لیگ کے فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حکومت حیدرآباد کے جاری کردہ مصالحت ساز اعلامیہ کے جواب میں مجلس عاملہ انٹرنیشنل آرین لیگ نے مجاہدہ ستیاگرہ کو ترک کر دینے کا دانشمندانہ فیصلہ کیا جو آٹھ ماہ قبل جاری کیا گیا تھا۔ گزشتہ ماہ میں اصلاحات کے اعلان سے ہندو مہاسبھا اور آریہ نے بعض مسائل کی توضیح کے دوران میں اپنے مجاہدہ کو موقوف کرنے پر اظہار رضامندی کیا تھا۔ حالیہ اعلامیہ میں ان مسائل کو طے کر دیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ وہ شکوک جو بعض حلقوں میں حیدرآباد میں مذہبی عبادت کی آزادی کے بارے میں پیدا ہو گئے تھے بے بنیاد ہیں اعلامیہ میں لکھا ہے "حکومت کی پالیسی جیسا کہ اس سے قبل وضاحت کر دی گئی ہے جس حد تک امن عامہ میں خلل واقع نہ ہو بشیتر آزادی عطا کرنا اور حتی الوسع قواعد کو پبلک کی سہولت کے مطابق بنانا ہے۔" یہ ناقابل استثنا طریقہ کار ہے جس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے مذہبی جلوسوں، عوام کی عبادت گاہوں اور خانگی مدارس کے مسئلہ سے متعلق دربار کی پالیسی مساوی طور پر فیاضانہ ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ احکام جن کی رو سے مبلغین کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے صرف اس وقت تک نافذ رہیں گے جب تک تشفی بخش

نہ ہو تمام شکوک جو حکومت حیدر آباد کی نیک نیتی کے بارے میں ظاہر کر چکے تھے اب دور ہو جانے
توقع کی جاتی ہے کہ اصلاحات کو اسی مصالحت جو یانہ جذبات کے تحت چلایا جائیگا
آریہ سماج کمیٹی نے تسلیم کر لیا ہے وہ حکومت نظام کی جانب سے اولین کوشش ہے جو ان
مطالبات کو پورا کرنے کے لیے اختیار کی گئی جس کے لیے ستیاگرہ جاری کی گئی تھی۔ یہ ہیم
مجلس عاملہ دانشمندی کے ساتھ تمام آریوں اور دیگر ہندوؤں سے اور خصوصیت کے ساتھ
ان سے جو ریاست حیدر آباد میں بسر کرتے ہیں مطالبہ کرتی ہے کہ ضبط نفس سے
کام لیں اور صداقت و عدم تشدد (!) پر حقیقی مذہبی جذبہ کے تحت عمل پیرا رہیں۔ مجاہدہ
ستیاگرہ کی موقوفی تاریخ حیدر آباد کی تکلیف دہ داستان کے اختتام کو نمایاں کرتی
ہے۔ عام ضروریات سے مطمئن کر دیا گیا ہے اور اب رعایائے حیدر آباد کا کام ہے کہ
اس تاریخی ریاست کی بہبودی اور خوش حالی کے لیے مخلصانہ کام کریں۔" (ٹائمز آف انڈیا)

ستیاگرہ کی تھکا دینے والی داستان کے اختتام پر پنڈت جی کا اطمینان

ناگپور ۱۹ اگسٹ جب ستیاگرہ کو ترک کرنے کی خبر سے مطلع کیا گیا تو پنڈت جواہر لعل
نہرو نے ایسوسی ایٹیڈ پریس سے کہا کہ "مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ حیدر آباد کی آریہ سماج
ستیاگرہ کی طویل اور تھکا دینے والی داستان اب اختتام کو پہونچی ہے"۔ پنڈت نہرو نے
جو ڈاکٹر ستیارامیا کے ہمراہ تھے اپنا سفر یہاں منقطع کیا اور مسٹر ونیش بند ہو گیتا اور مسٹر
گھنشام سنگھ گپتا کی معیت میں موٹر سے وارد ھا گئے۔ پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ حیدرآباد
ستیاگرہ جس نے عظیم ایثار و مصائب میں الجھا دیا تھا مذہبی آزادی کے مقصد کے لیے
ضروری تھی مجھ جیسے لوگ تمام مذاہب میں ہر شخص کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے کا کامل
حق حاصل ہے اسی طرح جیسے میرا خیال ہے کہ دوسروں کو کسی عقیدہ میں نہ جکڑنے کا مساوی
حق حاصل ہونا چاہیے ہم میں سے اکثر نے عظیم تر سیاسی وجوہ کی بنا پر حیدر آباد ستیاگرہ سے

بیزاری ظاہر کی تھی لیکن ہم تسلیم کرتے تھے۔ اور بیان کیا کہ مذہبی آزادی کا مدعا جس کے لیے ستیا گرہا شروع کیا گیا تھا حقیقی مقصد تھا۔ آریہ سماج اور حکومت حیدرآباد دونوں کو ایک غیر دلچسپ قصہ کو ختم کرنے کے لیے اطمینان بخش حل پر مبارکباد دی جائے" (اے پی)

عفو عام خسروی

جریدۂ غیر معمولی

جلد "۷۰" ۔ حیدرآباد دکن ۹ مہر ۱۳۴۸ف م ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ یوم جمعہ نمبر (۷)

حسب الحکم عالیجناب رائٹ آنریبل نواب سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی
اعلیٰحضرت حکیم السیاست کی بارگاہ جہاں پناہ سے جو فرمان مرحمت نشان مورخہ
۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ شرف صدور لایا ہے اسے بغرض اطلاع عام شائع کرنے کی
عزت حاصل کی جاتی ہے۔ محمد اظہر حسن معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ

فرمان

آج میں اپنی سالگرہ کے موقع پر یہ چند سطور لکھ کر شائع کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کچھ عرصہ سے میں دیکھ رہا ہوں کہ دکن کی سیاسی فضا مکدر ہو رہی ہے اور گو کہ اس وقت اس سے بحث نہیں کہ اس کے اسباب و علل کیا ہیں لیکن نتیجہ میں یہ عیاں ہے کہ اس سے ملک کا امن و امان متاثر ہو چلا ہے جس کو دیکھ کر میں بہ حیثیت حکمران بغیر تاسف کیے نہیں رہ سکتا کیونکہ یہاں کی رعایا برایا میں آپس کے خوشگوار و برادرانہ تعلقات جو قدیم سے چلے آتے تھے اور ضرب المثل بن گئے تھے وہ افسوس ہے کہ اب اس طرح کے باقی نہیں رہے یا کم از کم بادی النظر میں ایسے نہیں دکھائی دیتے جیسے پہلے تھے اور اس کے وجوہ کو اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ وہ عالم آشکارا ہو چکے ہیں۔

(۲) ۔ بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے بلکہ ہنوز موقع باقی ہے کہ مختلف اقوام

ملک کے افراد اپنے ماضی وحال کے افعال پر غور کرکے اور عقل و فہم سے کام لے کر اور دور اندیشی کو پیش نظر رکھ کر ٹھنڈے دل سے انقلاب زمانہ کے مالۂ و ماعلیہ کی تفحص کریں اور اس طرح سے کسی صحیح نتیجہ پر پہونچیں تاکہ آئندہ ان کا طریق عمل ایسا ہو جس سے ان میں صلح و آشتی پیدا ہوسکے ، نیز اس کے سود و بہبود کے حق میں اچھے نتائج مرتب ہوں تاکہ ان کا یہ وطیرہ اگر ایک طرف ملک کی مکدر فضا کو صاف کرتے ہیں تو دوسری طرف گورنمنٹ کے تفکرات کو دور کرنے میں مدد و معاون ہوسکے کس لیے کہ کوئی مہذب گورنمنٹ بغیر حصول امن و امان یا استقرار صلح و آشتی اپنے فرائض کا حقہٗ انجام نہیں دے سکتی اور ساتھ ہی اس کے رعایا یا باشندگان ملک اطمینان قلب سے زندگی بسر نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں چیزیں لاریب ایک دوسرے سے وابستہ ہیں جس کے بغیر نقشۂ حکمرانی نامکمل ہے اور یہ کلیہ آئین قدرت کا مطالعہ کرنے والوں کا مسلمہ اور منقولہ ہے جس پر تنقید کرنی ناممکن ہے۔

۳ ۔ بالآخر مجھکو توقع ہے کہ میرے اس پند و نصائح پر میری عزیز رعایا و برایا و باشندگان ملک خاطر خواہ کان دھریں گے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ فقرے اس کی زبان اور گہرائی قلب سے نکلے ہیں جس نے علاوہ ربع صدی تک حکمرانی کرنے کے اپنی بقیہ عمر کو ان کی صلاح و فلاح کی انجام دہی میں وقف کر دیا ہے کہ یہی درحقیقت اس کے خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے جو کہ نصفت پسندی یا رافت پژوہی میں افق دکن میں کئی صدیوں سے مثل مہر درخشاں ضیا پاشی کر رہا ہے۔

۴ ۔ چونکہ آج کے مبارک دن میں صلح و آشتی کا پیام اہل ملک کے نام دے رہا ہوں لہٰذا حکم دیتا ہوں کہ ان تمام سیاسی قیدیوں کو ان کی خطا سے درگزر کرکے رہا کر دیا جائے جو حالیہ ستیا گرہا کے سلسلہ میں گرفتار و سزایاب ہوئے ہیں اور اصلاحات کے اعلان کے بعد اس کے خلاف مظاہرہ کرکے جو اشخاص گرفتار ہوئے ہیں اور سزا

پاسے ہیں یا جن پر مقدمہ چل رہا ہے ان کو بھی رہا کیا جائے۔ اور مجھکو یقین ہے کہ اب اس کے بعد بدمزگی یا کشیدگی میری عزیز رعایا کے مختلف طبقوں میں باقی نہیں رہے گی بلکہ ہر مذہب و ملت کے لوگ باہم شیر و شکر ہو کر حسب سابق امن کی زندگی بسر کریں گے اور رئیس وقت اور ریاست کی وفاداری کو اپنا شعار بنا کر متفقہ طور پر ملک کی ترقی و بہبودی میں ہمہ تن کوشاں رہیں گے۔

۵۔ البتہ اس رعایت و عفو و کرم کے بعد بھی کوئی شخص یا فریق اپنی کم عقلی و نادانی کی وجہ (یا دیدہ و دانستہ کہو) اس سے مستفیض نہ ہو کر آئندہ مصایب کو اپنے ہاتوں دعوت دیگا (یعنے غیر آئینی حرکات کرے) تو اس کی تمام ذمہ داری اس کے ذاتی افعال پر عاید ہوگی۔ نہ کہ کسی دوسرے پر بقول "خود کردہ را علاجے نیست" اور دوسری طرف ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ملک کے نظم و نسق کو زیادہ مدت تک غیر اطمینان بخش حالت میں کسی طرح نہیں چھوڑ سکتی کہ اس کے مطمح النظر ملک میں امن و امان قایم رکھنا لازمات سے ہے اور اس فرض سے وہ کبھی تجاہل نہیں برت سکتی وما علینا الا البلاغ

اور اس مزید اطمینان کے ساتھ کہ

"بہر ہر وادی رسی میں کہ نورم واگشتہ"

یہ فرمان جریدہ غیر معمولی میں طبع کر دیا جائے۔

اعلحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

شرح دستخط مبارک

۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ یوم چہارشنبہ

(صحیفہ ۱۶ اگست ۱۹۳۹ء)

ہزاروں قیدیوں کی صدر محبس حیدرآباد سے رہائی

آریہ سماجی ستیاگرہ کے سلسلہ میں حیدرآباد کے صدر محبس میں کوئی ڈھائی ہزار قیدیاں تھے ان کو صدر محبس کے احاطہ کے اندر اصلی عمارات میں کافی گنجائش نہ ہونے سے بیرونی رقبہ جات متصلہ میں بھی رکھا گیا تھا۔ بعد کو ان کی تعداد گھٹتے گھٹتے کوئی ڈیڑھ ہزار تک رہ گئی تھی۔

کل (جشن یوم سالگرہ عثمانی میں) معافی عام کا "فرمان شاہی مراحم شاہانہ" صادر ہوا جس کے بعد کل صبح میں کوئی ڈھائی سو ستیاگرہی اور کل شام میں دہلی جانے والی ٹرین سے کوئی ڈھائی سو کے قریب ستیاگرہی حیدرآباد سے روانہ ہو گئے نامپلی اسٹیشن سے جب ان کی ٹرین روانہ ہونے کو تھی تو ان کے نعروں سے ساری فضا گونج رہی تھی یہ لوگ آریہ سماج زندہ باد کے نعرے اور چند ہندی الفاظ کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔ بعض وقت ان کے نعرے "نظام حیدرآباد زندہ باد" بھی سنے گئے۔

ان کی ٹرین کی روانگی کے لیے ریلوے کے حکام نے شام کی ٹرین میں دو بوگی ڈبے آخر میں لگا دیے تھے اور ڈبوں کے دروازے مقفل کر دیے تھے جب یہ ٹرین سکندرآباد جنکشن پر پہونچی تو پہلے ہی سے ان کے نعرے بلند ہونے لگے جنھوں نے تمام اسٹیشن کی آبادی کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

جب ٹرین پلیٹ فارم پر ٹھہر گئی تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ سارا لشکر نوجوانوں اور جوانوں پر مشتمل ہے جن کی عمریں بیس یا تیس سال کی ہیں۔ بعض ایسے بھی جن کی ڈاڑھی سفید ہو چکی تھی اور جو سکھ معلوم ہوتے تھے بعض کھدر اور گاندھی ٹوپی میں تھے بعض مختلف لباسوں میں تھے تیس اور چالیس سال کے درمیانی اشخاص بھی تھے ان کی حرکات وسکنات اور ان کا غوغا اور ہلڑ ہونگ اور ان کا باہمی کلمہ وکلام ان کی اندرونی صورت حال

ان کے اخلاق و سیرت کی توضیح و تشریح کر رہا تھا "ست" یعنے سچائی جس قسم کے انسانوں کے اندر نظر آسکتی ہے اور سیماے ظاہر جس قسم کا آئینہ حال باطن ہوسکتا ہے اس کی تفسیر کے لیے ان ستیاگرہیوں کو بچشم خود دیکھ لینا ضرور تھا کہ ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اگر کسی حکومت کو کوئی باقاعدہ فوج بنانے کے لیے کسی قد و قامت جسمانیت عمر فوجی اہلیت کی ضرورت ہو تو بے شک ہوسکتی ہے لیکن ستیاگرہ کے سپاہی ان تمام مکروہات سے بے نیاز ہیں۔ ان کو صرف کرایہ ریل اور کھانے پینے کے خرچ کے لیے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے خواہ وہ قیدخانوں میں بھی کیوں نہ میسر ہوجائیں۔ اس فوج کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر حیدرآباد آئی اور رہائی پاکر واپس جارہی ہے۔ اس کو کہنے والے شکست یا فتحمندی جو چاہے کہیں (صحیفہ نیوز)

— کل (جمعہ) شام کے پانچ بجے سے صدر محبس بلدہ سے ستیاگرہی آزاد گان کی ٹولیاں لاریوں میں بٹھا بٹھا کر ریلوے اسٹیشن نام پلی پہنچائی جاتی رہیں۔ راستے کی لمبائی سے یہ رہائی یافتہ آریہ سماج کی جے "آریہ سماج زندہ باد" کے نعرے لگاتے جاتے تھے۔ نام پلی اسٹیشن پر تین بوگی ڈبے ان کے لیے خاص کیے گئے تھے ان میں ان لوگوں کو سوار کراکے روانہ ناگپور کیا گیا جاتے وقت بھی ان کی ٹولیاں شور و غل مچاتی رہیں (صحیفہ نیوز) (صحیفہ ۱۹ اگست ۱۹۳۹ء)

اہنسا سبھا کی دلی شادمانی

شملہ ۱۸ اگسٹ (جمعہ) ڈاکٹر مونجے نے رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدرآباد کو حسب ذیل برقیہ روانہ کیا ہے:۔

"ستیاگرہیوں کی رہائی کی بہادرانہ ذمہ داری اور مدبرانہ دانشمندی پر مخلصانہ و قلبی مبارکباد دیں" آپ کا (صحیفہ ۱۹ اگست ۱۹۳۹ء)

فہرست مضامین کتاب عنایات عثمانی ستیاگرہیوں کی زبانی

تمت